ابن خلدون
اور
امیر تیمور

مصنفہ
ڈاکٹر جے فشل

مترجمہ
ضیاء الدین احمد برنی

اردو اکیڈمی سندھ کراچی

ھدیہ
من جانب مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن
لاہور

ابن خلدون
اور
امیر تیمور

مصنفہ
ڈاکٹر جے فشل

مترجمہ
ضیاء الدین احمد برنی

مراجعت
ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ

اردو اکیڈمی سندھ کراچی

This is an authorized Urdu translation of

IBN KHALDUN AND TAMERLANE

by

Walter J. Fischel.

Published by

University of California Press,

Berkeley and Los Angeles, California.

First Urdu Edition

PRINTED IN PAKISTAN

طبع اول — — ۱۹٦۷ء

تعداد — — دو ھزار ایک سو

طابع — — علاء الدین خالد

مطبع — — نشاط پریس کراچی

قیمت

ساتھ روپے پچاس پیسے

ناشر

اردو اکیڈمی سندھ، کراچی

بہ اشتراک

موسسہ مطبوعات فرینکلن لاھور ——— نیو یارک

فہرست مضامین

---*---

تصاویر

(سرٹامس ڈبلیو۔ آر نلڈ کی تالیف سے، "بہزاد اور
اس کی تصویریں ظفر نامہ کے قلمی نسخہ میں"،
مطبوعہ لنڈن ۱۹۳۰ء، برنارڈ کوارج، لمیٹڈ کی
اجازت سے)

عرض حال منجانب مترجم

یہ کتاب جس کا اردو ترجمہ اب قوم کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، تاریخ کے ایک اہم دور سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں تیمور اور ابن خلدون کی باہمی ملاقات کا تفصیلی بیان درج ہے اور یہ دونوں اپنے دور کی زبردست شخصیتیں تھیں۔

انگریزی مترجم پروفیسر والٹر جے۔ فشل نے اس اہم تاریخی واقعہ پر تفصیل کے ساتھ ناقدانہ نظر ڈالی ہے اور اس کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جسے تشنہ کہا جاسکے۔ ان کے حواشی بالخصوص ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ ان کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ ہمیں ابن خلدون کی کتاب ''العبر'' کے قلمی نسخوں کی دریافت اور چھان بین کا کام جاری رکھنا چاہئے اور اسی مقصد سے انہوں نے صحیح طور پر مشورہ دیا ہے کہ تمام عربی کتب خانوں کو از سر نو ڈھنڈلا جائے۔

میں نے اس کتاب کے ترجمہ میں اپنے دو دوستوں سے امداد لی ہے۔ عربی کے معاملہ میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی سے اور ترکی کے معاملہ میں ڈاکٹر ریاض الحسن سے۔ میں ان دونوں حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہاشمی صاحب نے

"خود نوشت سوانح عمری" کے پورے ترجمہ کو اصل سے ملا کر بھی دیکھا اور ناموں کے معاملہ میں میری رہنمائی کی - پھر بھی اگر کہیں غلطیاں رہ گئی ہوں تو اسے میں اپنی کوتاہی تصور کروں گا -

آخر میں اپنے محترم حامد علی خان صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے ترجمہ کے لئے راقم الحروف کا انتخاب فرمایا -

کراچی - نومبر سنہ ۱۹۶۳ء ضیاء الدین احمد برنی

دمشق پر تیمور کی یورش

تمہید

جو مقالہ اب پیش کیا جارہا ہے وہ اُس لکچر کی توسیع شدہ صورت ہے جو پیرس میں مستشرقین کی بین الاقوامی کانگریس کے ۲۱ ویں اجلاس (منعقدہ جولائی سنہ ۱۹۴۸ء) میں دیا گیا تھا اور جس میں ابن خلدون اور تیمور لنگ کے باہمی تعلق کا ابتدائی احوال مختصراً بیان کیا گیا تھا۔ یہ احوال ابن خلدون کی مکمل ''خود نوشت سوانح عمری'' کے غیر مطبوعہ عربی نسخہ پر مبنی ہے جو قاهره میں محفوظ ہے۔ اس کے بعد سنہ ۱۹۵۰ء کے موسم گرما میں جب راقم الحروف کو استنبول جانے کا اتفاق ہوا تو اُسے اس بات کا موقع ملا کہ وہاں کے بڑے بڑے کتب خانوں میں ابن خلدون کی تصانیف کے مختلف مخطوطات کے بارے میں تحقیق کرے، چنانچہ وہاں اُسے دو اور نسخے ملے: ایک ایا صوفیہ کے کتب خانہ میں اور دوسرا اسعد آفندی لائبریری میں۔ ان دونوں میں ابن خلدون کی ''خود نوشت سوانح عمری'' کا جو اب تک شائع نہیں ہوئی، مکمل متن موجود ہے۔

''خود نوشت سوانح عمری'' کے مکمل متن کا ترجمہ (مع حواشی کے) جو ان مخطوطات پر مبنی ہے، اب تیار ہو رہا ہے۔ فی الحال موجودہ مقالہ میں عربی مخطوطات کے صرف اُس حصہ کا ترجمہ (مع حواشی کے) پیش کیا جا رہا ہے جس کا تعلق ابن خلدون اور امیر تیمور کی باہمی ملاقات سے ہے جو دمشق میں سنہ ۱۴۰۱ء میں ہوئی تھی اور جو تاریخی لحاظ سے بڑی اہم

ہے۔ عربی متن کا ایک تنقیدی ایڈیشن، جس پر یہ ترجمہ مبنی ہے، تیار کر لیا گیا تھا اور بغرض طباعت دے دیا گیا تھا۔ لیکن اس مقالہ کی تکمیل کے بعد راقم الحروف کو محمد ابن تاویت الطنجی کی کتاب ''التعریف بابن خلدون و رحلته غرباً و شرقاً'' (مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۹۵۱ء) کا ایک نسخہ ملا جسے دیر سے ملنے کی وجہ سے راقم الحروف کام میں نہ لاسکا اور جس میں وہ عربی متن بھی موجود ہے جس پر موجودہ مقالہ مبنی ہے۔ چونکہ اب متن عربی دانوں کو دستیاب ہو گیا ہے لہذا یہ امر قرین مصلحت سمجھا گیا کہ اس تنقیدی ایڈیشن کو حذف کر دیا جائے جسے راقم الحروف نے اس مقالہ کے لئے تیار کیا تھا۔

عربی اور دوسرے مشرقی ناموں اور لفظوں کو انگریزی میں صحت کے ساتھ لکھنے کا وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں پہلے سے مروج ہے۔ جو عربی اصطلاحیں اور نام انگریزی لغات یا تاریخوں میں داخل ہو گئے ہیں انہیں بالعموم اعراب کے بغیر دے دیا گیا ہے اور ان عربی اسمائے معرفہ سے جو کثرت سے استعمال میں آتے ہیں، حرف تعریف ''ال'' عام طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔ اکثر صورتوں میں تاریخیں سنہ ہجری اور سنہ عیسوی دونوں ساتھ ساتھ دے دی گئی ہیں اس لئے کہ زمانے کا تعین ان مسائل کے سمجھنے میں، جن پر حواشی میں بحث کی گئی ہے، انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔

مصنف کا یہ خوشگوار فرض ہے کہ اس موقع پر وہ اپنے قابل احترام رفیق کار اور پیشرو پروفیسر ولیم پوپر کا دلی شکریہ ادا کرے جن کے اشتراک عمل اور تعاون سے وہ اس مقالہ کی تیاری کے دوران میں شروع سے آخر تک مستفید ہوتا رہا ہے۔ پروفیسر موصوف نے خندہ پیشانی سے مجھے اپنے مشورہ سے نوازا اور کمال کشادہ دلی سے اپنا وقت دیکر مجھے اپنی عربی دانی سے مستفید ہونے کا موقع دیا اور پھر از راہ کرم میرے مسودہ کو پڑھا اور اس کی اصلاح کی۔ ان کا یہ احسان راقم الحروف کے لئے بے اندازہ حوصلہ افزائی کا موجب رہا ہے، اور وہ اس موقع پر ان سب باتوں کے لئے فاضل موصوف کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔ اس مقالہ میں جو کوتاھیاں نظر آئیں، ان کے لئے بہر حال مصنف کی ذات ھی پوری طرح ذمہ دار ہے۔

اس جلد کی تیاری کے سلسلہ میں بہ مد تحقیقات بولنجن فاؤنڈیشن نے جو مالی امداد دی ہے اس کے لئے مصنف اپنے شکریہ کا اظہار کرتا ہے۔ ساتھ ھی وہ سلیمانیہ لائبریری، استنبول، کے ڈائرکٹر ڈاکٹر مصطفیٰ کوبین کا شکرگزار ہے کہ انہوں نے مخطوطات کی فوٹو اسٹیٹ نقول حاصل کرنے میں اس کی امداد کی، اور پیرس کے کتب خانۂ قومی کے کارپردازوں کا بھی جنہوں نے درخواست ملتے ھی بلا تاخیر اُن عربی مخطوطات کی فوٹو اسٹیٹ نقول ارسال فرمادیں جن کی موجودہ مقالہ کے لئے ضرورت تھی۔ یونیورسٹی آف کیلیفورنیا

لائبریری کا انٹر لائبریری سروس ڈیپارٹمنٹ بھی شکریہ کا مستحق ہے جس کی سفارش اور اشتراک عمل کی بدولت دوسری امریکی لائبریریوں سے راقم کو متن اور کتابیں مل سکیں۔ ان میں لائبریری آف کانگریس، نیویارک پبلک لائبریری اور شکاگو، کولمبیا، ہارورڈ، برنسٹن اور وسکانسن کی پانچوں یونیورسٹیوں کے کتب خانے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، ڈبلیو۔ جے۔ ایف
برکلے۔ اگست سنہ ۱۹۵۱ء

تعارف

۱ ۔ تیمور اور ابن خلدون کے بارے میں ابن عرب شاہ کا بیان

سنہ ۱۶۳۶ء میں لائیڈن (Lugduni Batavorum) میں ایک عربی کتاب الموسوم بہ ”عجائب المقدور فی اخبار تیمور“ (Ahmedis Arabsiadae, Vitae et rerum gestarum Timuri, qui vulgo Tamerlanes dicitur, Historia), شائع ہوئی ۔ اس کا مصنف احمد ابن محمد ابن عرب شاہ تھا اور اسے جیکب گولیس (Jacob Golius) نے ایڈٹ کیا تھا ۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ، اس میں منگول فاتح تیمور کی (جو عام طور پر تمر لنگ[1] کے نام سے مشہور ہے) زندگی اور سرگرمیوں سے بحث کی گئی تھی ۔

تیمور کی اس سوانح حیات کا جو سنہ ۱۴۳۵ء (سنہ ۸۳۹ھ) میں مکمل ہوچکی تھی ، مصنف ایک مشہور عرب مورخ تھا جو اس کام سے خصوصیت کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا ۔ وہ سنہ ۱۳۹۲ء (سنہ ۷۹۱ھ) میں دمشق میں پیدا ہوا تھا اور جب تیمور نے سنہ ۱۴۰۱ء (سنہ ۸۰۳ھ) میں دمشق فتح کیا ، تو وہ بھی اس موقع پر گرفتار ہوگیا تھا اگرچہ اس کی عمر اس وقت صرف بارہ برس کی تھی ، اور پھر وہ اپنے بھائیوں اور اپنی والدہ سمیت سمرقند بھیج دیا گیا جہاں اس نے تیمور اور

(۱) ان حواشی کے لئے دیکھو صفحات ۳۱ تا ۵۲ ۔

تیمور کے خاندان والوں کی سرزمین میں اپنی زندگی کے کئی سال بسر کئے، تیمور کی زندگی اور کارناموں سے گہری واقفیت حاصل کی، فارسی، ترکی اور منگولی زبانیں سیکھیں اور وسطی ایشیا کے مختلف اساتذۂ کرام کے روبرو زانوئے شاگردی تہ کیا۔ بعد کو وہ ادرنہ (ایڈریانوپل) گیا جہاں وہ سلطان بایزید کے بیٹے سلطان محمد اول کا پرائیویٹ سیکریٹری بن گیا اور سنہ ۱۴۲۱ء (سنہ ۸۲۴ھ) میں واپس دمشق آگیا اور بالآخر اس نے قاھرہ میں سنہ ۱۴۳۶ء (سنہ ۸۴۰ھ) میں اقامت اختیار کرلی اور وھیں سنہ ۱۴۵۰ء (سنہ ۸۵۴ھ) میں وہ ایک نہایت بھرپور ادبی زندگی گزارنے کے بعد انتقال کرگیا۔[۲]

جیکب گولیس کی جانب سے تیمور[۳] کی عربی سوانح عمری مصنفہ ابن عرب شاہ کی اشاعت سے نہ صرف اھل مغرب ایک عربی کتاب سے پہلی مرتبہ روشناس ھوئے جو مسجع اور مقفیٰ عبارت میں لکھی گئی تھی، بلکہ جو بات سب سے زیادہ اھم ھے، وہ یہ تھی کہ اس نے مغربی دنیا کے سامنے تیمور کی سرگرمیوں کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جس میں پانچویں صدی کے ایک عرب مورخ نے اپنا آنکھوں دیکھا حال تحریر کیا تھا، اگرچہ اس کا بیان یک طرفہ تھا اور ایک خاص مقصد سے لکھا گیا تھا۔

ابن عرب شاہ نے اپنی کتاب میں تونسی مورخ ولی الدین عبدالرحمٰن ابن خلدون[۴] (جو اس سے قبل مملوکی حکومت کی ملازمت میں قاھرہ کا قاضی القضاۃ رہ چکا تھا) اور تیمور کی ملاقات کا مختصر سا حال بھی شامل کرلیا ھے اور قدرے تفصیل کے ساتھ اس گفتگو کو بیان کیا ھے جو سنہ ۱۴۰۱ء

(سنہ۸۰۳ھ) کی ابتدا میں دمشق میں منگول شہنشاہ تیمور اور ابن خلدون کے مابین مبینہ طور پر ہوئی تھی ۔

ابن عرب شاہ کی اطلاع کے مطابق ابن خلدون سے تیمور کی جو ملاقاتیں ہوئیں وہ نہ صرف تاریخی اور علمی مسائل سے متعلق تھیں ، مثلاً سرزمین مغرب (شمالی افریقہ) کے تفصیلی احوال سے اور تیمور کے سلسلۂ نسب اور تاریخ میں اس کے مقام سے ، بلکہ ایسے امور سے بھی متعلق تھیں جو خود ابن خلدون کے لئے سوانح حیات کی مناسبت کے لحاظ سے انتہائی اہمیت رکھتے تھے ۔ [۵]

ابن عرب شاہ نے وہ (زبانی یا تحریری) ماخذ نہیں بتایا جس سے اس نے ابن خلدون اور تیمور کے بحث و مباحثہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ چونکہ ابن عرب شاہ ذاتی طور پر ابن خلدون سے پہلے سے واقف نہ تھا اور نہ اس نے کبھی ابن خلدون کی تصانیف دیکھی یا پڑھی تھیں جیسا کہ وہ صراحۃً لکھتا ھے[اس نے صرف ابن خلدون کی ''عجیب و غریب تاریخ'' (التاریخ العجیب) کا حال کسی فاضل کی زبانی سنا تھا جس کا نام اس نے نہیں بتایا] لہذا یہ امر تعجب انگیز ھے کہ مغربی محققین نے ابن عرب شاہ کے اس بیان کو بغیر کسی تنقید کے اندھا دھند صحیح تسلیم کر لیا اور یہ کہ ان تمام صدیوں میں اس کی صحت اور صداقت کے بارے میں کبھی کوئی اعتراض بھی نہیں کیا گیا [۶] ۔

یہ امر قابل ذکر ھے کہ ابن عرب شاہ کی کتاب کی اشاعت تک اسلامی دنیا کے باھر ابن خلدون کا نام کبھی

سننے میں نہیں آیا تھا اور اس کی حقیقی اھمیت کا اندازہ مشکل ہی سے اُن حوالوں سے کیا جاسکتا ھے جو ابن عرب شاہ نے اس کے متعلق دئے ھیں۔ بعد کو دو سو سال گزرنے پر — جبکہ انیسویں صدی کے دوران میں ابن خلدون کی تاریخی تصانیف کے قلمی نسخے بتدریج یکے بعد دیگرے دریافت ہوئے اور شائع کئے گئے — اسلامی اور مغربی فضلاء کے حلقوں میں ابن خلدون کے غیر معمولی مقام کی واضح اور غیر مبہم تصویر سامنے آسکی[؎] ۔

بہر حال اگرچہ یورپ ابن خلدون کے نام سے سب سے پہلے تقریباً تین سو سال ہوئے واقف ھوا اور وہ بھی سنہ ۱۴۰۱ء میں دمشق میں تیمور سے اس کی ملاقات کے سلسلہ میں، تاھم اس امر کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ تیمور اور ابن خلدون کے تعلقات کے بارے میں جو کچھ سب سے پہلے ابن عرب شاہ نے لکھا ھے اس کی ناقدانہ تحقیق کی جائے اور تاریخ اسلام کی دو ایسی غیر معمولی اور مختلف الخیال شخصیتوں کی انتہائی ڈرامائی ملاقاتوں پر روشنی ڈالی جائے۔

ابن عرب شاہ نے جو بیان دیا ھے اس پر بہت عرصہ پہلے تنقیدی نظر ڈالنی چاھئے تھی، کم سے کم ان بیانات کے پیش نظر جو ترک مورخ مصطفیٰ ابن عبداللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ (سنہ ۱۶۰۹ء تا سنہ ۱۶۵۷ء) نے اپنی عربی کتاب ''کشف الظنون'' میں ابن خلدون اور تیمور کی ملاقات کے سلسلہ میں درج کئے ھیں اور جو تقریباً ھر بات میں ابن عرب شاہ[۸] کے بیان کی تردید کرتے ھیں۔ حاجی خلیفہ لکھتا ھے کہ ابن خلدون حلب کا قاضی تھا جب تیمور نے اس شہر پر قبضہ کیا، نیز

یہ کہ وہ فاتح کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا اور قیدی بنا لیا گیا[9]، اور یہ کہ تیمور نے اس کے ساتھ نیک سلوک کیا، وہ اسے اپنے ساتھ سمرقند لے گیا اور بعد کو قاہرہ واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ابن عرب شاہ اور حاجی خلیفہ کے بیانات کے باہمی اختلافات کی وجہ سے جو الجھاؤ پیدا ہوگیا تھا وہ مرور زمانہ سے اور بڑھ گیا جب کہ بی۔ در بیلو[10] (سنہ ۱۶۹۷ء) نے حاجی خلیفہ کے غلط بیانات کو تسلیم کیا اور ان میں اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کیا، مثلاً یہ کہ ابن خلدون نے سمرقند میں سنہ ۱۴۰۶ء (سنہ ۸۰۸ھ) میں وفات پائی اور بہت عرصہ بعد جب سنہ ۱۸۳۴ء میں جیکب گرے برگ ڈی ہیمسو نے (جو اور لحاظ سے ابن خلدون کے بعض قلمی نسخوں کا قابل قدر دریافت کنندہ ہے) بیان کیا کہ "ابن خلدون نے کچھ عرصے تک تیمور کے ماتحت دمشق میں قاضی القضاۃ کے فرائض ادا کئے تھے اور سمرقند کا سفر کیا تھا . . . ۔"[11] اس طرح سے ابن خلدون کی رنگا رنگ زندگی کے ایک اہم پہلو پر صدیوں تک پردہ پڑا رہا اور الجھاؤ اور متضاد بیانات کی بنا پر اس کی صورت مسخ ہوتی گئی۔

۲۔ تیمور کے بارے میں دوسرے ابتدائی مآخذ

اب تک تین قسم کے مختلف مآخذ دستیاب ہوچکے ہیں جن سے ان مسائل پر جو تیمور اور ابن خلدون کے تعلقات سے متعلق ہیں، کچھ روشنی پڑنے کی توقع کی جاسکتی ہے، یعنی معاصرانہ فارسی، عربی اور یورپی تصانیف۔ تیمور کے ایرانی

درباری مورخ شرف الدین علی الیزدی (متوفی سنه ۱۴۵۴ء) کی کتاب " ظفر نامه " جو سنه ۱۴۲۴ء میں مکمل ہو گئی تھی ، تیمور کی نہایت مفصل مگر مدحیہ سوانح عمری ہے[۱۲] ، مگر وہ اپنے آقا اور ابن خلدون کی ملاقات کے بارے میں بالکل خاموش ہے ۔ نظام الدین شامی بھی (جس کا " ظفر نامه " تیمور کے حکم سے لکھا گیا تھا اور جسے سنه ۱۴۰۵ء میں اس کی وفات سے پہلے اس کی خدمت میں پیش کر دیا گیا تھا) اگرچہ شرف الدین علی جیسے قصیدہ گو کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے اس لئے کہ اس میں تیمور کی مہمات کی کم مسجع عبارت میں اور زیادہ اختصار کے ساتھ تاریخ دی گئی ہے تاہم وہ بھی اپنی تاریخ میں تیمور اور تونسی مورخ کی ملاقات کا حوالہ تک نہیں دیتا[۱۳] ۔ یہ امر اس لحاظ سے اور بھی تعجب انگیز ہے کہ انہیں اور دوسرے ایرانی درباری مورخین کو جو تیمور کی ملازمت میں تھے ، خصوصیت کے ساتھ حکم تھا کہ وہ تیمور کے الفاظ اور کارناموں کی ہر تفصیل معرض تحریر میں لے آئیں خواہ ان کا تعلق میدان جنگ سے خواہ دارالسلطنت سے خواہ اس کے خرگاہ سے ہو اور بالخصوص. اس وجہ سے بھی کہ وہ خود تیمور کی نجی اور سرکاری سرگرمیوں کے ہر پہلو کی تفصیل بیان کرنے کے انتہائی مشتاق رہا کرتے تھے[۱۴] ۔

وہ واحد شخص جو سب سے زیادہ اس قابل تھا کہ اس ملاقات کا مستند ، واقعاتی اور بلا واسطہ حال بیان کرتا ، وہ حنفی فاضل عبدالجبار ابن النعمان تھا ۔ جیسا کہ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا ، وہ تیمور کی جانب سے ابن خلدون کے لئے

سرکاری ترجمان مقرر کیا گیا تھا اور ان دونوں اشخاص کے جملہ مکالمات میں موجود رہتا تھا ۔ مگر اس نے بھی ملاقات کا کوئی حال نہیں دیا [15] ۔

مزید برآں معاصرانہ یورپین مآخذ جو شام میں تیمور کی مہم کا ذکر کرتے ہیں ، مثلاً Cour par un Dominicain ۳۲ Memoire sur Tamerlan et en 1403 [16] ، یا ھنری سوم کے ھسپانوی سفیر رائے گونزے لس ڈی کلاویجو کی کتاب [17] Narrative of the Spanish Embassy to the Court of Timur at Samarkand in the Years 1403-1406 یا The Bondage and Travels of Johann Schiltberger in Europe, Asia and Africa, (سنہ ۱۳۹۶ء تا سنہ ۱۴۲۷ء) یا [18] B.de Mignanelli کی کتاب Vita Tamerlani [19] جو سنہ ۱۴۱۶ء میں لکھی گئی تھی ، اگرچہ یہ سب کی سب کتابیں معلومات سے پر ھیں تاھم ان میں بھی ابن خلدون اور تیمور کے باھمی تعلقات کا کوئی ذکر نہیں ھے [20] ۔

یہ صرف ۱۵ ویں صدی کے عربی مورخین ھیں جو مملوک و منگولی آویزش اور شام میں تیمور کی مہم سے بحث کرتے ھیں جن سے ھمیں اھم معلومات حاصل ھوتی ھیں ۔ ان میں ابن الفرات [21] (متوفی سنہ ۱۴۰۴ء) ، قلقشندی [22] (متوفی سنہ ۱۴۱۸ء) ، مقریزی [23] (متوفی سنہ ۱۴۴۲ء) ، ابن قاضی شہبہ [24] (متوفی سنہ ۱۴۴۸ء) ، ابن حجر العسقلانی [25] (متوفی سنہ ۱۴۴۹ء) ، بدر الدین العینی [26] (متوفی سنہ ۱۴۵۱ء) ، ابن تغری بردی [27] (متوفی سنہ ۱۴۶۹ء) ، السخاوی [28] (متوفی سنہ ۱۴۹۷ء) ،

السیوطی[۲۹] (متوفی سنہ ۱۵۰۵ء)، اور بعد کا مصنف ابن ایاس[۳۰] (متوفی سنہ ۱۵۲۴ء)[۳۱] نمایاں حیثیت رکھتے ھیں۔

ان میں سے اکثر مصنفین کم سے کم اس بات کی تصدیق کرتے ھیں کہ ابن خلدون کی امیر تیمور سے صحبت اور ملاقات ایک ثابت شدہ اور ناقابل انکار تاریخی واقعہ ھے، اور مزید برآں وہ اھم تاریخی تفصیلات بھی بہم پہنچاتے ھیں۔ تاھم ان کے منتشر اور ناکافی حوالے مشکل سے ایک ایسی بنیاد فراھم کرتے ھیں جس کے ذریعہ ابن عرب شاہ کے بیان کی تنقیدی قدر و قیمت اور صحت کی جانچ پرتال کی جاسکے۔ وہ کوئی مربوط، مکمل تصویر پیش نہیں کرتے اور تیمور کے ساتھ ابن خلدون کی جو گفتگوئیں ھوئیں، ان کا لب لباب بھی نہیں دیتے۔

تیمور اور ابن خلدون کے باھمی تعلق کے بارے میں جو واحد قابل وثوق ماخذ ھمیں ملتا ھے وہ خود ابن خلدون کا بیان ھے اور اس کی اپنی ایک تصنیف میں شامل ھے جو ابھی تک نامعلوم اور غیر مطبوعہ حالت میں رھی ھے، یعنی اس کی مکمل ''خود نوشت سوانح عمری'' کا قلمی نسخہ۔

۳ - ابن خلدون کی کتاب العبر

یہ ایک مشہور بات ھے کہ ابن خلدون ایک عظیم الشان اور یادگار زمانہ تاریخ موسوم بہ ''کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر فی ایام العرب و العجم و البربر و من آثارھم من ذوی السلطان الاکبر'' یا مختصراً کتاب العبر[۳۲] کا مصنف تھا جو اب ۷ جلدوں میں ملتی ھے اور بولاق میں سنہ ۶۸-۱۸۶۷ء[۳۳] میں شائع ھوچکی ھے۔

ابن خلدون نے اپنی اس تصنیف کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی جلد ایک طویل تمہید یا تعارف پر مشتمل ہے جس کا عنوان ہے " المقدّمہ فی فضل علم التاریخ "، جس میں سماج اور ریاست کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور جس میں مصنف اپنے عمرانی اور فلسفیانہ خیالات کی تشریح کرتا ہے[۳۴]۔ دوسرا حصہ (جو بولاق والے مطبوعہ ایڈیشن کی دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں جلدوں پر مشتمل ہے) قدیم اقوام کی تاریخ کے احوال سے شروع ہوتا ہے، مثلاً عرب قبل الاسلام، اهل بابل، نبطی، قبطی، اسرائیلی اور یہودی، ابتدائی عیسائیت، ایرانی، یونانی، رومی، قوطی وغیرہ اور پھر تاریخ اسلام یعنی، بنی امیہ، بنی عباس اور اپنے زمانہ تک کے دوسرے خاندانوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ تیسرا حصہ (جو مطبوعہ بولاق ایڈیشن کی چھٹی اور ساتویں جلدوں پر حاوی ہے) بربروں اور زناتہ کی تاریخ سے متعلق ہے[۳۵]۔

ابن خلدون نے اپنی کتاب العبر کے آخری چند ابواب میں اپنی زندگی اور سرگرمیوں کا حال تحریر کیا ہے۔ یہ حصہ جو عام طور پر "خود نوشت سوانح عمری" کہلاتا ہے، چند طویل ابواب پر مشتمل ہے جس میں وہ اپنے حسب و نسب، اپنی ابتدائی تعلیم اور اپنے اساتذہ کا ذکر کرتا ہے اور ان کتابوں کا جن کا اس نے مطالعہ کیا تھا شمالی افریقہ اور ھسپانیہ کے سیاسی میدان میں اس نے جو سرگرمیاں دکھائیں اور مختلف عہدے جن پر وہ اپنے زمانہ کے مغرب کے تقریباً تمام سربرآوردہ حاکموں اور خاندانوں کے

ماتحت تونس ، بجایه (Bougie) ، تلمسان اور فاس کے درباروں میں سیکریٹری ، حاجب ، مدبر ، مشیر ، نامہ و پیام کرنے والے اور قاصد کی حیثیت سے فائز رہا ، ان سب کا ذکر کرتا ہے۔ پھر غرناطہ میں اپنی آمد اور عیسائی بادشاہ پیڈرو الملقب بہ ظالم کے دربار میں اپنی سفارت کا حال لکھتا ہے ، اور پھر قلعہ ابن سلامہ کا ذکر آتا ہے جہاں اس نے اس غرض سے عزلت نشینی اختیار کی تھی تاکہ وہ اپنی "تاریخ" قلمبند کرے ۔ پھر تونس میں اپنی واپسی اور بعد ازاں تونس سے مصر کو سنہ ۱۳۸۲ء (سنہ ۷۸۴ھ) میں اپنی روانگی بیان کرتا ہے ۔

مصر میں اپنی زندگی کے حالات لکھتے وقت ابن خلدون نے مملوک سلطان برقوق کے ساتھ اپنے تعلقات کا ذکر کیا ہے ۔ پھر الازہر اور دوسرے مدرسوں اور اداروں میں اپنے مختلف علمی عہدوں کا ، مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے اپنے تقرر کا ، اور اپنے خلاف سازشوں کا ، قاضی کے عہدہ سے پھر استعفا دینے مکہ میں جاکر حج کرنے اور پھر وہاں سے مصر واپس لوٹنے کا حال بڑی تفصیل سے تحریر کیا ہے۔

اس "خود نوشت سوانح عمری" کا متن جیسا کہ وہ عبر کے بولاق ایڈیشن کی ساتویں جلد (صفحات ۳۷۹ تا ۴۶۲) میں مندرج ہے جسے اس کے بعد سے "د" کہا گیا ہے ، اور جیسا کہ اسے عبدالجواد خلف نے "مقدمہ" کے قاہرہ والے ایڈیشن کے حاشیہ میں بعض ترمیمات کے ساتھ دوبارہ چھاپا ہے جسے اس کے بعد سے "ہ" کہا گیا ہے ، ابن خلدون کی زندگی

کے حالات کو سنہ ۱۳۹۵ء (سنہ ۷۹۷ھ) پر ختم کردیتا ہے۔ اس کی "خود نوشت سوانح عمری" کا صرف یہی وہ حصہ ہے جو طبع شدہ صورت میں ملتا ہے [36] ۔ یہ امر کہ وہ محض جزوی حیثیت رکھتا تھا اور نامکمل تھا ، صاف ظاہر تھا اس لئے کہ ابن خلدون سنہ ۱۴۰۶ء (سنہ ۸۰۸ھ) تک زندہ رہا ۔ مصر میں اس کی زندگی اور سرگرمیوں کے آخری ۱۱ سال (سنہ ۱۳۹۵ء تا سنہ ۱۴۰۶ء) کے حالات کے بارے میں یہ خیال کیا گیا تھا کہ مصنف کی جانب سے یا تو وہ سرے سے تحریر ہی نہیں کئے گئے ہیں اور اگر وہ تحریر کئے گئے ہیں تو وہ ضائع ہوگئے ہیں ، اور اس کی زندگی کے اس آخری حصہ کے لئے اب تک ہمعصر عربی ماخذوں میں صرف منتشر اور غیر مربوط حوالے ملتے تھے۔

لیکن حال ہی میں مشرق ادنیٰ کے کتب خانوں کی تحقیق و تفتیش سے ابن خلدون کی "خود نوشت سوانح عمری" کے چند قلمی نسخے روشنی میں آگئے ہیں جو اس کی زندگی کی داستان کا مکمل متن پیش کرتے ہیں۔ ان میں اس کی زندگی کے آخری ۱۱ سال کے حالات بھی شامل ہیں جن کے بارے میں خیال تھا کہ وہ معرض تحریر میں نہیں لائے گئے ہیں ، اور اس طرح اس کی وفات سے، جو سنہ ۱۴۰۶ء میں ہوئی ، چند ماہ قبل تک کے حالات مکمل ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے دو قلمی نسخے استنبول میں محفوظ ہیں ، ایک ایا صوفیہ لائبریری میں [37] (جسے بعد میں مخطوطہ الف کہا گیا ہے) ، دوسرا اسعد آفندی لائبریری میں [38] (مخطوطہ ب) اور تیسرا مخطوطہ قاہرہ میں [39] (مخطوطہ ج) دریافت ہوا ہے۔

ان تین مکمل نسخوں سے [۳۰] جو اسلام کے ایک سب سے بڑے فلسفی مورخ کے سوانح حیات مرتب کرنے کے لئے ناگزیر ہیں اور جنہیں بہت عرصہ پیشتر معرض تحریر میں آجانا چاہئے تھا ، ہم ابن خلدون اور تیمور کی تاریخی ملاقات کا اور ان مسائل کا جو اس موقع پر زیر بحث آئے ، واضح اور قابل اعتماد بیان حاصل کرتے ہیں ، اور یہ بیان وہ ہے جو ابن عرب شاہ اور دوسرے عرب مورخین کے لکھے ہوئے حالات کی صحت اور تاریخی حیثیت کو جانچنے کے لئے ہمیں ضروری دستاویزی شہادت اور بنیاد بہم پہنچاتا ہے۔

۴ ۔ مخطوطات کا باھمی تعلق

ابن خلدون کی مکمل ''خود نوشت سوانح عمری ،، (الف، ب و ج) کے ان تینوں قلمی نسخوں میں جن پر یہ مقالہ مبنی ہے ، مخطوطہ الف بظاہر سب سے قدیم اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ تینوں نسخوں کے تفصیلی مقابلہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مخطوطات ب و ج مخطوطہ الف کی نقلیں ہیں۔

مخطوطہ الف کی کیفیت

مخطوطہ الف جیسا کہ اسے استنبول سے حاصل کیا گیا ، تقریباً ۱۰ انچ لمبا اور تقریباً ۷ انچ چوڑا ہے ۔ یہ نسخہ یا اس کا کچھ حصہ کسی زمانہ میں تراش دیا گیا تھا ، اس بنا پر سارے مخطوطہ کا یا اس کے ایک حصہ کا ابتدائی سائز ذرا بڑا ہوگا۔ تحریر کردہ کالم تقریباً ۸ انچ لمبا اور تقریباً ۵½ انچ چوڑا ہے۔ تراشے جانے کا ثبوت یہ حقیقت ہے کہ اس نسخہ کے حاشیہ

ثم هلك ابو سالم سنه ستين وستين واستبد الوزير عمر بن عبد الله على من كفله من ابنا بهم فجعل العلامه لابن رضوان سائر ايامه وقتله عبد العزيز ابن السلطان ابي الحسن واستبد بملكه فلم يزل ابن رضوان على العلامة وهلك عبد العزيز وولي ابنه السعيد في كفالة الوزير ابي بكر بن غازي بن الكاس وابن رضوان على حاله ثم غلب السلطان احمد على الملك وانتزعه من السعيد وابي بكر ابن غازي وقام بتدبير دولته محمد بن عثمان بن الكاس مستبدا عليه والعلامه لابن رضوان كما كانت الى ان هلك بأزمور في بعض حركات السلطان احمد الى مراكش لحصار عبد الرحمن ابن بوتفلوسن بن السلطان ابي علي سنه

وكان في جملة السلطان ابي الحسن جماعة كبيرة من فضلاء المغرب واعيانه هلك كثير منهم في الطاعون الجارف بتونس وغرق جماعة منهم في اسطوله لما غرق وتخطت النكبة اخرين الى ان استوفوا ما قدر من اجالهم فممن حضر معه بافريقيه من العلماء شيخنا ابو العباس احمد بن محمد الزواوي شيخ القراءات بالمغرب اخذ العلم عن والعربية عن مشيخة فاس وروى عن الرحالة ابي عبد الله محمد بن رشيد وكان اماما في القراءات وصاحب ملكة فيها لا تجارى وله مع ذلك صوت من مزامير آل داود وكان يصلي بالسلطان التراويح ويقرأ عليه بعض الاحيان حزبه ومن حضر معه بافريقية الفقيه ابو عبد الله محمد بن محمد بن الصباغ من اهل مكناسة مبرزا في المنقول والمعقول وعارفا بالحديث ورجاله واماما في معرفة كتاب الموطا واقرائه اخذ العلوم عن مشيخة فاس ومكناسه ولقي شيخنا ابا عبد الله الآبلي ولازمه واخذ عنه العلوم العقلية فاستغرق بقية طلبه عليه فبرز اخرا واختاره السلطان لمجلسه فاستدعاه ولم يزل معه الى ان هلك غريقا في ذلك الاسطول ومنهم شيخ التعاليم ابو عبد الله محمد ابن النجار من اهل تلمسان اخذ العلم ببلده عن مشيختها وعن شيخنا الآبلي وبرز عليه ثم ارتحل الى المغرب فلقي بسبته امام التعاليم ابا عبد الله محمد بن هلال شارح المجسطي في الهيئة واخذ بمراكش عن الامام ابي العباس

[illegible]

"تعریف"، مخطوطہ الف، ورق ب۔ اس میں ابن خلدون کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حواشی دکھائی دیتے ہیں

میں لکھے ہوئے کچھ الفاظ حاشیے کی طرف سے کٹ گئے ہیں۔

یہ مخطوطہ ۸۳ اوراق یعنی ۱۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ میں سطروں کی تعداد کم و بیش ہے، بڑے حصے میں ۲۰ سطریں ہیں اور دوسرے حصہ کے ایک ورق میں ۲۹ سطریں ہیں۔

خط اعلیٰ درجہ کا ہے اور عام طور پر صاف ہے۔ اس کے مختلف حصوں میں حروف کی بناوٹ قدرے مختلف ہے۔ بہت سے اوراق میں اور بالخصوص اس حصہ میں (اوراق ۷۸ ب تا ۸۳ الف) جس سے ہم یہاں بحث کر رہے ہیں، نقطے تقریباً ناپید ہیں، اگرچہ جہاں متن سے صحیح الفاظ کا اظہار نہیں ہوتا، وہاں ایک دو نقطے لگادینے سے عبارت صحیح ہوجاتی ہے اور بعض اوقات اعراب لگادئے گئے ہیں۔

مخطوطہ الف کے مختلف حاشیوں میں جو عبارتیں درج ہیں ان میں کچھ تو حسب معمول کاتب کی تصحیحات ہیں، لیکن دوسری مختلف ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ سب سے لمبی تحریر ورق ۱۱ ب پر سیدھی طرف کے نچلے حاشیہ سے شروع ہوئی ہے اور حصۂ زیریں کے حاشیہ تک چلی گئی ہے اور پھر ورق ۱۲ الف، سطر ۹ کے سیدھے ہاتھ کے حاشیہ تک جہاں کچھ اشعار شروع ہوجاتے ہیں جو اوراق کے نثری حصہ کے مقابلہ میں کم متوازی جگہ گھیرتے ہیں اور اس لئے وہ زیادہ چوڑا اور زیادہ آرام دہ حاشیہ چھوڑتے ہیں۔ یہ عبارت بجائے خود ایک مکمل مضمون ہے۔ اسے ان مختلف فضلاء اور امراء کے

طویل احوال میں درج کرنا ہوگا جو اس صدی کے وسط میں تونس جاتے وقت سلطان ابوالحسن علی مرینی کے ہم رکاب تھے اور جن سے ابن خلدون نے اپنے عالم جوانی میں وہاں ملاقات کی تھی۔

یہ امر بہت اغلب اور تقریباً یقینی ہے کہ یہ طویل ترین عبارت خود ابن خلدون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے (دیکھیے منسلکہ عکس)۔

نوٹ کے اس حصہ کے آخر میں جو مخطوطہ الف ، ورق ۱۱ ب کے نچلے حاشیہ میں درج ہے ، چند مڑے تڑے الفاظ ہیں جو مخطوطہ ج ورق ، ۲۰ ب (دیکھو آگے کا بیان) میں نقل شدہ حصہ کے مطابق یوں پڑھے جاتے ہیں : "اور اس (عبارت) کی تکمیل مقابل کے صفحہ پر مصنف کے خط میں کی گئی ہے" ۔ خود مخطوطہ الف میں جیسی کہ اس کی موجودہ حالت ہے ، صرف الفاظ "مقابل میں حاشیہ" پڑھے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ جملہ "مصنف کے خط میں" کاتب نے بڑھادیا ہو۔

مزید برآں حروف تہجی کے بعض حروف کی مخصوص طرز تحریر اس سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے جو عبر کی چوتھی جلد کے برطانوی میوزیم کے نسخہ میں داخل کردہ صفحہ پر درج ہے جسے ولیم رائیٹ [۴۱] ابن خلدون کی تحریر قرار دیتا ہے۔ برطانوی میوزیم کا یہ نسخہ ، مخطوطہ الف سے بہت ہی مشابہ ہے ، صفحہ کے سائز کے معاملہ میں (۱۱ × $\frac{۳}{۸}$ ۷ انچ بمقابلہ مخطوطہ الف

"۵بر" ۴ برٹش میوزیم کے مخطوطے کا ورق جس میں
ابن خلدون کی تحریر کا نمونہ ملتا ہے
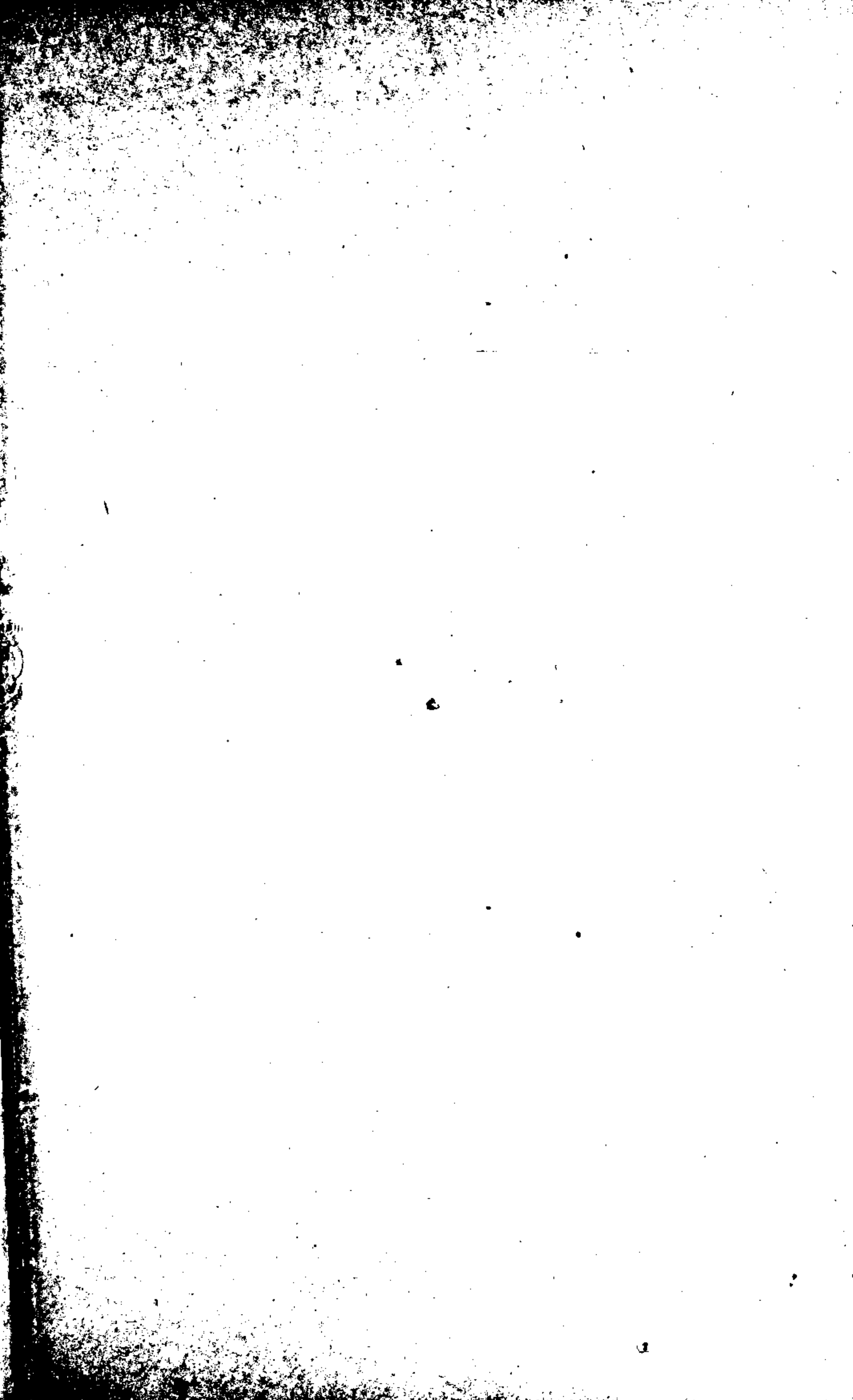
کے سائز کے جو ۱۰ × ۷ انچ ھے) اور صفحہ پر سطروں کی تعداد کے اعتبار سے بھی اور نقطوں اور اعراب کے لحاظ سے بھی۔ اور کہا جاتا ھے کہ اسے مصر میں مصنف کے لئے تحریر کیا گیا تھا جیسا کہ بظاھر مخطوطہ الف بھی وھیں اس کے لئے معرض تحریر میں لایا گیا تھا۔

مخطوطہ الف کے حاشیہ کی بعض عبارتیں اگرچہ ابن خلدون کے ھاتھ کی لکھی ھوئی نہیں ھیں، تاھم اغلب خیال یہ ھے کہ وہ اس کی ھدایت پر لکھی گئی تھیں۔ مثالاً دیکھیے ''تعریف،، مخطوطہ الف، ورق ۸۷ ب، سطور ۷ و ۸ [۳۲]۔

اس مخطوطہ میں ایک اھم نقص جس کی اب تک تشریح نہیں کی گئی ھے، یہ ھے کہ موجودہ اوراق ۲۷ ب اور ۳۷ الف کے درمیان چند اوراق غائب ھیں۔ ابن خلدون نے بیان کیا تھا کہ وہ مدرسۂ بیبرسیہ سے اپنی علیحدگی کا حال بتائے گا، لیکن یہ بیان دفعۃً منقطع ھوجاتا ھے۔ وہ مخطوطہ الف میں ورق ۲۷ ب کے آخری لفظ ''وجعلوا،، (اور انھوں نے تفویض کیا) پر ختم ھوجاتا ھے اور نچلے حاشیہ میں آخری لفظ ''له التولیة،، (اس کے لئے حکومت) ھے، ترک[۱] سے ظاھر ھوتا ھے کہ اگلا ورق انھی الفاظ سے شروع ھونا چاھئے، لیکن دوسرا ورق (۳۷ الف) اس ترک سے شروع نہیں ھوتا، بلکہ ان کی بجائے وہ پندرہ مصرعوں کی نظم کے پہلے مصرع سے شروع ھوتا ھے،

---

(۱) Catchword یعنی صفحہ کا آخری لفظ جو دوسرے صفحہ کی ابتداء میں دھرایا جاتا ھے۔ اسے ترک یا سلک کہتے ھیں۔

بغیر کسی تمہیدی بیان کے جس سے ظاہر ہو کہ ان کی تصنیف کا کیا موقع تھا ۔ ان اشعار میں ابن خلدون درشت الفاظ میں شکایت کرتا ہے کہ اسے اس کی روزی سے محروم کردیا گیا ہے، یعنی اس بڑی امداد سے جو خانقاہ کے اوقاف سے اسے ملتی تھی۔ اشعار کے آخر میں وہ۔ بیان کرتا ہے کہ بعد میں آنے والے کچھ اشعار الجوبانی کی مراجعت شام سے متعلق ہیں۔ ان میں وہ الجوبانی کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہے اور جمادی میں "یا اس کے کچھ دنوں بعد" (منطاش کے مقابلہ میں) اس کی فتحیابی کی پیشین گوئی کرتا ہے ۔ فی الحقیقت اجوبانی کو بہت جلد دغابازی سے قتل کردیا گیا تھا ۔

یہ بدیہی امر ہے کہ ورق ۲۷ ب اور ورق ۳۷ الف والی نظم کے درمیان کے وہ چند اوراق غائب ہیں جن میں الناصری کی بغاوت تک کے واقعات اور بیبرسیہ سے ابن خلدون کی علیحدگی کا حال درج تھا ۔

مخطوطہ الف میں چند دوسری خصوصی باتیں بھی قابل لحاظ ہیں ۔ ورق ۲۱ ب کا آخری نصف حصہ خالی ہے، اور ورق ۲۰ ب کے نچلے حصہ میں پوری تین سطریں قلم زد کردی گئی ہیں۔ اسی طرح ورق ۴۸ ب کا نچلا نصف حصہ خالی چھوڑ دیا گیا ہے اور ورق ۴۹ الف پر پوری ۱۰ سطریں کاٹ دی گئی ہیں۔ یہ اصلاحیں اور ترمیمیں غالباً ابن خلدون کی اپنی زندگی ہی میں کردی گئی تھیں اور ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مخطوطہ الف کسی ابتدائی مسودہ کی ترمیم شدہ صورت ہے ۔

ثم ملك بلاد الروم وخرّب سيواس ورجع إلى الشام جمع السلطان عساكره وفتح
ديوان العطاء ونادى في الجند بالرحيل إلى الشام وكنت أنا يومئذ معزولا عن
الوظيفة فاستدعاني دواداره يشبك وأرادني على السفر معه في ركاب السلطان
فتجافيت عن ذلك ثم أظهر العزم علي بلين القول وجزيل الإنعام فأصحبت وسافرت معهم
منتصف شهر المولد الكريم من سنة ثلاث ووصلنا إلى غزة فأرحنا بها أياما نترقب
الأخبار ثم رحلنا إلى الشام مسابقين الططر إلى أن نزلنا شقحب وأسرينا فصبحنا دمشق
والأمير تمر في عساكره قد رحل من بعلبك قاصدا دمشق فضرب السلطان خيامه وأبنيته
بساحة قبة يلبغا ونزل الأمير تمر من مصاحبة البلد فأقام بمرقب على قبة يلبغا قريبا قبالته
ورافقه أكثر من شهر تجاول العسكران في هذه الأيام مرات ثلاثا أو أربعا فكانت حربهم
سجالا ثم نمى الخبر إلى السلطان وأكابر أمرائه أن بعض الأمراء المنغمسين في الفتنة يحاولون
الهرب إلى مصر للثورة بها فأجمع رأيهم للرجوع إلى مصر خشية من انتقاض الناس وراءهم
واختلال الدولة بذلك فأسروا ليلة الجمعة من شهر وركبوا جبل الصالحية ثم انعطفوا
في شعابه وساروا على شافة البحر إلى غزة وركب الناس ليلا يعتقدون أن السلطان سار على الطريق
الأعظم إلى مصر فساروا عصبا وجماعات على شقحب إلى أن وصلوا إلى مصر وأصبح أهل دمشق
متحيرين قد عمي عليهم الأنباء وجاءني القضاة والفقهاء واجتمعت بمدرسة العادلية واتفق
رأيهم على طلب الأمان من الأمير تمر على بيوتهم وحرمهم وشاوروا في ذلك نائب القلعة
فأبى عليهم ذلك ونكره فلم يوافقوه وخرج القاضي برهان الدين ابن مفلح الحنبلي ومعه شيخ الفقراء
بزاويته [illegible] فأجابهم إلى الأمير وردهم بالسعي في الوجوه والقضاة فخرجوا إليه متدلين من السور
بما معهم من التقدمة فأحسن لقاءهم وكتب لهم الرقاع بالأمان وردهم على أحسن الآمال واتفقوا
معه على فتح المدينة من الغد وتصرف الناس في المعاملات ودخول أمير ينزل بمحل الإمارة منها
ويملك أمرهم بعز ولايته وأخبرني القاضي برهان الدين أنه سأله عني وهل سافرت مع عساكر
مصر أو أقمت بالمدينة فأخبره بمقامي بالمدرسة حيث كنت وبتنا تلك الليلة على أهبة الخروج
إليه فحدث بين بعض الناس تشاجر في المسجد الجامع وأنكر البعض ما وقع من الاستنامة إلى القول
ونمي الخبر من جوف الليل إلي فخشيت البادرة على نفسي وبكرت سحرا إلى جماعة القضاة عند
الباب وطلبت الخروج أو التدلي من السور لما حدث عندي من توهمات ذلك الخبر فأبوا علي
أولا ثم أصخوا لي ودلوني من السور فوجدت بطانته عند الباب ونائبه الذي عينه للولاية
على دمشق واسمه شاه ملك من بني جقطاي أهل عصابته فحييتهم وحيوني وقدمت
وقدم لي شاه ملك مركوبا وبعث معي من بطانة السلطان من يوصلني إليه فلما
وقفت بالباب خرج الإذن بإجلاسي في خيمة هنالك تجاور خيمة جلوسه ثم زيد في

"تعریف" مخطوطہ الف، ورق ۹ ے الف۔ ابن خلدون کی
تیمور سے ملاقات کی روداد کا ایک حصہ
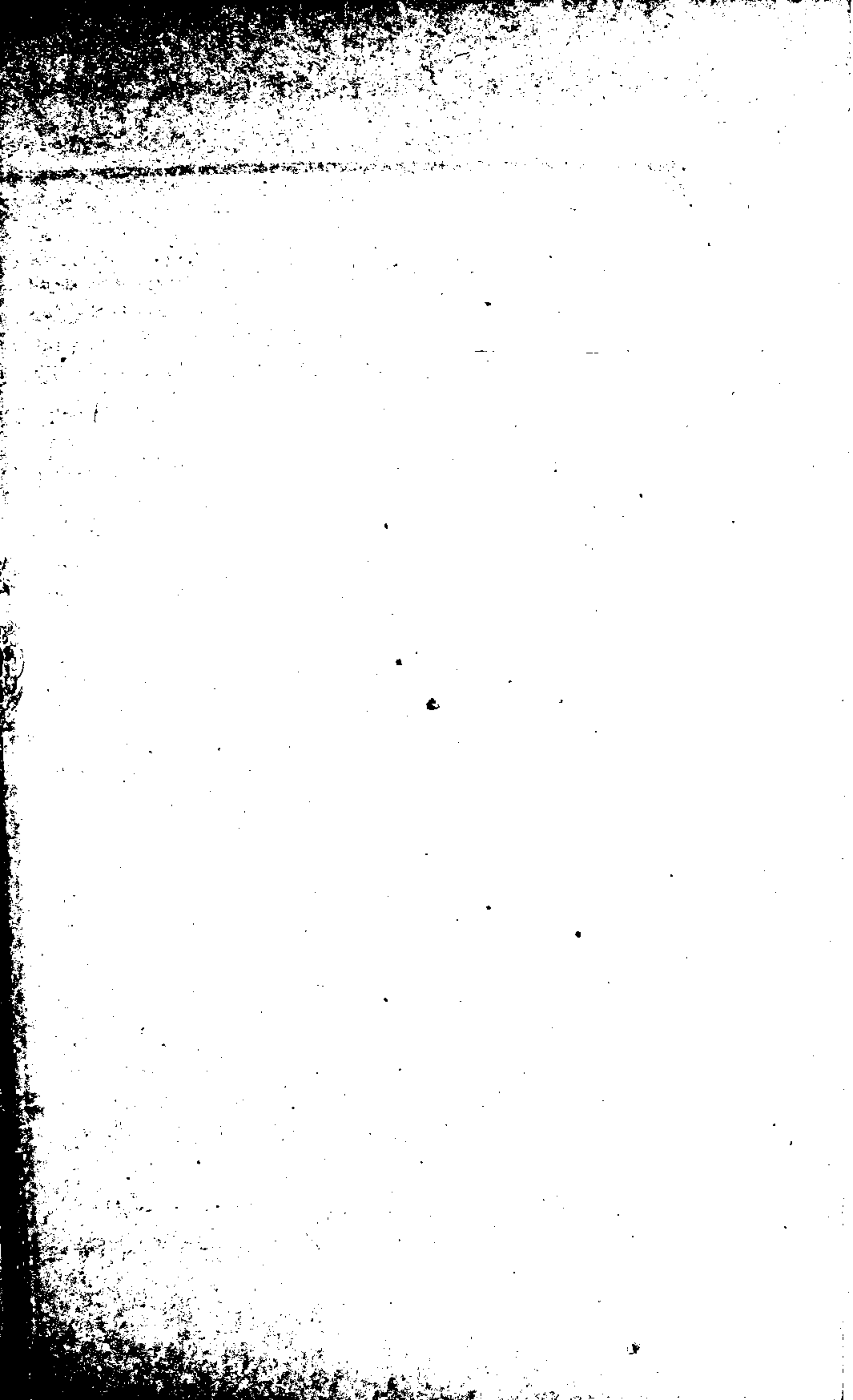
اس جگہ اور دوسرے مقامات پر قلمزدہ الفاظ کے اوپر کہیں کہیں حروف درج ہیں جنہیں "ضـرَبَ" (ضَرِبَ) پڑھا جاسکتا ہے جو "کاٹ دینے" یا "نکال دینے" کے لئے بطور اصطلاح استعمال کئے جاتے ہیں[۴۳]۔ مخطوطہ الف کے آخر میں ورق ۸۳ الف، سطر ۱۰ پر مغربی انداز تحریر میں ایک نوٹ درج ہے (جس میں حروف "ف" اور "ق" پر مخصوص طریقہ سے نقطے لگائے گئے ہیں) جس میں ابن خلدون کی تاریخ وفات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے[۴۴]۔

مخطوطہ ج کی کیفیت

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قاہرہ کی لائبریری کا مخطوطہ جسے ہم مخطوطہ ج کہیں گے، ایا صوفیہ لائبریری کے مخطوطہ الف کی براہ راست نقل ہے، یا کم سے کم کسی ایسے مخطوطہ کی جسے خود اس سے نقل کیا گیا تھا۔

مخطوطہ ج کا کاتب ایک منظوم ترقیمہ میں خود بیان کرتا ہے (ورق ۱۴۹، سطر ۲۶) کہ اس کی نقل کا اس اصل سے مقابلہ کرلیا گیا ہے (قبِلَ) "جس میں مصنف کے ہاتھ کی تحریر تھی"[۴۵]۔ اگر اس کے الفاظ کا وہی مطلب لیا جائے جو الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے کسی اور مخطوطہ سے اپنی نقل تیار کی تھی جس میں مصنف کی کوئی تحریر درج تھی۔ اس کا لازماً یہ مطلب نہیں ہے کہ سارا نسخہ مصنف ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ بلا شبہ مخطوطہ الف کے حاشیوں کی بعض تحریروں پر اس کا اطلاق

ہوتا ہے بشرطیکہ جیسا کہ ہم نے فرض کیا ہے وہ ابن خلدون کے ہاتھ کی تحریریں ہوں ۔

مخطوطہ الف پر مخطوطہ ج کے انحصار کی قطعی شہادت اس وقت ملتی ہے جب ہم خصوصیت سے مخطوطہ الف کے بہت سے حواشی کا مقابلہ کرتے ہیں جیسا کہ انہیں مخطوطہ ج میں درج کیا گیا یا نقل کیا گیا ہے اور مؤخرالذکر میں ناقص عبارتیں دیکھتے ہیں جو مخطوطہ الف میں ان عبارتوں کی تحریری خصوصیات کا براہ راست نتیجہ ہیں۔ مثالاً مخطوطہ ج میں چند خالی جگہیں چھٹی ہوئی ہیں جن سے مخطوطہ الف کے حواشی کے الفاظ ظاہر ہوتے ہیں جو کٹ گئے تھے جب کہ مخطوطہ الف کے متعلقہ اوراق تراشے گئے تھے اور اس لئے پڑھے نہیں جاتے ۔ اور مخطوطہ ج میں ایسے الفاظ ہیں جو صحیح طور پر پڑھے نہیں جاتے ، جو سیاق عبارت میں جوڑ نہیں کھاتے یا بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں یا جو حروف کے ایسے مجموعے ہیں جن سے عربی الفاظ مطلق نہیں بنتے [۳۶]۔

مخطوطہ ب کی کیفیت

مخطوطہ ب جس کا کوئی سرورق نہیں ہے، بظاہر مخطوطہ الف سے (یا اس کے اصل نسخہ سے) اس کی ابتدائی منازل میں نقل کیا گیا تھا ، یعنی اس سے قبل کہ مخطوطہ الف کی بالکلیہ اس شکل میں اصلاح ہوئی ہو جس میں وہ اب موجود ہے۔

جہاں مخطوطہ ب میں وہ چند حاشیہ کی اصلاحات ہیں جو مخطوطہ الف میں (یعنی ابتدائی حصہ میں) ملتی ہیں ،

وهاں اس میں بہت سے حواشی مفقود ہیں اور متن کی بعض طویل عبارتیں بھی جیسا کہ وہ مخطوطہ الف میں پائی جاتی ہیں ، اور اس میں کتابت کی بہت سی غلطیاں ملتی ہیں جن میں کچھ بدیہی طور پر مخطوطہ الف کے غلط طریقہ پر پڑھنے سے پیدا ہوئی ہیں۔

بہر حال چونکہ مخطوطہ ب ، مخطوطہ ج کی طرح ، مخطوطہ الف پر مبنی ہے یا اس سے نقل کیا گیا ہے ، اس لئے اس کی قدر و قیمت ایک جداگانہ کتاب کی حیثیت سے بہت حد تک گھٹ جاتی ہے ، لہذا مخطوطہ الف ہی ان سب میں نہایت مستند دستاویز کی حیثیت سے سامنے آجاتا ہے[۳۷]۔

۵ ۔ ” خود نوشت سوانح عمری ،، کا عنوان

” خود نوشت سوانح عمری “ (= د) کا بولاق ایڈیشن ، نیز مقدمہ (= ہ) کے قاہرہ والے ایڈیشن کے وہ ابواب جو مشتمل ہیں اس حصہ پر جسے ہم ” خود نوشت سوانح عمری “ کہتے ہیں ، کوئی کتابی عنوان نہیں رکھتے بلکہ محض ایک فصل کا عنوان رکھتے ہیں ، یعنی ” التعریف بابن خلدون “ [(اس کتاب کے مصنف) ابن خلدون کے بارے میں اطلاع] ۔ یہی وہ فصلی عنوان ہے جسے ابن خلدون نے اپنی کتاب عبر کے متن میں دوسرے مقامات پر بھی استعمال کیا ہے جہاں جہاں اس نے کسی کے سوانح حیات دئے ہیں ، مثلاً ”التعریف به چنگیز خان“ (عبر ، جلد ٥ ، صفحہ ٥٢٥ ، سطر ١١) اور ” التعریف به یوسف بن کریون “ (عبر ، جلد ٢ ، صفحہ ١١٦)[۳۸] ۔

مخطوطہ الف کے سرورق (ورق ۱ الف) میں جو بدیہی طور پر اصلی نہیں ہے، اوپر کے حاشیہ کے قریب چھوٹے حروف میں ایک عنوان ہے، یعنی "رحلۃ ابن خلدون۔" ایا صوفیہ لائبریری کی فہرست میں (نمبر ۳۲۰۰، صفحہ ۱۹۲) اسے اسی عنوان کے تحت میں درج کیا گیا ہے۔ لیکن فی الحقیقت مخطوطہ الف کے ورق ۱ ب پر جو عنوان ہے، وہ "التعریف بابن خلدون مولف الکتاب" ہے جس میں اوپر کے حاشیہ کے قریب یہ الفاظ بڑھادیئے گئے ہیں: "و رحلتہ غرباً و شرقاً" (اور مغرب کو اور مشرق کو اس کا سفر)۔

سرورق پر اس جگہ جہاں کتاب کا عنوان اور مصنف کا نام ہونا چاہئے، یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں: "ھو حسبی، من کتب العبدوسی" (وہ یعنی اللہ میرے لئے کافی ہے۔ العبدوسی کی کتابوں میں سے ایک، یعنی جو العبدوسی کی ملکیت ہیں)۔[۹]
مگر اوپر کے حاشیہ کے قریب چھوٹے حروف میں یہ تحریر ہے: "رحلۃ ابن خلدون بخطہ رحمہ اللہ تعالیٰ" (ابن خلدون کا سفر اس کی اپنی تحریر میں۔۔۔)۔

سرورق کے بالائی حصہ پر مختلف مالکان کتاب کے نام بھی نوبت بہ نوبت تحریر کئے گئے ہیں جن کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے: "من کتب" یا "ثمّ بنو بہ العبد" وغیرہ (یعنی اس کی کتابوں میں سے یا جو اس اللہ کے بندے کی ملکیت ہیں یا پھر اس کی تحویل میں ہیں)۔

مخطوطہ ب میں کوئی سرورق نہیں ہے اور ورق نمبر۱ پر وہی عنوان ہے جو مخطوطہ الف پر درج ہے یعنی "التعریف

بابن خلدون'' ۔ مگر کتبخانۂ اسعد آفندی کی فہرست میں عنوان یوں درج ہے : ''رحلۂ ابن خلدون'' اور اسی نامکمل عنوان کے ماتحت حاجی خلیفہ ⁵⁰ نے ، وسٹینفیلڈ ⁵¹ نے اور بروکلمن ⁵² نے بھی اس کا ذکر کیا ہے ۔ '' خود نوشت سوانح عمری'' کا یہ مخطوطہ ۹۳ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۲۰ سطور ہیں ، لیکن اس پر نہ تو کوئی تاریخ درج ہے اور نہ کاتب کا نام ہی دیا گیا ہے۔

مخطوطہ ج میں سرورق موجود ہے ، لیکن جہاں کتاب کا نام ہوتا وہاں بغیر عبارت کے ایک پٹی ہے ، جس کے اوپر نقش و نگار ہیں ۔ یہ پٹی مع نقش و نگار کے آس پٹی کا مثنیٰ ہے جو عنوان سمیت مخطوطے کے پہلے صفحہ پر درج ہے ۔ سرورق کے بالائی حصہ میں کسی دوسرے شخص کی تحریر میں یہ الفاظ ہیں : '' رحلۂ ابن خلدون'' جنہیں قلمزد کردیا گیا ہے اور اس کے نیچے ایک دوسرے شخص کی تحریر میں یہ الفاظ ملتے ہیں: '' تعریف (بغیر ب کے) ابن خلدون با خط (کذا) تعلیق ، سطر ۳۱'' [یعنی ابن خلدون کی کتاب تعریف (نام نہاد) فارسی خط میں ۔ (ہر صفحہ پر) ۳۱ سطریں ہیں ۔]

اوپر کے حصہ میں بائیں طرف کے حاشیہ میں عربی میں یہ عبارت درج ہے : '' اللہ میرے لئے کافی ہے ۔ یہ اللہ کے بندے فقیر (؟) کے لئے لکھی گئی تھی ۔ اللہ اس کی اور اس کے بزرگوں کی مغفرت کرے۔'' مگر ''خود نوشت سوانح عمری'' کا یہ قلمی نسخہ قاہرہ کی فہرست میں ذیل کے عنوان کے ساتھ

درج ہے (دیکھو نوٹ ۳۹) : ۔ "التعریف بابن خلدون و رحلتہ شرقاً و غرباً" اگرچہ مخطوطہ میں الفاظ کی زیادہ صحیح ترتیب درج ہے : "غرباً و شرقاً" ۔ یہ بڑے سائز کے ۱۴۹ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ میں ۳۱ سطریں ہیں ۔

۶ ۔ "خود نوشت سوانح عمری" ایک جداگانہ تصنیف کی حیثیت سے

"خود نوشت سوانح عمری" کے مخطوطات کے عنوان کے باہمی اختلافات ممکن ہے اس امر کا نتیجہ ہوں کہ مکمل "خود نوشت سوانح عمری" (الف ، ب ، ج) کے مخطوطات نامکمل متنوں (د اور ہ) کے برعکس جن سے ہم اب تک واقف تھے ، مستقل اور جدا گانہ تصانیف کی حیثیت سے پائے جاتے ہیں ۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ابن خلدون کی تصانیف میں کہیں بھی اس امر کا اظہار نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے حالات زندگی کے بارے میں ایک جدا گانہ تصنیف تحریر کرنے کا ارادہ رکھتا تھے ۔ جو ابواب اب تک "خود نوشت سوانح عمری" پر مشتمل تھے ، وہ محض اس کی عظیم تصنیف عبر کے محض جزو یا ضمیمہ کی حیثیت سے لکھے گئے تھے جیسا کہ وہ عبر کی ساتویں جلد میں درج ہیں ۔ نیز جہاں "خود نوشت سوانح عمری" جلد ۳ کے شروع میں دی گئی ہے جیسا کہ پیرس کے ایک مخطوطہ [۵۳] میں ہے یا جیسا کہ لائیڈن کے ایک مخطوطہ [۵۴] میں ہے جہاں وہ جلد ۵ کے آخر میں درج ہے ، یا جیسا کہ تونس کے ایک مخطوطہ [۵۵] میں ہے ، جہاں وہ "مقدمہ" کے شروع میں ہے ،

اگرچہ کاتب نے اسے مختلف مقامات پر رکھا ہے ، تاہم وہ ابھی تک اس کی کتاب ''عبر،، کے ساتھ **ایک اہم جزو کی حیثیت سے نہ کہ جداگانہ تصنیف کے طور پر** منسلک رہی ہے ۔

اس بات کی مزید تصدیق مورخ المقری[۹] (متوفی سنہ ۱۶۳۲ ء) سے ہوتی ہے جو بیان کرتا ہے کہ اس نے فاس میں ایک مخطوطہ دیکھا تھا جس پر ابن خلدون کے دستخط ثبت تھے ۔ یہ مخطوطہ آٹھ ضخیم جلدوں میں تھا جس کے آخر میں ابن خلدون نے خود اپنی زندگی کے اس وقت تک کے حالات تفصیل سے بیان کئے تھے (عرّف بنفسہٖ) جب کہ وہ بالآخر قاہرہ میں قیام پذیر ہوگیا اور وہاں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوگیا ۔ یہ بیان ہو بہو اس '' خود نوشت سوانح عمری '' سے مطابقت رکھتا ہے جس کا علم اب تک ہوچکا تھا اور جیسا کہ وہ عبر کے ایڈیشن کی جلد ۷ میں چھپ چکی ہے ۔

اپنی ''خود نوشت سوانح عمری '' میں بھی ابن خلدون بعض اوقات اس کی جانب اپنی بڑی تصنیف کے ایک جزو کی حیثیت سے اشارہ کرتا ہے ۔ مثلاً ایک مقام پر (مخطوطہ الف ، ورق ۱ ب ، سطر ۷) وہ اپنے دور دراز آبا و اجداد کی تعداد دیتا ہے جن کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ '' یہ تقریباً بیس نسلیں ہونگی ، ہر سو سال کے لئے تین جیسا کہ کتاب کی پہلی جلد کے آغاز میں کہا گیا ہے ۔'' ''پہلی'' جلد سے اس کی مراد عبر کی پہلی جلد ہے ، یعنی وہ جلد جو عام طور پر مقدمہ یا Prolegomena کے نام سے موسوم ہے

جس میں آبا و اجداد کے بارے میں یہ عمومی بیان پایا جاتا ہے ° ۔

مخطوطہ الف ، ورق ۶۲ ب ، سطر ۲ والی عبارت بھی فیصلہ کن ہے جس میں چند خطوط کا اندراج کرنے کے بعد جو اسے موصول ہوئے تھے ، وہ لکھتا ہے (مخطوطہ الف ، ورق ۶۲ ب ، سطر ۲۰) کہ اگرچہ وہ "مصنف کے بارے میں اس تعریف کے" مقصد سے بظاہر غیر متعلق معلوم ہوتے ہیں ، تاہم خطوط کے اندراجات " ان بعض واقعات کی تصدیق کریں گے جو اس کتاب میں اپنی جگہ پر مذکور ہیں ۔" اس تصریح سے عربی قاعدے کے مطابق صرف وہ تصنیف (الکتاب) مراد ہے جس میں وہ درج ہے اور اس سے "یہی تصنیف" مراد ہے بعینہٖ جس طرح "مصنف" سے "موجودہ تصنیف (عبر) کا مصنف" مراد ہے ۔

یہ امر واقعہ کہ مطبوعہ متن کا ایڈیٹر "خود نوشت سوانح عمری" کے جداگانہ اور مستقل ہونے کا مطلق کوئی ذکر نہیں کرتا ، بلا شبہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ "عبر" کے مخطوطوں میں جنہیں وہ استعمال کررہا تھا ، "خود نوشت سوانح عمری" ایک بڑی کتاب کا ضروری جزو تھا یا اس کا تسلسل تھا ۔

ان امور کی روشنی میں ہم فرض کرسکتے ہیں کہ ابن خلدون ابتدا میں یہ ارادہ رکھتا تھا کہ اس کی "خود نوشت سوانح عمری" اس کی "عبر" کی آخری جلد کا حصہ بنے ، لیکن یہ اغلب ہے کہ جب اس نے سنہ ۷۹۲ھ (سنہ ۱۳۹۰ء) کے بعد مصر میں اپنے قیام کے دوران میں

نئے نئے ابواب کا اضافہ کیا تو کتاب کی طوالت کے باعث اسے یہ امر خلاف مصلحت معلوم ہوا کہ اسے اپنی آخری جلد کا جزو بنائے ، اور اس لئے اس نے پہلے حصہ کی کتابت کرائی تاکہ زائد مواد کی مدد سے وہ اسے ایک جداگانہ جلد کی حیثیت دے سکے ۔

جداگانہ جلد تحریر کرنے کی وجہ سے ابن خلدون کے لئے ضروری ہوگیا کہ وہ اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کے ابتدائی حصہ کے آخری چند فقروں میں تبدیلی کردے جیسا کہ وہ د (عبر ، جلد ۷ ، صفحہ ۴۶۲ ، سطر ۲۲) میں چھپ چکے ہیں جہاں اس امر کا ذکر کرنے کے بعد کہ "اس نے اپنے آپ کو موجودہ وقت یعنی سنہ ۷۹۷ھ (سنہ ۱۳۹۵ء) کے آغاز تک" مطالعہ میں مصروف رکھا ، وہ اپنے بیان کو اس جملہ پر ختم کر دیتا ہے کہ "یہ اختتام ہے جس پر میں پہنچا ہوں ، اس مقصد کو حاصل کرنے کے بعد جو اس تصنیف سے (۱۰۸) میرے پیش نظر تھا ۔" اس کے بعد مختصراً خدا کی حمد درج ہے ۔

مکمل اور جداگانہ "خود نوشت سوانح عمری" میں جب کہ ابن خلدون نے نئے مواد کا اضافہ کیا ، کتاب کی تکمیل کی جانب اس حوالہ کا اطلاق نہ ہوسکتا تھا ، لہذا ایک معنی خیز طریقہ سے اسے حذف کردیا گیا (مخطوطہ الف ، ورق ۶۲ ب ، سطر ۲۳)۔ "اس کتاب کے مصنف" کے جملہ میں لفظ "اس" کو بھی لازماً خارج کردینا پڑا جب کہ متن کتاب کا جزو نہ رہا اور اس کی "عبر" کے آخری حصہ سے بھی اسے نکال دیا گیا ۔

یہ امر بھی انتہائی معنی خیز ہے کہ "خود نوشت سوانح عمری" کے قلمی نسخوں میں سے کسی ایک میں بھی کوئی تمہید یا تعارفی عبارت نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر عرب مصنف جداگانہ تصانیف میں دیا کرتے تھے، اور جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ان سب میں ابتدائی امتیازی عنوان بھی غائب ہے۔

۷ ۔ مکمل "خود نوشت سوانح عمری" کے اندراجات

جیسا کہ اوپر بحث کی جاچکی ہے نئے مخطوطات کے عنوان اور بعض الفاظ کی بدلی ہوئی شکلوں کی باھمی بے ربطیوں اور اختلافات کے باوجود ان نئے مخطوطوں کی سب سے بڑی اھمیت بلا شبہ یہ ہے کہ ابن خلدون کی زندگی کی داستان نسبۃً مکمل ہو جاتی ہے۔

فہرست مضامین کی منسلکہ جدول سے مندرجات کی تقسیم اور مخطوطات الف، ب اور ج میں فصلوں کے عنوانات کی علی الترتیب پوزیشن ظاھر ہو جاتی ہے جہاں تک ان کا ایک دوسرے سے تعلق ہے اور جہاں تک "خود نوشت سوانح عمری" کے نامکمل متن سے ان کا تعلق ہے جیسا کہ اسے د (عبر کا بولاق ایڈیشن، جلد ۷) میں چھاپا گیا ہے اور ("مقدمہ" کے قاھرہ والے ایڈیشن مطبوعہ سنہ ۱۹۰۴ء کے حاشیوں میں) ہ میں دوبارہ چند درستیوں کے ساتھ چھاپا گیا ہے۔

۸ ۔ موجودہ مقالہ کی حدود

مذکورہ بالا جدول سے تفصیلی طور پر ظاھر ہوجاتا

۱۶- فریضہ حج کی ادائگی کے لئے سفر	۵۸ ب - س ۳	۶۴ ب - س ۲۴	۱۰۰ - س ۱۸	۴۵۵ - س ۱۸	۲۵۵ - س ۵
۱۷- مدرس کی حیثیت سے تقرر اور خانقاهوں میں تقرر	۶۳ الف - س ۴	۶۹ الف - س ۲۳	۱۰۷ - س ۷		
۱۸- بیبرسیہ خانقاہ میں تقرر اور وہاں سے برخاستگی	۷۰ الف - س ۲۴	۷۸ الف - س ۲۵	۱۲۲ - س ۶		
۱۹- الناصری کی بغاوت	۷۰ ب - س ۹	۷۸ ب - س ۱۵	۱۲۲ - س ۱۲		
۲۰- مغرب کے حاکموں اور الملک الظاہر (برقوق) کے مابین تحفے تحائف کے تبادلہ کے سلسلہ میں کار کردگی	۷۳ الف - س ۱۶	۸۲ الف - س ۱	۱۲۸ - س ۳۱		
۲۱- قاہرہ میں عہدۂ قضاء پر دوسری بار تقرر	۷۵ الف - س ۲۴	۸۴ ب - س ۲۱	حاشیہ پر ۱۳۳ - س ۳		
۲۲ سلطان (فرج) کا سفر شام اپنے ملک سے تاتاریوں کو نکال باھر کرنے کے لئے	۷۶ الف - س ۱۹	۸۶ الف - س ۱۲	۱۳۵ - س ۴		
۲۳- منگولوں اور تاتاریوں کے سلطان امیر تیمور سے ملاقات	۷۸ ب - س ۲۸	۸۹ ب - س ۱۵	۱۴۰ - س ۱۴		
۲۴- امیر تیمور کے پاس سے قاہرہ کو واپسی	۸۱ ب - س ۲	۹۲ ب - س ۱۳	۱۴۵ - س ۲۵		
۲۵- قاہرہ میں عہدۂ قضاء پر تیسری، چوتھی اور پانچویں بار تقرر	۸۲ ب - س ۲۶	۹۴ الف - س ۲۶	۱۴۹ - س ۶		

مخطوطات الف ، ب اور ج کا مقابلہ مطبوعہ عنوانوں کے ساتھ

ابواب کے عنوانات	مخطوطہ الف	مخطوطہ ب	مخطوطہ ج	د	ہ
	ورق ا ب	ورق ا ب	ورق ا	عبر جلد ۷ ص ۳۷۹ - س ۲۲	صفحہ ۲، س ۱
۱ - تعریف ابن خلدون					
۲ - اندلس میں آبا و اجداد کا تذکرہ	۲ الف - س ۷	۲ الف - س ۲۰	۲ - س ۲	۳۸۰ - س ۲	۵ - س ۳
۳ - افریقہ میں آبا و اجداد کا تذکرہ	۳ الف - س ۸	۳ ب - س ۷	۳ - س ۷	۳۸۲ - س ۵	۱۰ - س ۲
۴ - تعلیم اور اساتذہ	۳ ب - س ۸	۵ الف - س ۲۵	۶ - س ۲۶	۳۸۴ - س ۱۵	۱۷ - س ۱۰
۵ - تونس میں معلم کی حیثیت سے تقرر اور مغرب کی جانب سفر - سلطان ابو عنان کے سیکریٹری کی حیثیت سے تقرر	۱۴ الف - س ۱۹	۱۵ ب - س ۱۵	۲۴ - س ۸	۳۹۸ - س ۲۳	۶۲ - س ۲۲
۶ - سلطان ابو عنان کی ناراضگی	۱۷ ب - س ۸	۱۶ الف - س ۱۲	۲۹ - س ۲۱	۴۰۳ - س ۱۷	۷۷ - س ۱۳
۷ - سلطان ابو سالم کی جانب سے دفتر وزارت کے سیکریٹری کی حیثیت سے تقرر	۱۸ الف - س ۹	۱۹ ب - س ۱۳	۳۰ - س ۱۶	۴۰۴ - س ۱۱	۷۹ - س ۱۷
۸ - اندلس کا سفر	۲۲ الف - س ۱۳	۲۳ ب - س ۱۳	۳۶ - س ۲۵	۴۱۰ - س ۱۴	۹۱ - س [illegible]
۹ - اندلس سے بجایا کا سفر اور حاجب کی حیثیت سے تقرر	۲۵ ب - س ۲۴	۲۷ ب - س ۱۳	۴۲ - س ۳۱	۴۱۶ - س ۲۱	۱۱۸ - س ۴
۱۰ - سلطان تلمستان سلطان ابو حمو کی	[illegible]				

ہے کہ "خود نوشت سوانح عمری" کے نو ابواب جو مصر میں
ابن خلدون کے قیام کے آخری گیارہ سال کے واقعات پر حاوی
تھے، ابھی تک شائع نہیں ہوئے ہیں [۵۸]۔ اگرچہ ان غیر مطبوعہ
حصوں کا حوالہ مختلف کتابوں میں آچکا ہے [۵۹]، تاہم
ابھی تک اس بارے میں کوئی کوشش نہیں کی گئی ہے کہ
اس کا یا مکمل "خود نوشت سوانح عمری" کے متن کے کسی
دوسرے حصے کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے۔ اس کام
کی ذمہ داری سنبھالتے وقت راقم الحروف ابن خلدون کی
"خود نوشت سوانح عمری" کے صرف آخری تین ابواب کا
انگریزی ترجمہ مع حواشی کے پیش کرتا ہے۔ ان ابواب کے مواد
کو اولیت دیئے جانے کے زبردست وجوہ موجود ہیں۔ یہ
حصہ وہ ہے جو ابن خلدون کے تیمور سے تعلقات پر اور اس
دور کے مغول اور ممالیک کی باہمی آویزش کی تاریخ کے
ایک نہایت فیصلہ کن پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہی وہ
پہلو ہے جو ابن عرب شاہ، حاجی خلیفہ اور دوسرے مورخین
کے متضاد بیانات کی وجہ سے تاریکی میں تھا اور اپنے الجھاؤ
کے سبب سے اب تک واضح نہیں ہوسکا تھا [۶۰]۔

بعینہ وہ کونسا خصوصی کردار تھا جو ابن خلدون
نے سنہ ۱۴۰۱ء میں دمشق میں اس آویزش میں ادا کیا
تھا؟ اس کی سرگرمیاں کن امور پر مشتمل تھیں؟
کیا اس نے اصالتاً تیمور سے دمشق کی حوالگی کی شرائط
کے بارے میں نامہ و پیام کیا تھا؟ کیا وہ اس وفد
کا سربراہ تھا جو تیمور کی خدمت میں گیا تھا؟ تیمور سے
اس کی جو گفتگو ہوئی اس کی کیفیت کیا تھی؟ وہ کب

تک تیمور کے پاس قیام پذیر رہا ؟ وہ کس طرح دمشق چھوڑ کر قاھرہ واپس آگیا ؟ اب ان سوالات کا جواب ابن خلدون کی "خود نوشت سوانح عمری" کے اس موجودہ حصہ کی مدد سے دیا جاسکتا ھے اور اس لحاظ سے اس کی اھمیت خود بخود ظاھر ھے۔

ان ابواب کے لکھنے کے بعد ابن خلدون جو "کتاب العبر"، کا مصنف ھے اور مغرب کا سب سے بڑا مورخ ھے، مشرق کا بھی سب سے بڑا مورخ بن جاتا ھے، اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ وہ تیمور کا پہلا عرب سیرت نگار بھی قرار پاجاتا ھے [٦]۔

ابن خلدون اپنی عبر کی پانچویں جلد میں تاتاریوں کا، چنگیزخان کا اور اس کے بیٹوں کا احوال دے چکا ھے اور سنہ ۱۳۹۵ء (سنہ ۷۹۷ھ) تک تیمور کی ابتدائی سہموں اور ترکتازیوں کا حال بھی بیان کرچکا ھے [٦٢]۔ اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کے ان آخری ابواب میں وہ سنہ ۱۴۰۱ء (سنہ ۸۰۳ھ) تک تیمور کی سیرت اور سرگرمیوں کو جاری رکھتا ھے اور یہ بیان وہ ھے جس کی قدر و قیمت اس لئے اور بھی بڑھ جاتی ھے کہ وہ فاتح کے ساتھ براہ راست رابطہ پر اور اس کی شخصیت سے گہری ذاتی واقفیت پر مبنی ھے [٦٣]۔

جو انگریزی ترجمہ اب اس مقالہ کے ساتھ پیش کیا جارھا ھے وہ مخطوطہ الف (اوراق ۷۸ ب تا ۸۳ الف) کے ان آخری تین ابواب کے عربی متن پر مبنی ھے، اس لئے کہ جو تین مخطوطے اب دستیاب ھوئے ھیں، ان سب میں وھی قدیم ترین اور نہایت قابل اعتماد ھے۔ مگر مخطوطات ج اور ب کے متنوں کے ساتھ بھی اس متن کا مقابلہ کرلیا گیا ھے۔

متن کی صحیح عبارت متعین کرتے وقت بعض اوقات زبردست مشکلات پیش آئیں ، نہ صرف اس وجہ سے کہ سرے سے اعراب ھی غائب ھیں بلکہ اس لئے بھی کہ ابن خلدون کا طرز تحریر عجیب و غریب ھے۔ یہ بات عرصہ دراز سے محسوس کی جاچکی ھے کہ چونکہ ابن خلدون اپنے وسیع علم کو فقروں اور جملوں میں اختصار کے ساتھ کھپا دینے کی کوشش کرتا ھے اس لئے وہ صرف و نحو کی صحیح ترکیبوں کے قواعد کی ھمیشہ پیروی نہیں کرتا اور بہت سی ایسی عبارتیں قلمبند کر جاتا ھے جو مبہم اور غیر واضح ھیں ،[٦٣] اور جو بات مقدمه اور عبر میں اس کے طرز تحریر کے متعلق کہی گئی ھے وھی اس کی " خود نوشت سوانح عمری " پر بھی صادق آتی ھے۔ اس کا طرز تحریر جیسا کہ دسلان[٦٥] کہتا ھے ، درحقیقت خیال کی صرف اولین تعبیر ھے اور ایک ایسے دماغ کی کوشش ھے جو عجلت کے ساتھ اور کم سے کم الفاظ میں خیالات کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ھے ، جو بے تحاشا جمع ھوجاتے ھیں اور اظہار کے لئے بیتاب رھتے ھیں۔ اس نے لوگوں کے سامنے اپنی تصنیف پیش کرنے سے پہلے اپنے طرز انشاء کو درست کرنے کے لئے کوئی وقت نہیں دیا ، اور اس لئے اس نے ھمارے لئے ایک ایسی تصنیف چھوڑی ھے جو اھم اور فاضلا نہ ھونے کے باوجود ھمیشہ اچھے طریقہ پر نہیں لکھی گئی۔

ترجمہ کے ساتھ جو نوٹ دئے گئے ھیں وہ شرح کی نوعیت رکھتے ھیں۔ اس میں یہ کوشش کی گئی ھے کہ

بیان کردہ واقعات کو ان کے مناسب ماحول میں دکھایا جائے ،
تاریخی پس منظر کی وضاحت بر حسب زمان و مکاں کی جائے ،
مقامات اور اشخاص کے ناموں کی نیز خصوصی اصطلاحات کی
تشریح کی جائے جو استعمال کی گئی ھیں، اور سب سے بڑھ کر
یہ کہ ابن خلدون [٦٦] کی شخصیت کی توضیح کرنے کی کوشش
کی جائے ، جس کا عکس ھمیں اس کی مکمل " خود نوشت سوانح
عمری "، اور بالخصوص ان ابواب میں جو یہاں پیش کئے
گئے ھیں ، قطعی طور پر اور افضل طریقہ سے نظر آتا ہے۔
" رننگ کمنٹری "، یعنی مسلسل اور مربوط شرح کا یہ
طریقۂ کار جس میں ھمعصر عربی ، فارسی اور یورپی ماخذوں کے
جملہ قابل حصول متعلقہ حوالہ جات سے استفادہ کیا گیا ھے ،
بظاہر انتہائی موزوں اور مناسب ھے جس کے ذریعے ابن خلدون کے
مختصر اور بسا اوقات مبہم اشاروں ، کنایوں ، فقروں اور جملوں
کے پوشیدہ معانی کو واضح کیا جاسکتا ھے۔

اس تمام کام میں یہ امر ملحوظ خاطر رھنا چاھئے کہ
اپنی " خود نوشت سوانح عمری " سے ابن خلدون کا ابتدا میں
یہ مقصد نہ تھا کہ وہ اپنے زمانہ کی تاریخ لکھے ، اسے تو
زیادہ تر اپنے سوانح سے اور ذاتی واقعات سے بحث تھی اور اسی
سے اسے دلچسپی بھی تھی ، یعنی یہ کہ جو مہتم بالشان واقعات
وہ بیان کرتا ھے ان میں خود اس کا اپنا کردار کیا تھا اور
ان میں اس نے کتنا حصہ لیا تھا ۔

تعارف پر نوٹ

۱ تیمور یورپ میں ٹیمرلین کے نام سے مشہور ہوا جو فارسی کے دو الفاظ تیمور اور لنگ کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ اس مقالہ میں اس لفظ کی عام عربی شکل تیمور ہی استعمال کی گئی ہے ۔

۲ - دیکھو بروکلمن ' Geschichte der Arabischen Literatur (جسے اس کے بعد سے GAL کہا گیا ہے) ، جلد ۲ ، صفحات ۲۸ و ۲۹ - ضمیمہ جلد ۲، صفحہ ۲۵ - ای ، جی ، براؤن ، Persian Literature under Tartar Dominion، کیمبرج ، ۱۹۲۰ ، جلد ۳ ، صفحات ۳۵۵ و ۳۵٦ - ایف - بابنگر Die Geschichts-schreiber der Osmanen ، لیپزگ ، ۱۹۲۷ ، صفحات ۲۰ تا ۲۳ - انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، جلد ۲ ، صفحات ۳٦۲ و ۳٦۳ -

۳ - اس متن کا دوسرا ایڈیشن آکسفورڈ میں سنہ ۱۷۰۳ء - سنہ ۱۷۰۴ء میں چھپا تھا - ابن عرب شاہ کی تصنیف کا ایک فرانسیسی ترجمہ پیئر ویٹیر (Pierre Vattier) نے جلد ۱ L' Histoire du Grand Tamerlan کے نام سے اور جلد ۲ Portrait du Grand Tamerlan کے نام سے سنہ ۱٦۵۸ء میں پیرس سے شائع کیا تھا - نظرثانی کے بعد ایک عربی ایڈیشن مع لاطینی ترجمہ کے سیموئیل ہنری کس مینگر نے Leeuwarden

سے جلد ۱، سنہ ۱۷٦۷ء میں، جلد ۲ ، سنہ ۱۷۷۲ء میں شائع کیا ۔ بعد کے ایڈیشن کلکتہ سے سنہ ۱۸۴۱ء میں اور قاہرہ سے سنہ ۱۸٦۸ء میں نکلے ۔ جے۔ ایچ ۔ سینڈرز کا ایک انگریزی ترجمہ ''ٹیمرلین یا تیمور امیر اعظم،، کے نام سے سنہ۱۹۳٦ء میں لندن سے شائع ہوا ۔

آنے والی شرح میں ابن عرب شاہ کے جو حوالے ملتے ہیں وہ مینگر والے ایڈیشن سے متعلق ہیں، اگر کوئی اور ایڈیشن مذکور نہ ہو ۔

۴ ۔ تونس میں یکم رمضان سنہ ۷۳۲ھ (= ۲۷ مئی سنہ ۱۳۳۲ء) کو پیدا ہوا اور قاہرہ میں ۲۰ رمضان سنہ ۸۰۸ھ (= ۱۷ مارچ سنہ ۱۴۰٦ء) کو وفات پائی ۔

۵ ۔ مینگر ایڈیشن، جلد ۲ ، صفحات ٦۲ تا ۷۰ ، ۷۸٦ تا ۷۹٦ ۔ کلکتہ ایڈیشن ، صفحات ۲۱۱ تا ۲۱۴ و ۳۳۹ تا ۳۴۴ ۔ نیز اپنی ایک اور تصنیف میں جس کا عنوان ہے ''کتاب فاکہۃ الخلفاء'' (Fructus Imperatorum) ایڈیشن ، G. Freytag ، بون، سنہ ۱۸۳۲ ، جلد ۱ ، صفحہ ۱۰۱ ، سطر ۱۳ اور جلد ۲ صفحہ ۹۴)، ابن عرب شاہ ابن خلدون اور تیمور کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔

٦ ۔ ابن عرب شاہ کی اصل تصنیف کے مختلف حصوں کا ترجمہ دوبارہ فرانسیسی میں دسلان نے ژورنال آزیاتیک (سنہ ۱۸۴۴ء) میں کیا ، صفحات ۳۴٦ تا ۳۵۲ ، نیز Prolegomena ''مقدمہ'' کی پہلی جلد کے صفحات lxxxviii-xcii ، اور اس طرح

وہ ایسا ماخذ بن گیا جس سے بہت سے یورپی مصنفوں نے اپنی معلومات حاصل کیں۔

۷ ۔ ابن خلدون کی تصنیف کی تدریجی دریافت اور گوشہ گمنامی سے اس کی برآمدگی بالخصوص یورپ کے عربی دانوں کے ہاتھوں جن میں Silvestre de Sacy (سنہ ۱۸۰۶ء)، Hammer-Purgstall (سنہ ۱۸۱۶ء)، F. E. Schulz (سنہ ۱۸۲۵ء)، Thornberg (سنہ ۱۸۴۰ء)، Dozy (سنہ ۱۸۴۶ء)، de Slane. (سنہ ۱۸۵۷ء) اور دوسرے علما شریک ہیں، ایک ایسی دل آویز کہانی ہے جسے یہاں دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔(دیکھو ببلیو گرافی — کتابیات)۔

۸ - Lexicon Bibliographicum et Encyclopaedicum ایڈیشن جی ۔ فلوگل ، ۷ جلدیں ، لیپزگ سنہ ۱۸۳۵ء تا سنہ ۱۸۵۸ء ، بالخصوص جلد ۲ ، نمبر ۲۰۸۵ ، صفحہ ۱۰۱ - مصنف کے بارے میں دیکھو بروکلمن ، GAL، جلد ۲ ، صفحات ۳۲۷ تا ۳۲۹ ' ضمیمہ جلد ۲، صفحات ۶۳۵ تا ۶۳۷ ۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد ۲ ، صفحہ ۲۰۴ ، بابنگر ، صفحات ۱۹۸ و ۱۹۹ -

۹ ۔ اس کہانی کو کہ تیمور نے ابن خلدون کو قیدی بنالیا تھا ، ابن خلدون کے بہت سے سوانح نگاروں نے بغیر تنقید کے بطور حقیقت تسلیم کرلیا تھا ۔ منجملہ دوسرے مصنفوں کے دیکھو جے۔ ڈی ۔ راسی، 'Dizionario Storico degli Autori Arabi پرما سنہ ۱۸۰۷ء' صفحہ ۵۶۔ دساسی' Chrestomathie Arabe

سنہ ۱۸۲۶ء جلد ۱، صفحہ ۳۹۳۔الفریڈ فان کریمر Ibn Khaldun
und seine Kulturgeschichte der islamischen Volker,
Sitzungsberichte d. Wiener Akad., 1879 , XC. صفحہ
۵۸۳ - نیز دیکھو علی پاشا مبارک ، الخطط الجدیدہ التوفیقیہ '
بولاق ، سنہ ۱۳۰٦ ھ، جلد ۱۳ ، صفحہ ٥ - اے سلر '
Der Islam in Morgen - und Abendland, برلن ،
سنہ ۱۸۸۷ء ، جلد ۲ ، صفحہ ٦۷۰ -

۱۰ - Bibliotheque Orientale ' پیرس ، سنہ ۱٦۹۷ء
جلد ۲ صفحہ ۴۱۸ ، عنوان ، خلدون - ابن خلدون کی رنگا رنگ
اور واقعات سے بھرپور زندگی کا یہ نہایت دلچسپ تتمہ ہوتا
اگر وہ وسط ایشیا میں سمرقند کے دار السلطنت میں اپنا آخری
زمانہ تیمور کی ملازمت میں گزارتا - پیڈرو الملقب بہ ظالم سے
مغل فاتح تیمور تک، شمالی افریقہ اور ہسپانیہ سے سمرقند
تک !

۱۱- Notizia intorno alla famosa opera istorica d'
Ibnu Khaldun, Firenze, سنہ ۱۸۳۴ء میں - نیز An
Account of the Great Hisorical Work of the African
Philosopher میں جس کا ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی ،
لندن نے سنہ ۱۸۳۵ ، جلد ۲ ، صفحات ۳۸۷ و ۳۸۸ میں
شائع کیا تھا -

۱۲- ظفر نامہ از مولانا شرف‌الدین علی یزدی، ایڈٹ کردہ
مولوی محمد الہ داد ، Bibliotheca Indica ' دو جلدیں ،
کلکتہ ، سنہ ۱۸۸۷ء تا سنہ ۱۸۸۸ء - فرانسیسی ترجمہ از

‘L’ Histoire du Timur Bec, Petis de la Croix چار جلدیں ،
پیرس ، سنہ ۱۷۲۲ء۔ ھمارے ذیل کے حواشی میں شرف الدین
سے جو اقتباسات لئے گئے ھیں وہ اس فرانسیسی ترجمہ کی جانب
اشارہ کرتے ھیں جس کا مقابلہ فارسی متن سے کرلیا گیا ھے ،
بشرطیکہ اور طرح پر مذکور نہ ھو۔ دیکھو ای ۔ جی ۔ براؤن ،
‘Persian Literature under Tartar Dominion ’ جلد ۳ ،
صفحات ۳۶۰ تا ۳۶۵ - وی ۔ بارتھولڈ Turkistan at the
‘Time of the Mongolian Invasion ’ لندن ، سنہ ۱۹۲۷ء ،
صفحات ۵۳ تا ۵۶ ۔ سی ۔ اے ۔ اسٹوری ‘Persian Literature’
‘A Bibliographical Survey ’ لندن ، سنہ ۱۹۳۶ء ، صفحات
۲۸۳ تا ۲۸۷ ۔

۱۳۔ظفرنامہ: ‘Histoire des conquetes de Tamerlan
ایڈیشن ایف ، ٹوئر ، پراگ ، سنہ ۱۹۳۷ء ، خصوصیت کے ساتھ
صفحات ۲۳۰ تا ۲۳۴ ۔ نیز دیکھو ایف ۔ ٹوئر ،
‘Vorbericht uber die Herausgabe des Zafar Nama
‘Archiv Orientalni پراگ ، سنہ ۱۹۳۲ء ، جلد ۴ ، صفحات
۲۰۰ تا ۲۰۶ اور جلد ۶ ، صفحات ۴۲۹ تا ۴۶۵ ۔

۱۴ ۔ دیکھو شرف الدین کے ظفر نامہ کا دیباچہ ، متن ،
جلد ۱ ، صفحات ۲۳ و ۲۴ ۔ ای ۔ بلاکٹ ،
‘Introduction a l’ Histoire des Mongols لندن ،
سنہ ۱۹۱۰ء ، صفحات ۸۱ تا ۸۳ ۔

۱۵ ۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھو کمنٹری ، نوٹ
نمبر ۵۸ ۔

۱۶ ۔ ایڈورڈ ۔ ایچ ۔ موران ولے، Bibl. de l' Ecole des Chartes پیرس، سنہ ۱۸۹۴ء، جلد ۵۵، صفحات ۳۳۴ تا ۳۶۴،
نیز دیکھو دساسی کا Memoire sur une correspondance in edite de Tamerlan avec Charles VI Memoires de l' Academie de Inscriptions پیرس، سنہ ۱۸۲۲ء، جلد ۶، صفحات ۴۷۰ تا ۵۲۲ ۔

۱۷ ۔ شائع کردہ ہیکلیوٹ سوسائٹی ' ترجمہ از چارلز مارکھم، لندن، سنہ ۱۸۵۹ء ۔ دوبارہ ترجمہ کردہ گائی لے سٹرینج، براڈوے ٹریولرز سیریز میں، لندن سنہ ۱۹۲۸ء ۔ موخرالذکر کا حوالہ کمنٹری میں دیا گیا ہے ۔ نئے ہسپانوی ایڈیشن کے لئے دیکھو 'Embajada a Tamorlan' ایڈٹ کردہ ایف، لوپس ایسٹریڈا، میڈرڈ، سنہ ۱۹۴۳ء ۔

۱۸ ۔ شائع کردہ ہیکلیوٹ سوسائٹی، سنہ ۱۸۷۹ء ۔

۱۹ ۔ مصنف ایک عیسائی تاجر تھا جو سینا (Siena) کا رہنے والا تھا ۔ اس نے مشرق ادنیٰ میں دور دور تک کا سفر کیا تھا اوز دمشق میں قیام پذیر ہوگیا تھا ' جہاں وہ سنہ ۱۳۹۴ء کے بعد کئی سال تک مقیم رہا ۔ اس نے سنہ ۱۴۰۰-۱۴۰۱ء کا موسم سرما یروشلم (بیت‌المقدس) میں بسر کیا تھا اور جب اس نے سنا کہ دمشق تیمور کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوگیا ہے تو وہ بھاگ کر مصر چلا گیا، لیکن تیمور کی روانگی کے بعد وہ پھر دمشق واپس آگیا ۔ اس کی کتاب Vita Tamerlani جو کانسٹینس میں سنہ ۱۴۱۶ء میں لکھی گئی تھی، Ruina

Damasci بھی کہلاتی ھے ، اسے Stephanus Baluzius نے Miscellenea, Lucca, کے نام سے سنہ ۱۷٦۴ء میں شائع کیا ، ایڈٹ کردہ جے ۔ ڈی ۔ منسی ، جلد ۴ ، صفحات ۱۳۴ تا ۱۴۱ ۔ ڈی منیانیلی برقوق کی تاریخ کا بھی مصنف تھا جسے وہ ذاتی طور پر جانتا تھا ۔ اس کا عنوان ھے Ascensus Barcoch ۔ ڈی منیانیلی کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھو پی ۔ گولو بووچ ، Bibliotheca Bio-Bibliographica ، فلارنس ، سنہ ۱۹۲۷ء ، جلد ۵ ، صفحات ۳۰۱ تا ۳۰۴ ۔ اور این ، جورگا کی کتاب Notes et Extraits Pour servir a l' histoire des Croisades au XVesiecle, ، پیرس' سنہ ۱۸۹۹ء ، جلد ۲ ، صفحات ۵۲۹ تا ۵۴۲ ۔ تیمور کی ایک اور قدیم سوانح عمری پیڈرو پیرونڈینو ڈی پریٹو کے قلم سے ھے اور جس کا نام ھے Magni Tamerlanis ... Vita, فلارنس ، سنہ ۱۵۵۳ء ، لیکن اس میں موجودہ مقالہ کے متعلق کوئی مواد نہیں ملتا ۔

۲۰ ۔ عثمانی اور بزنطینی ماخذوں کا تعلق زیادہ تر انقرہ میں تیمور کی لڑائی اور فتح سے ھے جو سنہ ۱۴۰۲ء میں ۲۸ جولائی کو وقوع پذیر ھوئی تھی اور وہ تیمور کے محاصرہ' دمشق (سنہ ۱۴۰۱ء) سے بحث نہیں کرتے ۔ مگر ان میں تاریخی پس منظر کے لئے قیمتی متعلقہ تفصیلات ملتی ھیں ۔ دیکھو جے ۔ رولوف ، Die Schlacht bei Angora ، سنہ ۱۴۰۲ء ، Historiche 'Zeitschrift سنہ ۱۹۴۰ء ، CXVI ، صفحات ۲۴۴ تا ۲۶۲ ۔ ی ۔ ای ۔ راس ، "تمر لنگ و بایزید" ،

Actes du XX Congres International des Orientalistes,
لائیڈن ، سنہ ۱۹۴۰ء - فرقہ کماندان عمرخالص Timur:
استنبول ، un Anadolu Seferi ve Ankara Savasi,
سنہ ۱۹۳۴ء -

۲۱ - التاریخ ، بیروت ایڈیشن ، جلد ۹ ، سنہ ۱۹۳۶ء
تا سنہ ۱۹۳۸ء -

۲۲ - صبح الاعشیٰ ، ۱۴ جلدیں ، قاہرہ ، سنہ ۱۹۱۳ء
تا سنہ ۱۹۱۹ء -

۲۳ - کتاب السلوک ، مخطوطۂ پیرس ، نمبر ۱۷۲۸ -

۲۴ - الذیل علیٰ تاریخ الاسلام ، مخطوطۂ پیرس ،
نمبر ۱۵۹۸ و ۱۵۹۹ - فہرست میں دسلان نے اس کا عنوان اسی
طرح دیا ہے ، لیکن دیکھو بروکلمن GAL ، جلد ۲ ، صفحہ ۵۱
ضمیمہ ۲ ، صفحہ ۵۰ -

۲۵ - انباء الغمر - مخطوطۂ پیرس ، نمبر ۱۶۰۳ و ۱۶۰۴ -

۲۶ - عقد الجمان ، مخطوطۂ پیرس ، نمبر ۱۵۴۴ -

۲۷ - المنہل الصافی ، مخطوطۂ پیرس نمبر ۲۰۶۹ تا
۲۰۷۱ ، اور النجوم الزاهره ، ایڈٹ کردہ ڈبلیو - پاپر ، برکلے ،
جلد ۵ ، سنہ ۱۹۳۲ء تا سنہ ۱۹۳۶ء - جلد ٦ ، سنہ ۱۹۱۵ء
تا سنہ ۱۹۲۳ء -

۲۸ - الضوء اللامع ، ۱۲ جلدیں ، قاہرہ ، سنہ ۱۳۵۳ھ

۲۹ - حسن المحاضرہ ، ۲ جلدیں ، قاہرہ ، سنہ ۱۳۲۱ھ

۳۰ - بدائع الظہور۔ تین جلدیں ، بولاق ،سنہ ۱۳۱۱ ھ تا سنہ ۱۳۱۲ ھ۔

۳۱ - بعد کو جو ماخذ استعمال کئے گئے ، یہ ھیں : المقری (وفات سنہ ۱۶۳۲ء) ، نفح الطیب ، بولاق ، سنہ ۱۳۱۱ ھ تا سنہ ۱۳۱۲ ھ۔ ابن العماد (وفات سنہ ۱۶۷۹ء) ، شذرات الذھب ، ۸ جلدیں ، قاھرہ ، سنہ ۱۳۵۰ تا سنہ ۱۳۵۱ ھ۔ ان جملہ مصنفین اور ان کی تصانیف کے بارے میں تفصیلات کے لئے دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، لائیڈن ، ۱۹۰۸ اور مابعد کے صفحات ، سی ، بروکلمن ، Geschichte der arabischen Literatur ، ۲ جلدیں ، ویمر - برلن ، سنہ ۱۸۹۸ء اور بعد کی جلدیں اور ضمیمے ، ۳ جلدیں ، لائیڈن سنہ ۱۹۳۷ء تا سنہ ۱۹۴۲ء۔ دسلان کی Catalogue des manuscrits arabes dans la Bibliotheque Nationale ، پیرس ، سنہ ۱۸۸۳ء تا سنہ ۱۸۹۵ء۔

۳۲ - اس طویل اور پیچیدہ عنوان کا قابل اطمینان ترجمہ اب تک پیش نہیں کیا گیا ۔ ابتدائی ترجموں کے لئے دیکھو جی۔ فلوگل ، Lexicon Bibliogr., et Encycl., Leipzig ، سنہ ۱۸۵۸ء، جلد ۴، صفحہ ۱۸۳ ، جو اس کا ترجمہ "یوں کرتا ھے:

"Exampla proposita et sylloge originum nationum et eventorum succedentium de diebus Arabum, Persarum et Berberorum."

دساسی، Biographie Universelle ، پیرس، سنہ ۱۸۱۸ء جلد ۲۱ ، صفحہ ۱۵۴ کا ترجمہ یہ ھے : "Le livre des exemples instructifs et le recueil des evenements

anciens et de ceux dont le souvenir s'est conserve concernant l' histoire des Arabes, des Persans, des Berbers et des nations contemporaines les plus puissantes."

این ، شمٹ ، "ابن خلدون" ، نیویارک ، سنہ ۱۹۳۰ء ، صفحات ۱۰ و ۱۱ میں یوں ترجمہ کرتا ہے: "سبق آموز امثال کی کتاب اور موضوع (انسان کی معاشی زندگی کی ترقی) کے بارے میں ایک مجموعہ اور عربوں ، ایرانیوں اور بربروں اور ان کے ہمعصر عظیم حکمرانوں کے زمانہ میں (اس ترقی کے خصوصی واقعات کی) خصوصیت۔"

آر ۔ کوبرٹ ، اورینٹیلیا ، رومہ ، سنہ ۱۹۳۶ء ، جلد ۱۵ صفحہ ۱۵ پر یہ ترجمہ دیتا ہے: "Buch der philosophischen Eroerterungen und Archiv der Ausgangszustaende sowie des geschichtlichen Geschehens. Die grossen Taten der Araber,Nicht-Araber,und Berber und ihrer jeweils zeitgenoessischen groesseren Dynastien."

نیز دیکھو جی۔ گیبری ایلی ، Revista degli Studi Orientali ۱۹۲۳ جلد ۱۰ ، صفحہ ۱۷۲ ، اور ایم ۔ پلیسنر ، Orientalistische Literaturzeitung ، ۱۹۳۳ ، جلد ۳۶ ، صفحہ ۱۰۹ ۔

۳۳ ۔ اسے شیخ نصر الھورینی نے مرتب کیا ہے ، بولاق ، سنہ ۱۲۶۷ ھ ۔ کتاب العبر کا دوسرا تصحیح شدہ ایڈیشن

قاھرہ میں سنہ ۱۹۳۶ء میں شائع ھونا شروع ھوگیا تھا ۔ اب تک صرف "عبر" کی جلد ۲ ، صفحات ۱ تا ۳۳۸ ، اور جلد ۲ کا ضمیمہ ، صفحات ۱ تا ۱۹۰ شائع ھوئے ھیں ۔ یہ علال الفاسی ، عبدالعزیز ابن ادریس اور امیر شکیب ارسلان کے حواشی اور مفصل اشاریوں کے ساتھ شائع ھوئے ھیں ۔

۳۴ ۔ یہ ھے وہ حصہ جس نے اسلام کے ایک عظیم ترین مورخ کی حیثیت سے ، جدید عمرانیات کے پیش رو کی حیثیت سے اور تہذیب و تمدن کے پہلے مورخ ("Kulturhistoriker") کی حیثیت سے ابن خلدون کی شہرت کو دوام بخشا تھا ۔ اے ۔ جے ۔ ٹوئنبی نے اپنی کتاب " تاریخ کا مطالعہ " '(A Study of History)' لندن ، سنہ ۱۹۳۴ء ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۲۲ میں اس کی نسبت کہا ھے کہ "وہ اپنی نوعیت کی عظیم ترین تصنیف ھے جو اب تک کسی زمانہ میں یا ملک میں انسانی دماغ نے تخلیق کی ھو" ، اور جی ۔ سارٹن اپنی کتاب Introduction to the History of Science مطبوعہ بالٹی مور ، سنہ ۱۹۴۸ء ، جلد ۳ ، صفحہ ۱۷۷۵ میں مقدمہ (Prolegomena) کی قدر و قیمت کا اندازہ ان الفاظ میں لگاتا ھے :۔ "وہ ازمنۂ وسطیٰ کی فکر کی شریف ترین اور موثر ترین یادگاروں میں سے ایک ھے ۔ " آر ۔ نکلسن 'A Literary History of the Arabs' لندن ، سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۴۳۸ پر اس کی اھمیت کے متعلق رقمطراز ھے : "کسی مسلمان نے ایسا نقطۂ خیال پیش نہیں کیا تھا جو بیک وقت ایسا جامع اور ایسا فلسفیانہ بھی ھو ۔ کسی شخص نے آج تک

واقعات کی نہایت گہری پوشیدہ قوتوں کو معلوم کرنے ، زیر سطح اخلاق اور جسمانی قوتوں کو آشکارا کرنے ، یا قومی ترقی اور تنزل کے ناقابل تبدیل قوانین کا تجزیہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ... وہ اپنے دور کے لوگوں سے بہت اونچا تھا اور اس کے هم وطن اس کی پیروی کرنے کی بجائے اس کی تعریف میں رطب اللسان رهتے تھے ۔ اس کی ذهنی اور معنوی اولاد میں یورپ کے زمانۂ وسطیٰ کے اور جدید زمانہ کے مورخین هیں — میکیاویلی اور ویکو اور گبن ۔ ،، نیز دیکھو Ch. Issawi کی کتاب An Arab Philosophy of History : Selections from the Prolegomena of Ibn Khaldun of Tunis ' ۱۳۳۲ تا ۱۴۰۶ ، لندن سنہ ۱۹۵۰ء اور راقم الحروف کا ریویو ،، امریکن هسٹاریکل ریویو ،، ، نیویارک ، کے شمارہ برائے جولائی سنہ ۱۹۵۱ء میں ، صفحات ۸۶۲ تا ۸۶۳ ۔

مقدمہ کو ای ۔ کاترمیر (E. Quatremere) نے Les Prolegomenes d'Ebn Khaldoun (texte arabe) کے عنوان سے Notices et Extraits جلد ۱۶ ، ۱۷ و ۱۸ ، پیرس ، سنہ ۱۸۵۸ء میں ایڈٹ کیا تھا ۔ بعد کو بیروت ، قاهرہ اور بولاق میں مقدمہ کے بہت سے دوسرے ایڈیشن شائع کئے گئے ۔ دسلان نے Notices et Extraits جلد ۱۹ ، ۲۰ اور ۲۱ ، پیرس (سنہ ۱۸۶۳ء تا سنہ ۱۸۶۸ء) میں Les Prolegomenes d'Ibn Khaldoun کے عنوان سے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا ۔ اس کے ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن

جس کی کاپی بذریعہ فوٹو لی گئی تھی، پیرس میں سنہ ۱۹۳۴ء تا سنہ ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا۔

"مقدمہ،، کا ایک ترکی ترجمہ (جلد ۱ تا ۵) سنہ ۱۷۲۰ء میں پیری زادہ آفندی نے "عنوان السیار" کے نام سے شروع کیا تھا۔ اسے استنبول میں احمد جودت پاشا نے سنہ ۱۷۲۰ء تا سنہ ۱۷۲۷ء میں تین جلدوں میں شائع کیا اور اس کی (جلد ۶) کی تکمیل صرف سنہ ۱۸۶۰ء میں ہوسکی۔ دیکھو بابنگر (پہلے مذکور ہوچکا ہے) صفحات ۲۸۲ و ۳۷۹ -

"مقدمہ" کا اردو ترجمہ جسے احمد حسین اله آبادی اور مولوی عبدالرحمن نے کیا تھا، لاہور سے سنہ ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا -

ابن خلدون کی تصانیف کے بارے میں اور خود اس کے متعلق ایک جزوی ببلیوگرافی (کتابیات) ایچ - پیرے (H. Peres) کی جانب سے Bulletin des Etudes Arabes میں الجزائر سے سنہ ۱۹۴۳ء میں (صفحات ۵۵ تا ۶۰) اور (آر - برنش وگ R. Brunschwig کے ضمیموں کے ساتھ) شائع کی گئی تھی، صفحات ۱۴۵ و ۱۴۶ -

۳۵ - "عبر،، کا یہ حصہ (جلد ۶ و ۷) بولاق ایڈیشن سے پہلے عربی میں شائع ہوچکا تھا - دیکھو دسلان، Histoire des Berberes et des Dynasties musulmanes de l' Afrique Septentrionale (texte arabe) دو جلدیں، الجزائر، سنہ ۱۸۴۷ء تا سنہ ۱۸۵۱ء - فرانسیسی ترجمہ،

۴ جلدیں ، الجزائر، سنہ ۱۸۵۲ءتا سنہ ۱۸۵۶ء اور دوسرا ایڈیشن، تین جلدیں ، پیرس ، سنہ ۱۹۲۵ء تا سنہ ۱۹۳۴ء -

۳۶ - "خود نوشت سوانح عمری" کا جو متن بولاق ایڈیشن میں شائع کیا گیا ہے، اس کے بارے میں یہ بات پورے طور پر واضح نہیں ہوئی ہے کہ وہ کن مخطوطوں پر مبنی تھا -

"خود نوشت سوانح عمری" کا ایک مختصر اور ملخص ترجمہ دسلان نے ژورنال آزیاتیک میں سنہ ۱۸۴۴ء میں صفحات ۵ تا ۶۰، ۱۸۷ تا ۲۱۰، ۲۹۱ تا ۳۰۸، ۳۲۵ تا ۳۵۳ شائع کیا تھا اور Prolegomena میں جلد ۱ ، صفحات vi-Ixxxiii تصحیحات کے ساتھ دوبارہ شائع کیا تھا - وہ لائیڈن ، پیرس اور بظاہر الجزائر کے قلمی نسخوں پر مبنی تھا -

ابن خلدوں کی "خود نوشت سوانح عمری،، کے جملہ موجود مخطوطوں کے مکمل کتابیاتی جائزہ کی اب بھی ضرورت ہے - "عبر" کی بایو- ببلیوگرافی کے لئے دیکھو جی - گیبریئیلی ، Saggio di bibliografia e concordanza della storica 'd'Ibn Haldun شائع کردہ 'Rivista degli Studi Orientali رومہ سنہ ۱۹۲۴ء، جلد ۱۰ ، صفحات ۱۶۹ تا ۲۱۱ - این شمٹ، جرنل آف دی امریکن اورینٹل سوسائیٹی (جسے اس کے بعد سے JAOS کہا گیا ہے)، سنہ ۱۹۲۶ء صفحات 'XLVI ۱۷۷ اور امر کی کتاب ابن خلدون ، نیویارک ، سنہ ۱۹۳۰ء ، صفحات ۷۴ تا ۵۳ - نیز دیکھو ایم - پلیسنر، اسلامیکا ، لیپزگ ، سنہ ۱۹۳۱ء

جلد ۴ ، صفحات ۵۳۸ تا ۵۴۲ اور ایف روزنتال ، 'Die Arabische Autobiographie, in Studia Arabica
جلد ۱ ، رومہ ، سنہ ۱۹۳۷ء ، صفحات ۳۳ و ۳۴ -

۳۷ - ایا صوفیہ لائبریری ، استنبول ، کی فہرست کتب ، سنہ ۱۳۰۴ھ (سنہ ۱۸۸۶ء - سنہ ۱۸۸۷ء) نمبر ۳۲۰۰ ، صفحہ ۱۹۲ -

۳۸ - اسعد آفندی لائبریری، استنبول ، کی فہرست کتب ، سنہ ۱۲۶۲ھ (سنہ ۱۸۴۶ء) ، نمبر ۲۲۶۸ ، صفحہ ۱۳۲ -

۳۹ - خدیوی لائبریری ، قاھرہ ، کی عربی کتب کی فہرست سنہ ۱۳۰۸ھ (سنہ ۱۸۹۱ء) جلد ۵ ، صفحہ ۳۶ - قاھرہ کے مخطوطہ کی فوٹواسٹیٹ کاپی ابتدائے سنہ ۱۹۴۸ء میں مسٹر ڈیوڈ اے۔ سیسون کی وساطت سے حاصل کرلی گئی تھی -

۴۰ - اگر مشرق ادنیٰ اور شمالی افریقہ کے کتب خانوں کو منظم اور مکمل طریقہ سے کھنگالا جائے تو بلا شبہ اس تصنیف کے مزید مخطوطات برآمد ہوں گے -

۴۱ - The Palaeographical Society - مخطوطوں اور کتبوں (اورینٹل سیریز) کی صحیح نقل ، لندن ، سنہ ۱۸۷۵ء تا سنہ ۱۸۸۳ء - پلیٹ نمبر LXXXIV کا بیان -

۴۲ - دیکھو کمنٹری ' نوٹ نمبر ۱۰۱ ' ۲۲۴ -

۴۳ - دیکھو ای - فاؤن Additions aux dictionnaires arabes ' الجزائر، سنہ ۱۹۲۳ء، صفحات ۹۹ و ۱۰۰ - نیز دیکھو عنوان

ایف ۔ روزنثال، The Technique and Approach of Muslim Scholarship, 'Analecta Orientalia. روبہ ، سنہ ۱۹۴۷ء، XXIV ، صفحہ ۱۶ ۔

۴۴ ۔ دیکھو کمنٹری ، نوٹ ، نمبر ۲۴۰ ۔

۴۵ ۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ''اس اعلیٰ درجہ کی کتاب کی سرگرمی اور صحت کی خواہش کے ساتھ تصحیح کی گئی ہے۔ مشتبہ مقامات پر نگرانی رکھی گئی ہے تاکہ اس کی کتابت میں غلطیاں نہ ہونے پائیں۔ اصلی متن کے ساتھ جس میں مصنف کے ہاتھ کی تحریر بھی ہے، اس کا مقابلہ کرلیا گیا ہے اس امید میں کہ اللہ اُسے جزائے خیر دے گا — یہ ابن خلدونؒ کی تصنیف ہے جسے فن انشاء میں درجۂ کمال حاصل ہوچکا ہے — خدا سے دعا ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن بہشت میں اعلیٰ علین میں جگہ دے! جس کسی شخص کے قبضہ میں یہ کتاب ہو، خدا اسے بھی بہترین اجر عطا فرمائے۔ اللہ اس پر اپنی برکات نازل فرمائے!''

۴۶ ۔ دیکھو مخطوطہ ج میں دوسرے مقامات کے علاوہ اوراق ۸، سطر ۱۱ - ۸ ، سطر ۱۷ - ۴۵، سطر ۱۲ - ۵۶ ، سطر ۱۰ - ۵۸، سطر۱۴ - ۶۱ ، سطر ۱۲ - ۶۷، سطر ۱۱ - غلط پڑھے جانے والے الفاظ کے لئے دیکھو مخطوطہ ج، اوراق ۲۶ ، سطر ۲۰ - ۹۷، سطر ۲۳ - ۱۲۲ ، سطر ۲۵ - ۱۲۹ ، سطر ۲۳ - ۱۳۳ ، سطور ۲۱ تا ۲۳ - ۱۴۷ ، سطر ۲۳ -

۴۷ - تفصیلات جن پر یہ نتیجہ مبنی ہے، اور تینوں مخطوطوں کا زیادہ تفصیلی بیان دوسرے مقالہ میں دیا جائے گا -

۴۸ - اصطلاح "تعریف" کا جو استعمال ابن خلدون نے کیا ہے اس کی مزید وضاحت کے لئے دیکھو مخطوطہ الف، اوراق ۱۰ ب، سطر ۱۳ اور ۶۲ ب، سطر ۲۱ - "خود نوشت سوانح عمری" کے لئے "ترجمہ" کی اصطلاح ابن خلدون نے استعمال نہیں کی ہے جیسا کہ اس زمانہ کے مصری مورخین (ابن تغری بردی، سخاوی، سیوطی وغیرہ) استعمال کیا کرتے تھے -

۴۹ - شاید یہ وہی شخص ہے جسے ایک مغربی فاضل عبدالعزیز ابن موسیٰ العبدوسی (وفات سنہ ۸۳۷ھ = سنہ ۱۴۳۴ء) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دیکھو آر۔ برنش وگ (عبارت دی جاچکی ہے) جلد ۲، صفحات ۳۶۲ و ۳۶۳ - نیز مقابلہ کرو سخاوی سے، جلد ۴، صفحہ ۲۳۶ -

۵۰ - حاجی‌خلیفہ، "کشف الظنون"، مرتبہ جے۔ فلوگل، جلد ۳، صفحہ ۳۵۰ -

۵۱ - Die Geschichtsschreiber der Araber, Abhandl. d. hist - philol. Classe d. Gesellschaft d. Wiss., گوٹنجن، سنہ ۱۸۸۲ء، XXIX، صفحہ ۳۱ -

۵۲ - GAL، ضمیمہ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۲ - بروکلمن کو بظاہر اس امر کا احساس نہ ہوسکا کہ یہ مخطوطہ ابن خلدون

کی ”خود نوشت سوانح عمری“ کے مکمل متن پر مشتمل ہے۔ اس نے ابن تغری بردی کا جو حوالہ دیا ہے، اسے جلد ٦، صفحہ ٢٧٦ پڑھنا چاہئے نہ کہ صفحہ ٢٧٧۔

٥٣۔ پیرس کا مخطوطہ نمبر ١٥٢٨۔ دیکھو دسلان، فہرست کتب، صفحہ ٢٨٩۔ یہ مخطوطہ پیرس بظاہر سنہ ١١٩٢ھ (سنہ ١٧٧٨ء) میں لکھا گیا تھا اس لئے کہ غالباً یہ مخطوطہ ١٥٢٧ (جلد ٢، ”عبر،،) سے تعلق رکھتا ہے جس پر دسلان کے قول کے مطابق یہی تاریخ مندرج ہے۔

٥٤۔ Catalogus Codicum arabicorum' ایڈٹ کردہ ڈی خویہ (de Goeje) اور Th. Houtsma' لائیڈن، جلد ١، سنہ ١٨٨٨ء، نمبر ١٣٥٠ سطر ٥۔

٥٥۔ بی۔ رائے، Extrait du Catalogue des manu-scrits et des imprimes de la Bibliotheque de la Grande Mosquee de Tunis، تیونس، ١٩٠٠ء، نمبر ٦٢١٦۔ مخطوطہ (Ecriture de Maghrib) یقیناً جدید چیز ہے اور سنہ ١٢٦٨ھ (سنہ ١٨٥١ء) میں مکمل کیا گیا تھا۔ نیز دیکھو نمبر ٣٨٩٣۔

٥٦۔ مقری، ”نفح الطیب“، بولاق ایڈیشن، سنہ ١٢٧٩ھ، جلد ٣، صفحہ ٣٢٥۔

٥٧۔ ”مقدمہ“۔ ایڈٹ کردہ کاترمیر (Quatremere)، جلد ١، صفحہ ٣٠٨۔

۵۸ - ان کے مندرجات کا ایک مختصر سا جائزہ راقم الحروف کی جانب سے ''مملوکی مصر میں ابن خلدون کی سرگرمیاں،، (سنہ ۱۳۸۲ء تا سنہ ۱۴۰۶ء) کے عنوان سے سیمیٹک اینڈ اورینٹل اسٹڈیز میں شائع ہو چکا ہے جسے سیمیٹک فلولوجی میں کیلی فورنیا یونیورسٹی کی مطبوعات سنہ ۱۹۵۱ء، جلد ۱۱ صفحات ۱۰۵ تا ۱۲۳ کی شکل میں پروفیسر ولیم پاپر کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ۔ اس طرح سے مصر میں ابن خلدون کی زندگی کے متعلقہ واقعات کو ذیل کے عنوانات کے ماتحت ترتیب دیا گیا ہے :- (۱) ابن خلدون — برقوق کا متوسل ۔ (۲) معلم ۔ (۳) قاضی ۔ (۴) مغربی مشیر ۔ (۵) سیاح ۔ (۶) مصنف ۔

نیز دیکھو راقم الحروف کے لکچر کا خلاصہ جو ''ابن خلدون اور تمرلنگ،، کے عنوان سے Actes du XXIe Congres International des Orientalistes، پیرس، میں سنہ ۱۹۴۹ء میں صفحات ۲۸۶ و ۲۸۷ پر اور Bulletin des Etudes Arabes ایڈٹ کردہ ایچ - پیرے، الجزائر، سنہ ۱۹۵۰ء میں صفحہ ۶۱ پر چھپا تھا ۔ "Ignace Goldziher Memorial Volume" بڈاپسٹ، کا دوسرا حصہ جس میں اس لیکچر کا پورا متن شائع ہونے والا تھا، اب بظاہر شائع نہیں ہوگا ۔ بہر حال موجودہ مقالہ نے اس لیکچر کو منسوخ کردیا ۔

۵۹ - مخطوطہ قاہرہ کے مختصر حوالوں کے لئے دیکھو جرجی زیدان، ''تاریخ آداب اللغہ العربیہ،،، قاہرہ، سنہ ۱۹۱۳ء، جلد ۳ صفحہ ۲۱۴ - طہٰ حسین، La Philosophie sociale d' Ibn Khaldoun، پیرس، سنہ ۱۹۱۸، صفحہ ۱۰ - نتھینیل شمٹ،

"ابن خلدون" ، نیویارک سنہ ۱۹۳۰ء ، صفحہ ۳۹ ۔ جیمز اے۔ مانٹگمری، JAOS، سنہ ۱۹۳۹ء، جلد ۱۵، صفحہ ۳۲۸ ۔ ایم۔ اے۔ عنان ، ابن خلدون : اس کی زندگی اور اس کا علمی ورثہ ، قاہرہ، سنہ ۱۹۳۳ء ،لاہور ، سنہ ۱۹۴۱ء ۔ اور خصوصیت کے ساتھ "ساطع الحصری دراسات عن مقدمات ابن خلدون" ، بیروت ، سنہ ۱۹۴۳ء ، جلد ۱ صفحہ ٦۷ اور ایم ۔ کرد علی ، Revue de l'Academie Arabe a Damas سنہ ۴۷ ۔ ۱۹۴٦ء ، صفحہ ۳۹۹ ۔

استنبول میں میں اپنے زمانہ قیام ھی میں صرف اس امر سے آگاہ ھوا کہ چند ترکی فضلاء نے استنبول کے مخطوطات کی جانب متوجہ کیا ھے جن میں ضیاءالدین فخری فندق اوغلو اور حلمی ضیاء اولکن خاص طور پر قابل ذکر ھیں اور سب سے آخر میں مگر بلحاظ اھمیت کسی سے کم نہیں، اے۔ ذکی ولیدی طوغان نے اپنی کتاب "تار یخدہ اصول"، استنبول ، سنہ ۱۹۵۰ ، صفحات ۱۷۰ تا ۱۸۰ میں اس طرف توجہ دلائی ھے۔

٦۰ : اس حقیقت سے کہ تیمور سے اپنی ملاقات کے بارے میں ابن خلدون کا بیان باعتبار زمانہ قدیم ترین ھے اور باعتبار خوبی نہایت قابل اعتماد ھے،ابن عرب شاہ اور دوسروں کے مابعد کے بیانات کی تاریخی قدر و قیمت اور ساکھ بہت کم ھو جاتی ھے۔ کمنٹری میں بتایا جائے گا کہ مابعد کے بیانات محض ثانوی حیثیت رکھتے ھیں اور چونکہ وہ سنی سنائی باتوں پر مبنی ھیں ، اس لئے وہ صرف تاریخی تفاصیل کی محض ھلکی سی گونج

هیں جن میں افسانہ اور سچائی خلط ملط ہوگئے ہیں جسے جرمن زبان میں "Dichtung und Wahrheit" کہا جاسکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ وہ ایک تاریخی واقعہ کی مابعد کی تشریحات پیش کرتے ہیں۔

۶۱ - وی - برت ہولد کا بیان (ترکستان ، صفحات ۳ و ۴) کہ وسط ایشیا کی تاریخ کے لئے ابن خلدون جو ہسپانیہ اور افریقہ میں رہا ، ایسی باتیں کم بیان کرتا ہے جو ابن اثیر کے مقابلہ میں نئی ہوں . . . . " ان نئے مخطوطات کی دریافت کے پیش نظر اب قابل اعتنا نہیں رہا ۔

۶۲ - دیکھو ابن خلدون کا بیان جو تیمور کی فتح تبریز ("عبر" ، جلد ۵ ، صفحہ ۵۳۲) ، فتح ماردین (جلد ۵ ، صفحہ ۵۴۰) ، فتح بغداد (جلد ۵ ، صفحہ ۵۵۴) اور فتح شیراز (جلد ۵ ، صفحہ ۵۵۷) وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے۔

۶۳ - عربی ادب میں تیمور کے سوانح حیات کے متعلق جو قدیم ترین حالات اب تک دستیاب ہوئے ہیں ، علاوہ ابن عرب شاہ (وفات سنہ ۱۴۵۰ء) کے وہ ابن قاضی شہبہ (وفات سنہ ۱۴۴۸ء) ، ابن تغری بردی (وفات سنہ ۱۴۶۹ء) سے ماخوذ ہیں جو "نجوم" میں جلد ۶ ، صفحات ۳۷ تا ۸۰ اور ۲۷۹ تا ۲۸۲ اور منہل میں اوراق ۱۴۲ تا ۱۵۳ میں درج ہیں۔ سخاوی (وفات سنہ ۱۴۹۷ء) نے الضوء کی جلد ۳ ، صفحات ۴۶ تا ۵۰ میں جو حالات دئے ہیں وہ جزوی طور پر مقریزی (وفات ۱۴۴۲ء) اور ابن ایاس (وفات سنہ ۱۵۲۴ء) کی ایک ایسی تصنیف پر مبنی ہیں جو آج کل ناپید ہے۔

۶۴ - ڈی - بی - میکڈانلڈ اپنی کتاب A Selection from the Prolegomena of Ibn Khaldun لائیڈن ۱۹۰۵، صفحہ vi ' میں بجاطور پر کہتا ہے کہ "اب تک ابن خلدون کے زمانہ کی عربی کے قواعد صرف و نحو پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی -"

۶۵ - دسلان Prolegomena، جلد ۱، صفحات cxii-cxiii -

۶۶ - مادام سیریر نے ابن خلدون کی سیرت کے بارے میں جو ذیل کی رائے ظاہر کی ہے، وہ بہت پر بصیرت ہے: "دنیا کی مشہور و معروف کتاب ' مقدمہ ' کا مصنف نفسیاتی اعتبار سے ابھی تک ایک معمہ بنا ہوا ہے - اس کی سیرت کی دورخی، اس کے خیالات اور عمل کا باہمی تناقض، معاشی اصلاح کے بارے میں اس کی کوششیں اور پھر خود اس کی معاشی قوانین کی خلاف ورزیوں کا باہمی تضاد ، اس کا احساس ذمہ داری اور ساتھ ہی اس کی مسلمہ انانیت ، اس کی علمی غیر جانبداری اور پھر اس کی بدیہی ذاتی ترجیحات، اس کی وسیع علمیت اور بصیرت اور ساتھ ہی اس کی خود پسندی — یہ تمام بوالعجبیاں ایک ایسے شخص میں جو بیک وقت ایک گہرا مفکر ہے اور زندگی کے مدارج پر چڑھنے کی ہوس بھی رکھتا ہے' اس کے سوانح نگاروں کی راہ میں ایک بڑی سخت الجھن پیدا کر دیتی ہیں۔ مگر ان متضاد صفات میں سے بہت سی ایسی ہیں جنہیں جملہ فطین اشخاص کی دو رخی فطرت سے موسوم کیا جاسکتا ہے -" (اسلامک کلچر ' حیدرآباد ، سنہ ۱۹۴۷ ، XXI ، صفحہ ۲۶۴) -

ترجمہ

منگولوں اور تاتاریوں کے بادشاہ امیر تیمور سے ملاقات

جب مصر میں یہ خبر پہنچی کہ امیر تیمور[1] نے ایشیائے کوچک فتح کرلیا ہے، اور شہر سیواس کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے اور شام[2] کی طرف لوٹ گیا ہے تو سلطان مصر فرج[3] نے اپنی فوجیں جمع کیں، دیوان العطا قائم کیا[4] اور اعلان کیا کہ فوجیں شام[5] کی طرف کوچ کریں گی۔

اس زمانہ میں میں کسی عہدہ[6] پر فائز نہ تھا، لیکن سلطان کے سیکریٹری یشبک[7] نے مجھے بلوا بھیجا اور اصرار کیا کہ میں بھی کوکبۂ[8] سلطانی میں اس کے ساتھ چلوں۔ جب میں نے اس کی پیشکش[9] کو قبول کرنے سے انکار کرنے کی کوشش کی تو اس نے استوار لہجہ میں مجھ سے اپنے عزم کا اظہار کیا اور بڑے انعام و اکرام کا وعدہ کیا[10]۔ اس پر میں چلنے پر راضی ہوگیا۔

پس میں دوسری صبح کو ماہ میلاد النبی ۳ (۸۰) کے اوسط میں ان کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ جب ہم غزہ[12] پہنچے تو ہم نے چند دن آرام کیا اور خبروں[13] کے انتظار میں رہے۔ اس کے بعد ہم دمشق کی طرف روانہ ہوگئے تاکہ ہم تاتاریوں کی آمد سے پہلے ہی وہاں پہنچ جائیں۔

راستے میں ہم مقام شقحب[۱۴] میں آترے، پھر رات کو روانہ ہوگئے اور علی الصبح دمشق پہنچ گئے[۱۵]۔ اس اثناء میں امیر تیمور اور اس کی فوج بعلبک سے دمشق کی طرف کوچ کرچکی تھی[۱۶]۔

سلطان نے اپنے خیمے اور (دوسرے) مبانی[۱۷] قبہ یلبغا[۱۸] کے میدان میں نصب کئے۔ جب امیر تیمور ایک دم حملہ کرکے شہر پر قبضہ کرنے سے مایوس ہوگیا تو اس نے قبہ یلبغا کے قریب ایک پہاڑی[۱۹] پر ایک مہینہ سے زیادہ قیام کیا، اس طرح سے کہ دونوں فوجیں ایک دوسرے کی حرکات و سکنات دیکھتی رہیں۔ اس مدت میں[۲۰] دونوں لشکروں کی تین چار مرتبہ ایک دوسرے سے جھڑپیں بھی ہوئیں، کبھی ایک لشکر کو کامیابی ہوجاتی اور کبھی دوسرے کو[۲۱]۔

اس اثناء میں سلطان مصر اور اس کے بڑے امراء تک یہ خبر پہنچی کہ کچھ دوسرے امیر جو فتنہ و فساد کی طرف مائل ہیں، مصر بھاگ جانے کی فکر میں ہیں تاکہ وہاں جا کر بغاوت برپا کرائیں[۲۲]۔ پس سلطان اور اس کے امراء کی یہ رائے قرار پائی کہ مصر واپس لوٹ جائیں مبادا ان کی عدم موجودگی میں لوگ برگشتہ ہوجائیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی حکومت کا تختہ آلٹ جائے۔

وہ ماہ (جمادی الاولیٰ) کی اکیسویں تاریخ جمعہ کی رات کو روانہ ہوگئے اور الصالحیہ[۲۳] کی پہاڑی پر پہنچ کر اس کی گھاٹیوں میں آترے اور پھر ساحل سمندر کے برابر برابر چل کر غزہ[۲۴] جا پہنچے۔

چونکہ سپاھیوں[۲۵] نے سمجھا کہ سلطان نے مصر کی شاھراہ اختیار کی ھے اس لئے وہ اسی رات کو سوار ھوکر چل پڑے اور ٹولیوں اور جماعتوں میں شقحب[۲۶] کے راستہ سے سفر کرتے ھوئے قاھرہ پہنچ گئے ۔

دوسرے دن صبح کو اھل دمشق حیران و پریشان تھے اس لئے کہ انہیں صحیح خبروں کا کچھ علم نہ ھوسکا ۔ اس کے بعد قاضی اور فقیہ مجھ سے[۲۷] ملنے کے لئے مدرسہ عادلیہ[۲۸] میں آئے اور یہ طے پایا کہ امیر تیمور سے اپنے گھروں اور بال بچوں کے لئے امان طلب کی جائے[۲۹] ۔ مگر جب ان لوگوں نے قلعہ کے نائب سے مشورہ کیا تو اس نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور اس پر اعتراض کیا[۳۰] ۔ لیکن انہوں نے اس کی باتوں کو نظر انداز کردیا اور قاضی برھان الدین ابن مفلح الحنبلی[۳۱] خانقاہ .... کے صوفیوں کے شیخ کے ھمراہ (تیمور کی خدمت میں)[۳۲] گئے ۔ اس نے امان دینے کا وعدہ کرلیا اور انہیں[۳۳] واپس بھیج دیا تاکہ وہ شہر کے ممتاز لوگوں اور دوسرے قاضیوں[۳۴] کو جمع کرکے لائیں ۔

قاضی اور دیگر سربرآوردہ لوگ قلعہ کی فصیل[۳۵] سے رسیوں کے سہارے اترے اور جو تحفے تحایف[۳۶] وہ اپنے ساتھ لائے تھے[۳۷]، انہیں لے کر اس کے پاس پہنچے ۔ تیمور نے کشادہ دلی سے ان کا استقبال کیا ، ان کے لئے امان نامے لکھے[۳۸] اور انہیں بڑی امیدوں کے ساتھ رخصت کردیا ۔ وہ لوگ اس کے سامنے اس بات پر راضی ھوگئے تھے کہ دوسرے دن شہر کے دروازے کھول دئے جائیں گے ، لوگ اپنے اپنے کاروبار میں

مصروف ہوجائیں گے اور یہ کہ ایک امیر شہر میں داخل ہو کر دارالامارت میں قیام کرے گا اور اس کے تفویض کردہ اختیار سے باشندوں پر حکومت کرے گا[۳۹] ۔ قاضی برهان الدین نے مجھے اطلاع دی کہ تیمور نے میرے بارے میں پوچھا تھا[۴۰] اور یہ بھی دریافت کیا تھا کہ آیا میں مصر کی افواج کے ساتھ روانہ ہو گیا ہوں یا ابھی تک شہر ہی میں مقیم ہوں[۴۱] ۔اس نے (قاضی نے) جواب میں کہا کہ میں ابھی تک اسی مدرسہ میں مقیم ہوں جہاں میں اس سے پہلے قیام پذیر تھا[۴۲] ۔ چنانچہ ہم نے وہ رات اس کے پاس جانے کی تیاریوں میں گزار دی[۴۳] ۔

پھر جامع مسجد میں بعض اشخاص کے مابین جھگڑا ہو گیا اس لئے کہ ان میں سے بعض (قبول اطاعت کے بارے میں)[۴۴] جو کچھ کہا گیا تھا اس پر اعتماد کرنا پسند نہیں کرتے تھے ۔ مجھے اس واقعہ کی اطلاع رات کو دیر سے پہنچی اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں مجھ پر قاتلانہ حملہ نہ ہوجائے[۴۵] ۔ لہذا میں علی الصبح اٹھ کر ان قاضیوں کے پاس جا پہنچا جو شہر کے دروازے پر جمع تھے[۴۶] ۔ میں نے ان سے باہر جانے یا فصیل پر سے اترنے کی اجازت طلب کی ، بوجہ ان خدشات کے جو اس خبر سے میرے دل میں پیدا ہو گئے تھے ۔ اول اول تو انہوں نے مجھے اجازت دینے سے انکار کردیا ، لیکن بعد میں انہوں نے میری بات مان لی اور مجھے فصیل پر سے نیچے اتار دیا[۴۷] ۔

دروازے کے قریب میں نے اس (امیر تیمور) کے چند خدام خاص[۴۸] کو دیکھا اور اس نمائندہ کو بھی جسے اس نے دمشق پر

تیمور شرف حضوری عطا کر رہا ہے

شہزادے اور حاضر باش
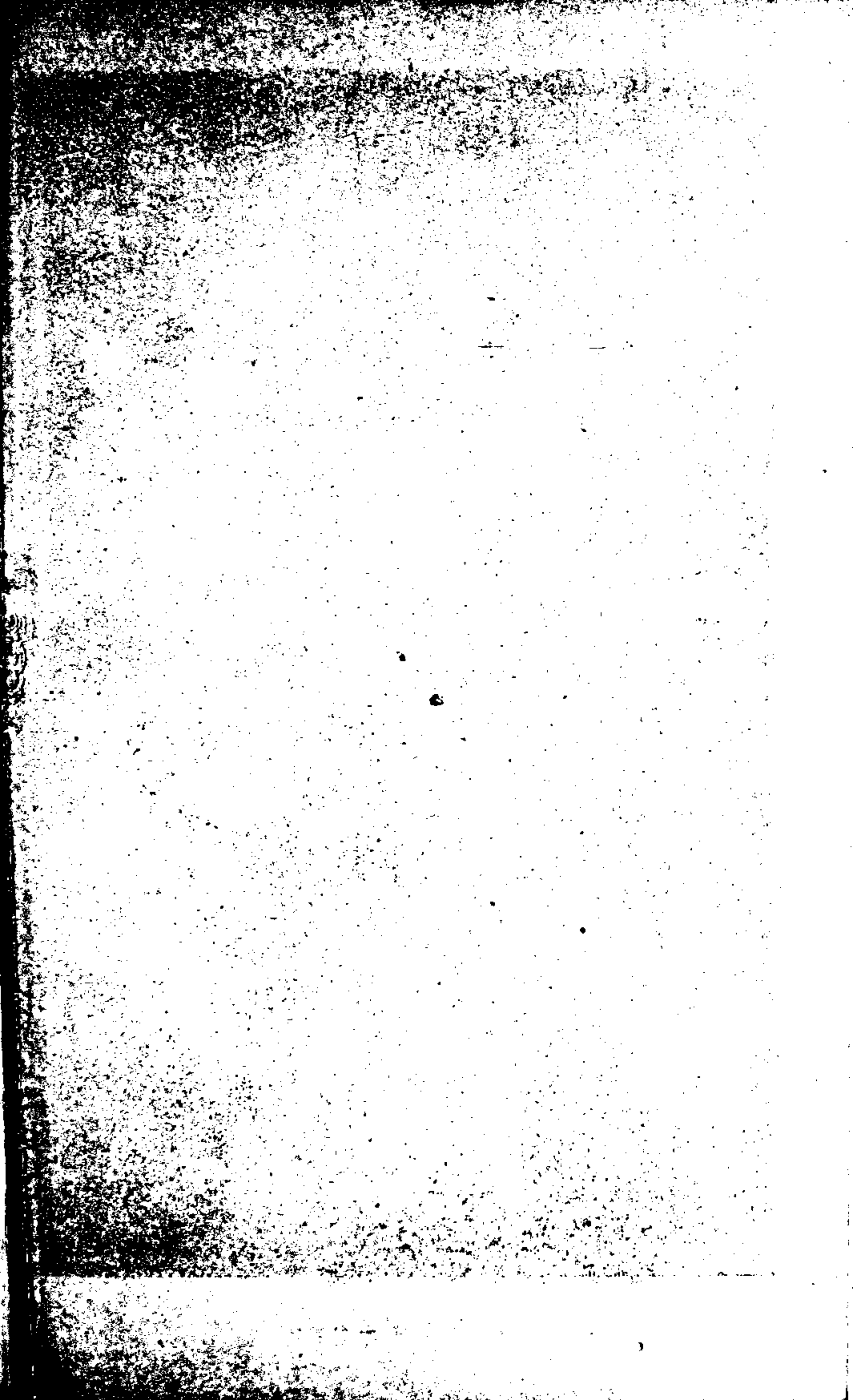
حکومت کرنے کے لئے نامزد کیا تھا ۔ اس کا نام شاہ ملک [۴۹] تھا جو اس (تیمور) کے خاندان یعنی قبیلہ چغتائی سے تعلق رکھتا تھا [۵۰] ۔ میں نے ان سے کہا ''اللہ آپ کی عمر دراز کرے،، اور انہوں نے مجھ سے کہا ''اللہ آپ کی عمر دراز کرے ،، اور میں نے ان سے کہا کہ ''میں آپ کا یرغمال ہوں،، اور انہوں نے مجھ سے کہا : '' ہم بھی آپ کے یرغمال ھیں [۵۱] ۔ شاہ ملک نے پھر مجھے ایک سواری [۵۲] پیش کی اور سلطان کے خدام خاص میں سے ایک شخص کو میرے ساتھ کر دیا تا کہ وہ مجھے اس کی خدمت میں لیجائے ۔ جب میں (سلطانی خیمہ کے) دروازے پر پہنچا تو اجازت آئی کہ مجھے وہاں ایک خیمہ میں بٹھادیا جائے جو اس کے خیمۂ ملاقات سے ملحق تھا [۵۳] ۔

جب میرے نام کی اطلاع دی گئی تو ''مغربی مالکی قاضی،، [۵۴] کے الفاظ میرے نام میں اضافہ کردئے گئے۔ اس نے مجھے طلب کیا اور جب میں درباری خیمہ میں اسکی خدمت میں باریابی کے لئے داخل ہوا تو وہ کہنی پر ٹیک لگائے نیم دراز تھا اور کھانوں کے قاب اس کے سامنے سے گزر رہے تھے ' جنھیں وہ یکے بعد دیگرے منگولوں کی ان جماعتوں کی طرف بھیج رہا تھا جو دائروں کی شکل میں اس کے خیمہ کے سامنے بیٹھے تھے [۵۵] ۔

داخل ہونے پر پہلے میں نے لب کشائی کی ، سلام کیا اور مراسم نیازمندی ادا کئے [۵۶] ۔ اس پر اس نے اپنا سر اٹھایا اور مجھ تک اپنا ہاتھ بڑھایا جسے میں نے بوسہ دیا [۵۷] ۔ اس نے پھر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور جہاں میں کھڑا

تھا وھیں بیٹھ گیا ، اور اس کے بعد اس نے اپنے ایک خاص فقیہ اور متبحر عالم عبدالجبار ابن النعمان [۵۸] کو طلب کیا جو خوارزم کے حنفی فقہا میں سے تھا تا کہ وہ ہم دونوں کے درمیان ترجمان کے فرائض ادا کرے [۵۹] ۔ اسے بھی اس نے وھیں بیٹھنے کا حکم دیا ۔

اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم مغرب کے کس علاقہ سے آئے ہو اور کس لئے آئے ہو میں نے جواب دیا : "میں فریضۂ حج ادا کرنے کے ارادہ سے اپنے وطن [۶۰] سے روانہ ہوا تھا ۔ میں سمندر کے راستہ یہاں (یعنی مصر) آیا نور اسکندریہ [۶۱] کی بندرگاہ پر اس ساتویں صدی [۶۲] کے ۴ (اور ۸۰) سال میں افطار ماہ صیام کے دن پہنچا جب ان کی فصیلوں [۶۳] کے اندر جشن (منایا جا رہا) تھا کیونکہ آن دنوں جو شمار [۶۴] میں دس تھے الظاھر (برقوق) نے دربار عام لگا رکھا تھا ۔

تیمور نے مجھ سے پوچھا کہ "الظاھر نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ؟" [۶۵] میں نے جواب دیا کہ "اس نے از راہ فیاضی میرے مرتبہ کو تسلیم کیا [۶۶] ، میری مہمان نوازی کی اور سفر حج کے لئے زاد راہ بہم پہنچایا [۶۷] ۔ پھر جب میری واپسی ہوئی تو اس نے میرے لئے ایک بیش قرار مشاھرہ مقرر کردیا اور میں اس کے سایۂ نعمت میں رہ کر اس کی مہربانیوں سے متمتع ہوتا رہا [۶۸] ۔ اللہ اس پر رحم کرے اور اسے جزائے خیر دے !"

اس نے مجھ سے پوچھا کہ "اس نے تمہیں قاضی کیسے مقرر کیا ؟" میں نے جواب دیا : "اس کی (الظاھر)

وفات[٦٩] سے ایک ماہ پہلے مالکیوں کے قاضی کا انتقال ھوچکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس عہدہ کے لئے مجھ میں موزوں صلاحیتیں موجود ھیں [٧٠] یعنی انصاف پروری اور حق پژوهی اور بیرونی اثرات سے متاثر نہ ھونا ، چنانچہ اس نے مجھے اس کی جگہ پر مقرر کر دیا ۔ لیکن جب ایک مہینے کے بعد (الظاھر) وفات پا گیا تو ارباب بست و کشاد نے جو اس جگہ پر میرا رھنا پسند نہیں کرتے تھے ، میری جگہ پر دوسرے قاضی[٧١] کا تقرر کر دیا ۔ اللہ انہیں اس کی جزا دے! ،،

پھر اس نے مجھ سے پوچھا : ,, تمہاری جائے پیدائش کہاں ھے ؟ ،،[٧٢] میں نے جواب میں کہا : ,,اندرون مغرب میں (جہاں میں) ملک الاعظم کا کاتب یعنی سیکریٹری تھا،،[٧٣]۔

اس نے پوچھا : ,, مغرب کے بیان میں ' اندرون ' [٧٤] سے کیا مراد ھے ؟ ،، میں نے جواب دیا : ,, وھاں کے لوگوں کی عام بول چال میں اس سے مراد ھے 'اندرونی علاقه، یعنی انتہائی دور دراز کا علاقہ کیونکہ سارا مغرب بحر روم کے جنوبی ساحل پر واقع ھے اور یہاں سے اس کے قریب ترین حصے برقه اور افریقیہ ھیں۔ وسطی مغرب تلمسان اور زناته [٧٥] کے علاقہ پر مشتمل ھے اور مغرب اقصیٰ سے فاس اور مراکش مراد ھے ، اور اسی کو ' اندرون ' مغرب کہتے ھیں۔ ،، پھر اس نے مجھ سے پوچھا ، [٧٦] ,,تو پھر اس مغرب میں طنجہ کا محل وقوع کیا ھے ؟ ،، میں نے جواب دیا : ,, اس گوشے میں جو بحر روم اور نہر معروف بہ الزاقاق کے مابین واقع ھے ، یعنی آبنائے روم (جبل الطارق) میں۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا : ,,اور سبته؟،،

میں نے جواب دیا : ''آینائے کے ساحل پر طنجہ سے ایک دن کی مسافت پر ۔ وهاں سے عبور کرکے اندلس کو جاسکتے هیں اس لئے کہ اس کی مسافت مختصر سی هے ، تقریباً بیس میل ۔''

پھر اس نے پوچھا : ''فاس کہاں هے ؟'' میں نے کہا ، '' یہ سمندر کے کنارے پر نہیں هے بلکہ پہاڑیوں کے بیچ میں واقع هے اور بلاد مغرب کے فرمانرواؤں یعنی بنی مرین کا دارالسلطنت هے ۔''

اور اس نے پوچھا : '' اور سجلماسہ ؟ ،، میں نے جواب دیا :

''مزروعہ علاقوں میں اور جنوب میں واقع ریگستان کی سرحد پر ۔ ،، اس نے کہا ، ''مجھے اطمینان نہیں هوا ۔ میری خواهش هے کہ تم مغرب کے سارے علاقے (کا حال) میرے لئے تحریر کردو — اس کے دور دراز اور قریبی حصے ، اس کے پہاڑ اور اس کے دریا ، اس کے دیہات اور اس کے شہر — اس طرح سے کہ گویا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا هوں ۔ ،،

میں نے کہا : '' یہ کام آپ کی زیرسرپرستی هوجائے گا ،،[47] ۔ بعد ازاں جب میں باریابی کے بعد اس کے پاس سے رخصت هوا تو میں نے اس کے لئے وہ سب کچھ لکھ دیا جس کی خواهش اس نے مجھ سے کی تھی ، اور اسے خلاصہ کی شکل دیدی جو کتابی سائز کے تقریباً بارہ دستوں (کراریس) پر مشتمل تھا [48] ۔

پھر اس نے اپنے خادموں کو اشارہ کیا کہ وہ اس کے خیمہ سے وہ کھانا لائیں جسے وہ '' رشتہ ،،[49] کے نام سے

یاد کرتے ہیں اور جس کے تیار کرنے میں وہ بہت ماہر ہیں ۔ چنانچہ اس کھانے کی چند رکابیاں اندر لائی گئیں اور اس نے اشارہ کیا کہ انہیں میرے سامنے رکھ دیا جائے ۔ میں کھڑا ہوگیا ، انہیں لیا ، کھایا اور پیا اور اسے بہت پسند کیا ، اور اس بات کا اس پر بہت اچھا اثر ہوا[۸۰]۔

پھر میں بیٹھ گیا اور ہم خاموش رہے اس لئے کہ جو مصیبت شافعیوں کے قاضی القضاۃ صدرالدین المناوی[۸۱] پر نازل ہوئی تھی ، میں اس سے خوف زدہ تھا ۔ شقحب میں اسے ان سپاہیوں نے قید کرلیا تھا جو مصری فوج کا تعاقب کر رہے تھے اور پھر اسے واپس لایا گیا اور قید میں رکھا گیا اور پھر اس سے زر فدیہ طلب کیا گیا ۔ اس خوف کی وجہ سے میں نے اپنے دماغ میں چند الفاظ اس (تیمور) سے کہنے کے لئے سوچ لئے تھے تاکہ وہ اپنی اور اپنی حکومت کی تعریف سن کر خوش ہوجائے ۔

اس سے قبل جب میں مغرب میں تھا ، میں نے اس کے ظہور کے بارے میں[۸۲] بہت سی پیشین گوئیاں سن رکھی تھیں ۔ منجم جو دو بڑے سیاروں کے قران کے بارے میں بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے ، تین ستاروں[۸۳] کے علاقے میں دسویں قران کا انتظار کر رہے تھے جو ساتویں صدی کے ٦٦ ویں سال میں وقوع پذیر ہونے والا تھا[۸۴]۔ ایک دن سنہ ٦١(٧)ھ میں فاس کی جامع القروبین میں میری ملاقات قسطنطنیہ کے خطیب ابو علی ابن بادیس[۸۵] سے ہوگئی جو اس علم میں مہارت تامہ رکھتا تھا ۔ میں نے اس سے

اس متوقع قران اور اس کے مضمرات کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے جواب دیا : ”یہ ایک طاقتور شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جو شمال مشرقی حصوں میں ظاہر ہوگا[۸۶]، خیمہ نشین اہل بادیہ میں سے ہوگا، سلطنتوں پر غالب آئے گا، حکومتوں کو زیروزبر کرے گا اور آباد دنیا کے بیشتر حصہ پر چھا جائے گا۔“ میں نے پوچھا : ”یہ کب ظاہر ہونے والا ہے؟“ اس نے کہا : ”سنہ ۷۸۴(ے)ھ میں، اور اس کی خبر دور دور تک پھیل جائے گی۔“

ابن زرزر[۸۷] نے بھی جو فرنگی بادشاہ ابن الفانسو کا یہودی طبیب اور منجم ہے، مجھے اسی قسم کی بات لکھ کر بھیجی تھی۔ نیز میرے اُستاد محمد ابن ابراھیم الآبلی[۸۸] جو علوم مابعد الطبیعات میں امام کا درجہ رکھتے ھیں، دوران گفتگو میں یا جب کبھی میں ان سے سوال کرتا، مجھ سے فرماتے : ”یہ واقعہ عنقریب ظہور میں آنے والا ہے، اور اگر تم زندہ رہے تو تم یقیناً اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔“

ہم سنا کرتے تھے کہ المغرب کے صوفیا بھی اس واقعہ کے منتظر ھیں۔ مگر ان کا خیال یہ تھا کہ ظہور کرنے والا شخص فاطمی[۸۹] ہوگا جس کی جانب شیعوں کی پیش گوئیوں میں اور دوسری روایات میں صریح اشارے پائے جاتے ھیں۔ المغرب کے سب سے بڑے ولی شیخ ابو یعقوب البادسی[۹۰] کے پوتے یحییٰ ابن عبداللہ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ شیخ نے ایک دن جب کہ وہ صبح کی نماز ادا

کر کے واپس آرہے تھے ، ان سے کہا : ”آج کے دن فاطمی قائم پیدا ہوگیا ہے۔“ یہ آٹھویں صدی کے چوتھے عشرہ کا واقعہ ہے۔

ان تمام باتوں کی وجہ سے میں خود بھی اس واقعہ کا منتظر رہتا تھا ۔ چنانچہ اب اپنے خدشات کے پیش نظر میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس بارے میں اس سے کچھ بیان کروں تاکہ اس کا دل بہلے اور وہ مجھ پر اور زیادہ مہربان ہو جائے۔

پس میں نے کہنا شروع کیا ، ”اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے! آج سے تیس چالیس سال پیشتر سے میں آپ سے ملنے کا متمنی تھا۔“ ترجمان عبدالجبار نے پوچھا : ”اور اس کی وجہ کیا ہے؟“

میں نے جواب دیا کہ ”اس کے دو سبب ہیں : پہلا سبب تو یہ ہے کہ آپ سلطان العالم اور دنیا کے حاکم ہیں ، اور مجھے یقین نہیں ہے کہ حضرت آدم سے لے کر موجودہ دور تک آپ جیسا کوئی دوسرا حکمران ہوا ہو[۹۱] ۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو محض قیاس کی بنا پر رائے زنی کرتے ہیں ، اس لئے کہ میں صاحب علم ہوں اور میں اس کی تشریح پیش کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ شہنشاھیت کا وجود جماعت کی وفاداری (عصبیت) [۹۲] پر مبنی ہوتا ہے اور جماعت کی جتنی زیادہ تعداد ہوگی اسی نسبت سے شہنشاھیت میں بھی وسعت ہوگی ۔ تمام فضلاء اگلے پچھلے

اس امر پر متفق ھیں کہ بنی نوع انسان کے بیشتر افراد دو گروھوں میں منقسم ھیں، عرب اور ترک[۹۳]۔ آپ جانتے ھیں کہ عربوں کی حالت کو استحکام اس وقت ھوا جب کہ وہ اپنے مذھب میں اپنے پیغمبر (حضرت محمدؐ) کی پیروی میں متحد و متفق ھوگئے۔ باقی رھے ترک، ایران کے بادشاھوں کے ساتھ ان کی معرکہ آرائی اور افراسیاب[۹۴] کا ایرانیوں کے قبضہ سے خراسان لے لینا ان کی سلطان نزادی کا ثبوت ھے اور ان کی گروھی وفاداری (عصبیت) میں دنیا کا کوئی بادشاہ چاھے کسریٰ ھو چاھے قیصر ھو، چاھے اسکندر ھو چاھے بخت نصر ھو، ان کی ھمسری نہیں کرسکتا۔ کسریٰ[۹۵] ایرانیوں کا سرتاج اور ان کا بادشاہ تھا، لیکن ایرانیوں اور ترکوں کا کیا مقابلہ! قیصر اور سکندر یونانیوں کے بادشاہ تھے[۹۶] اور پھر یونانیوں اور ترکوں میں کیا مقابلہ! ایسے ھی جہاں تک بخت نصر کا تعلق ھے وہ اھل بابل اور نبطیوں کا حاکم تھا، لیکن ان میں اور ترکوں میں کیا مقابلہ ھوسکتا ھے! یہ واضح ثبوت ھے اس بات کا کہ جو کچھ میں نے اس بادشاہ (تیمور)[۹۷] کے بارے میں کہا ھے، وہ درست ھے۔

”دوسری وجہ جس سے میرے دل میں اس سے ملاقات کی تمنا پیدا ھوئی، ان باتوں سے تعلق رکھتی ھے جو مجھے المغرب میں پیشگو اور مسلم ولی بتایا کرتے تھے“، اور میں نے وہ سارا قصہ بیان کیا، جس کا ذکر میں اوپر کرچکا ھوں[۹۸]۔

اس پر اس نے مجھ سے کہا: ”میں دیکھتا ھوں کہ تم نے کسریٰ اور قیصر اور سکندر کے ساتھ ساتھ بخت نصر کا بھی نام لیا ھے اگرچہ وہ ان کا ھمسر نہ تھا۔ وہ سب

عظیم الشان بادشاہ تھے حالانکہ وہ ایران کے سپہ سالاروں میں سے محض ایک تھا[99] بعینہ جس طرح سے میں صاحب تاج و تخت کا محض نمائندہ ہوں [100] - (جہاں تک خود بادشاہ کا تعلق ہے) وہ یہ ہے۔،، اور اس نے (ان لوگوں کی) صف کی طرف اشارہ کیا جو اس کے پیچھے کھڑے تھے جن میں وہ شخص بھی (کھڑا) تھا جس کی جانب اس نے اشارہ کیا تھا - یہ اس کا سوتیلا بیٹا تھا جس کی ماں سے، جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کرچکے ہیں، اس نے اس کے (یعنی لڑکے کے) باپ ساطلمش[101] کی وفات کے بعد شادی کرلی تھی۔ لیکن اس نے اسے وہاں نہ پایا، اور جو لوگ اس صف میں کھڑے تھے انہوں نے بتایا کہ وہ باہر چلا گیا ہے۔

پھر اس نے مجھ سے مخاطب ہوکر پوچھا: ''بخت نصر کن لوگوں سے تعلق رکھتا تھا؟،، میں نے جواب دیا: ''اس بارے میں لوگوں میں اختلاف رائے ہے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ وہ نبطیون سے تعلق رکھتا تھا یعنی آخری شاہان بابل سے[102]، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ قدیم ایرانیوں سے تھا۔،،

اس نے کہا: ''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ منوچہر کی اولاد میں تھا (منوچہر ''ج،، سے لیکن ''ج،، اور ''ش،، کے درمیانی تلفظ کےساتھ)۔ یہ قدیم ایرانیوں میں سے ایک شخص کا نام ہے - اس کے معنی ہیں نقرئی چہرہ والا، اور یہ نام اس کے حسن کی وجہ سے پڑا اس لئے کہ فارسی میں ''مینو،، چاندی کو کہتے ہیں اور وہ اسے حرف ''ی،، حذف کرکے مختصر کرتے ہیں اور ''منو،، کہتے ہیں۔

اور 'جھر' یا 'شہر' سے مراد چہرہ ہے، یعنی منوشہر"[103]۔
میں نے کہا: "یہ درست ہے اور اسی طرح سے مذکور
ہے۔" اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "ہم
اپنی ماں کی طرف سے منوشہر کی اولاد سے نسبت رکھتے ہیں۔"
میں نے ترجمان سے اس کے بیان کی اہمیت کے بارے میں بحث
کی اور اس سے کہا: "یہ دوسری وجہ ہے جس سے میرے دل
میں اس (تیمور) سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی تھی"[104]۔

پھر امیر نے کہا: "اس (بخت نصر) کے بارے میں
دونوں آراء میں سے کونسی رائے تمہاری نظر میں زیادہ وزنی
ہے؟" میں نے جواب دیا: "یہ کہ وہ بابل کے آخری بادشاہوں
میں سے تھا۔" مگر اس نے یہ رائے ظاہر کی کہ دوسرا قول
زیادہ قابل ترجیح ہے۔ میں نے کہا: "آئیے دیکھیں کہ الطبری
کی کیا رائے[105] ہے، اس لئے کہ وہ لوگوں کا مورخ اور
روایت نگار ہے اور کسی دوسرے کی رائے کو اس کی رائے
پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔"[106] اس نے کہا: "ہم
پر الطبری کا قول ماننا واجب نہیں ہے[107]۔ وہ (ترجمان)
عربوں اور ایرانیوں کی تاریخی کتابیں لائے اور تم سے بحث
کرے۔" میں نے کہا، "اور میں الطبری کی رائے کی
روشنی میں بحث کروں گا۔"[108] اس پر بحث ختم ہوگئی
اور وہ خاموش ہوگیا۔

اُسے خبر دی گئی کہ شہر کا دروازہ کھول دیا گیا ہے اور
یہ کہ قضاۃ حوالگی (کا وعدہ) پورا کرنے کی غرض سے

باہر چلے گئے ہیں، ۱۰۹ جس کے لئے ان کے خیال میں ۱۱۰ اس نے از راہ فیاضی انہیں ۱۱۱ امان بخشی تھی۔

اس کے بعد اسے ہمارے سامنے سے اٹھایا گیا بوجہ اس تکلیف کے جو اس کے گھٹنے ۱۱۲ میں تھی، اور پھر اسے اس کے گھوڑے پر بٹھا دیا گیا، وہ باگ پکڑ کر زین پر سیدھا ہوکر بیٹھ گیا اور اس کے چاروں طرف باجے ۱۱۳ بجنے لگے، یہاں تک کہ فضا ان کی آواز سے گونج اٹھی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوکر دمشق کی طرف چلا اور باب الجابیہ ۱۱۴ کے قریب تربت منجک (چبوترہ) پر اترا۔

وہاں اس نے دربار منعقد کیا اور شہر کے قاضی اور عمائدین اس کی خدمت میں آئے، اور میں بھی ان کے ساتھ حاضر ہوا۔ اس کے بعد اس نے انہیں رخصت ہونے کا اشارہ کیا اور اپنے نائب شاہ ملک کو حکم دیا کہ وہ انہیں ان کے سرکاری منصبوں ۱۱۵ پر (تصدیق و توثیق کی غرض سے) اعزازی خلعت دے۔ لیکن مجھے اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پس میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

پھر اس نے اپنی حکومت کے ان امراء کو طلب کیا جو امور تعمیرات کے تحویل دار تھے۔ وہ محکمۂ تعمیرات کے سربراہوں یعنی انجینیروں کو لائے اور اس امر پر بحث کی کہ جو پانی قلعہ کی خندق کے گرد اگرد بہہ رہا ہے آیا اسے خارج کیاجاسکتا ہے یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ اس کا سوت کہاں ہے۔

وہ اس کے دربار میں بہت دیر تک بیٹھے بحث کرتے رہے اور
پھر رخصت ہوگئے [۱۱۶] -

میں بھی رخصت حاصل کرکے اپنے مکان واقع اندرون شہر
میں واپس چلا آیا - میں اپنے گھر میں بند رہا ، [۱۱۷] اور جیسا
کہ اس نے مجھ سے درخواست کی تھی ، میں نے المغرب کے
حالات لکھنے شروع کردئے - میں نے چند دنوں میں یہ
کام ختم کرلیا ، [۱۱۸] اور جب میں نے آسے اس کی خدمت میں پیش
کیا تو اس نے اسے میرے ھاتھوں سے لے لیا اور اپنے
سیکریٹری [۱۱۹] کو حکم دیا کہ منگولی زبان میں اس کا ترجمہ
کرائے [۱۲۰] -

اس کے بعد اس نے پوری شدت کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ
کیا - اس کے بالمقابل منجنیقیں اور آگ اور پتھر برسانے
والی مشینیں اور شگاف ڈالنے والی توپیں نصب کردیں ، [۱۲۱] اور
چند ہی دنوں میں ساٹھ منجنیقیں اور اسی قسم کے دوسرے
آلات نصب کردئے گئے - اہل قلعہ پر محاصرہ سخت تر ہوتا گیا اور
اس کی دیواریں ہر طرف سے گرنے لگیں - اس پر ان لوگوں نے
(جو اس کی حفاظت پر مامور تھے) امان طلب کی ، جن میں بہت
سے ایسے لوگ بھی تھے جو سلطان کی ملازمت میں رہ چکے تھے ،
اور ایسے بھی تھے جنہیں وہ اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا - تیمور
نے انہیں امان دیدی اور وہ اس کے حضور میں لائے گئے -
اس کے بعد قلعہ تباہ و برباد کردیا گیا اور اس کے نشانات بھی
کلی طور پر مٹادئے گئے [۱۲۲] -

شہر کے باشندوں سے اس نے عقوبت دے دیکر بہت سا روپیہ حاصل کیا جسے اس نے ضبط کرلیا اور ساتھ ھی وہ تمام املاک، گھوڑے اور خیمے بھی اپنے قبضہ میں لے لئے جنہیں سلطان مصر اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا [۱۲۳] ۔ اس کے بعد اس نے اجازت دیدی کہ شہر کے باشندوں کے مکانات لوٹ لئے جائیں یہاں تک کہ ان کا تمام ساز وسامان [۱۲۴] اور مال و متاع چھین لیا گیا ۔ گھروں کے فرش فروش اور کم قیمت ظروف جو غارتگری سے بچ رہے تھے، نذر آتش کردئے گئے، اور یہ آگ بڑھتے بڑھتے مکانات کی دیواروں تک پھیل گئی، [۱۲۵] جو شہتیروں پر قائم تھے ۔ یہ آگ جلتی رھی یہاں تک کہ وہ جامع مسجد تک پہنچ گئی [۱۲۶] ۔ شعلوں نے اس کی چھت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا، اس کا سیسہ پگھل گیا اور اس کی اندرونی چھت اور دیواریں دھڑام سے نیچے آگریں [۱۲۷] ۔ یہ فعل بیحد بزدلانہ اور قابل نفرت تھا، لیکن انسانی امور خدا کے دست تصرف میں ھیں ۔ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ جیسا چاھتا ھے سلوک کرتا ھے، اور اپنی شہنشاھی میں جس طرح سے چاھتا ھے حکم کرتا ھے ۔

انہی دنوں میں جب کہ میں سلطان تیمور کے ساتھ قیام پذیر تھا، ٹھیک اس دن [۱۲۸] جب کہ اس نے اھل قلعہ کو امان دی تھی، قلعہ میں سے ایک شخص نکل کر اس کے پاس پہنچا جو خلفائے مصر کی اولاد میں سے تھا اور الحاکم عباسی کے خاندان سے تھا جسے الظاھر بیبرس نے وھاں (بطور خلیفہ) متعین کیا تھا [۱۲۹] ۔ اس نے سلطان تیمور کی خدمت میں

اپنے آپ کو پیش کیا اور اس سے کہا کہ میرے معاملہ میں انصاف کیا جائے ، اور مجھے مسند خلافت پر متمکن کیا جائے اس بنا پر کہ وہ میرے بزرگوں کی میراث ہے۔

سلطان تیمور نے اسے جواب دیا :"میں تمہاری خاطر فقیہوں اور قاضیوں کو بلاتا ہوں، اور اگر انہوں نے تمہارے حق میں فیصلہ دے دیا تو پھر میں اسی کے مطابق تمہارے ساتھ انصاف کروں گا۔"

پھر تیمور نے فقیہوں اور قاضیوں کو طلب کیا اور ساتھ ہی مجھے بھی ان کے ساتھ طلب کرلیا [۱۳۰] ۔ ہم اس کے پاس آئے اور وہ شخص بھی آیا جو منصب خلافت کا دعویدار تھا ۔ عبدالجبار نے اس سے کہا : "یہ عدالت انصاف ہے ، لہذا جو کچھ تمہیں کہنا ہو کہو۔"

اس (الحاکم) نے کہا : "یہ خلافت ہماری اور ہمارے بزرگوں کی ملکیت ہے۔ وہ روایت بالکل صحیح ہے جس کے مطابق (خلافت کی) سند عباسیوں کے ہاتھ میں رہے گی جب تک کہ دنیا قائم و برقرار ہے۔ میں اس عہدہ پر فائز ہونے کا بہتر حق رکھتا ہوں بہ نسبت اس شخص کے جو فی الحال قاہرہ میں اس پر قابض ہے اس لئے کہ میرے آبا و اجداد جن کا میں وارث ہوں ، اس پر جائز حق رکھتے تھے اور یہ خلافت اس آدمی کے پاس بغیر (قانونی) سند کے پہنچی ہے ۔" [۱۳۱]

عبدالجبار نے ہم میں سے ہر ایک سے اس مقدمہ میں بحث کرنے کی خواہش کی ۔ ہم کچھ دیر تک خاموش رہے۔

اس کے بعد اس نے ہم سے پوچھا : " آپ لوگ اس روایت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

برہان الدین ابن مفلح نے جواب دیا : " یہ روایت درست نہیں ہے ، " اور پھر اس کے بارے میں میری رائے دریافت کی میں نے جواب دیا، "یہ جو کہ آپ نے بیان کیا ہے' یہ روایت صحیح نہیں ہے۔"

سلطان تیمور نے کہا : " تو پھر وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اسلام میں اس دور تک خلافت عباسیوں کے ہاتھ میں رہی ؟ " اس نے یہ بات براہ راست مجھ سے [۱۳۲] کہی ' اور میں نے جواب دیا :

" اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی سے مسلمانوں میں اس امر کے بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آیا یہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ دین و دنیا دونوں کے امور کی رہنمائی کے لئے [۱۳۳] اپنے میں سے کسی ایک کو والی مقرر کرایں ' یا یہ واجب نہیں ہے۔ ایک فریق کی یہ رائے تھی — اور ان میں خارجی شامل تھے — کہ یہ واجب نہیں ہے ' مگر اکثریت کی رائے تھی کہ ولایت واجب ہے۔ لیکن ان میں اس موضوع کے بارے میں باہم اختلاف ہے کہ اس وجوب کی (قانونی) سند کیا ہے۔ تمام شیعہ حدیث وصیت [۱۳۴] کے قائل تھے یعنی اس بات کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لئے خلافت کی وصیت کردی تھی ' اگرچہ شیعوں کے یہاں حضرت

علی کے بعد ان کی اولاد میں جانشینی کے بارے میں اتنے اختلافات پیدا ھوگئے ھیں جو شمار میں نہیں آسکتے [۱۳۵]۔ اھل سنت نے متفقہ طور پر (اس لازمی) وصیت (کے اصول) سے انکار کر دیا ھے۔ ان کے نزدیک وجوب کی واحد سند اجتہاد ھے۔ اس سے ان کی مراد یہ ھے کہ مسلمانوں کو ایک ایماندار، سمجھدار اور منصف مزاج شخص کا انتخاب کرنے کی انتہائی احتیاط سے کوشش کرنی چاھئے تاکہ وہ اپنے امور کا انصرام اسے سونپ سکیں۔[۱۳۶]

"جب علوی جماعتوں کی تعداد بڑھ گئی تو ان کے گمان کے بموجب وصیت (دربارۂ خلافت) منتقل ھوئی محمد ابن الحنفیہ [۱۳۷] کے خاندان سے خاندان عباس کی طرف، چنانچہ ابو ھاشم ابن محمد ابن الحنفیہ نے خلیفۂ کی حیثیت سے محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس کے لئے وصیت کر دی۔ اس نے خراسان بھر میں اپنے داعی بھیجے، ابو مسلم [۱۳۸] وھاں یہ دعوت دیتے رھے اور خراسان اور عراق کے حاکم بن گئے۔ اُن کے پیرو کوفہ میں آباد ھوگئے اور اس تحریک کے داعی کے فرزند یعنی ابوالعباس السفاح [۱۳۹] کو حکومت کرنے کے لئے منتخب کرلیا۔ پھر ان کی خواھش ھوئی کہ اھل سنت و الجماعت اور شیعہ دونوں متفقہ طور پر اس کی بیعت کا حلف اٹھائیں۔ چنانچہ انھوں نے اس زمانہ کے بڑے آدمیوں کو اور حجاز و عراق کے ارباب حل و عقد کو خطوط بھیجے تاکہ اس مسئلہ میں ان سے مشورہ کریں اور ان سب نے اس کو تسلیم کرلیا [۱۴۰]۔ پس اس کے پیرووں نے جو کوفہ میں تھے (خلیفہ کی حیثیت سے) اس

کے ہاتھ پر اجتماعی طور پر بیعت کرلی ۔ [۱۴۱]

"اس (السفاح) نے اپنے بھائی المنصور کو اپنا جانشین مقرر کیا [۱۴۲] اور المنصور نے باری باری سے اپنے بیٹوں کو نامزد کیا ۔ اس طرح وہ (خلافت) عباسیوں میں یا تو نامزدگی کے ذریعہ یا اس دور کے لوگوں کی رضامندی سے منتقل ہوتی رہی المستعصم تک جو بغداد میں اس خاندان کا آخری خلیفہ ہوا ۔ پھر جب ہلاگو بغداد پر قابض ہوگیا اور اسے قتل کر دیا تو اس کے قرابتدار منتشر ہوگئے اور ان میں سے ایک احمد الحاکم جو الراشد کی اولاد میں تھا ، قاہرہ پہنچا جہاں الظاہر بیبرس نے اسے مصر میں [۱۴۳] منصب خلافت پر فوج کے ارباب حل و عقد اور فقیہوں کے اتفاق رائے سے فائز کر دیا ۔ یہ منصب اس کے خاندان کے افراد میں منتقل ہوتا ہوا اس شخص تک پہنچا ہے جو آج کل مصر میں ہے ۔ ان واقعات کے خلاف ابھی تک ہمیں کسی اور بات کا علم نہیں ہے ۔"

اس (یعنی تیمور) نے پھر اس دعویدار سے کہا ، "تم نے قاضیوں اور فقیہوں کی گفتگو سن لی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ (خلافت) جو تم مجھ سے طلب کر رہے ہو وہ تمہارا حق نہیں ہے ۔ پس تم واپس چلے جاؤ ۔ خدا سیدھے راستہ پر تمہاری رہنمائی کرے !"

امیر تیمور سے ملاقات کے بعد قاہرہ کو واپسی

جب میں اس سے ملا تھا اور اس کے پاس پہنچنے کے لئے فصیل قلعہ سے لٹکایا گیا تھا ، جیسا کہ بیان کیا جاچکا

ہے [۱۴۴] ، اس وقت میرے ایک دوست نے [۱۴۵] جو اپنی سابقہ
واقفیت کی بنا پر ان لوگوں کے رسم و رواج کو خوب جانتا
تھا ، مجھے مشورہ دیا کہ میں کوئی تحفہ اس کی خدمت میں لے
جاؤں خواہ وہ کتنا ھی کم قیمت کیوں نہ ھو ، اس لئے کہ
ان کے فرمانرواؤں [۱۴۶] سے ملاقات کرنے کی یہ ایک مقررہ رسم
ہے ۔ لہذا میں نے کتب فروشوں کے بازار سے قرآن مجید کا
ایک نہایت خوبصورت نسخہ [۱۴۷] ، ایک نفیس جائے نماز اور
ایک نسخہ البوصیری [۱۴۸] کے مشہور قصیدہ بردہ کا جو
آنحضرت صلعم کی مدح میں ہے ، اور مصر کی اعلیٰ درجہ
کی مٹھائیوں [۱۴۹] کے چار ڈبے خریدے ۔ میں ان تحائف
کو لیکر اس کی خدمت میں حاضر ھوا اور اس وقت وہ
(تیمور) قصر الابلق [۱۵۰] کی دربار گاہ میں بیٹھا ھوا تھا ۔

جب اس نے مجھے آتے دیکھا تو وہ کھڑا ھوگیا اور
مجھے اپنی دائیں طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا جہاں میں ایک
نشست پر بیٹھ گیا ، چغتائی قبیلہ کے کچھ اکابر اس کے دونوں
طرف بیٹھے ھوئے تھے ۔ تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد
میں اس کے سامنے پہنچ گیا اور ان تحائف کی جانب اشارہ کیا
جن کا ذکر میں کرچکا ھوں اور جو میرے ملازموں کے ھاتھوں
میں تھے ۔ میں نے انہیں نیچے رکھوایا اور وہ میری طرف
متوجہ ھوا [۱۵۱] ۔ پھر میں نے مصحف کو کھولا اور جب اس
نے اسے دیکھا تو وہ بہ عجلت تمام اٹھا اور اسے اپنے سر پر
رکھ لیا [۱۵۲] ۔ پھر میں نے قصیدۂ بردہ اس کی خدمت میں پیش

کیا ۔ اس نے اس کے بارے میں اور اس کے مصنف کے بارے میں مجھ سے سوالات کئے اور مجھے جو کچھ معلوم تھا میں نے بیان کر دیا ۔ پھر میں نے اس کی خدمت میں جائے نماز پیش کی جسے اس نے لیا اور چوما ۔ پھر میں نے اس کے سامنے مٹھائیوں کے ڈبے رکھے اور اس نے رسم کے مطابق از راہ اخلاق [۱۵۳] ایک ڈبہ میں سے ذرا سی مٹھائی لیکر کھائی اور ڈبہ کی باقی ماندہ مٹھائی حاضرین دربار میں تقسیم کردی ۔ اس نے یہ سب تحائف قبول کر لئے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ۔

پھر میں نے اپنے متعلق اور اپنے چند ساتھیوں [۱۵۴] کے متعلق جو وھاں تھے، اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کے لئے الفاظ پر غور کرنا شروع کیا ، اور میں نے کہا : "اللہ آپ کی مدد کرے، مجھے آپ کے حضور میں کچھ عرض کرنا ھے ۔" اس نے کہا کہ "کہو" اور میں نے کہنا شروع کیا :

"میں اس ملک میں دو گونہ اجنبی ھوں [۱۵۵] ۔ اولاً یہ کہ میں المغرب [۱۵۶] سے دور ھوں جو میرا وطن اور میرا مولد و منشا ھے ۔ ثانیاً یہ کہ میں قاھرہ سے دور ھوں ، اور میرے اور میری قوم کے لوگ وھیں ھیں [۱۵۷] ۔ میں آپ کے سایۂ عاطفت میں آ گیا ھوں اور مجھے امید ھے کہ آپ مجھے اس چیز کی ھدایت فرمائیں گے جو اس جلاوطنی میں آپ کی رائے میں میرے لئے باعث تسکین ھو۔"

اس نے جواب دیا : "کہو جو کچھ تم چاھتے ھو، میں ویسا ھی کروں گا ۔"

میں نے کہا : " میری اس جلاوطنی کی حالت نے میرے دل سے میری خواھشات بھلادی ھیں۔ شاید آپ — اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے — مجھے بتاسکیں گے کہ میں کیا چاھتا ھوں [۱۵۸] ۔

اس نے جواب دیا : " شہر سے نقل مقام کرکے لشکر گاہ [۱۵۹] میں آجاؤ اور میرے پاس (قیام کرو) ، انشاءاللہ میں تمہاری بڑی سے بڑی خواھش پوری کروں گا ۔"

میں نے اس سے کہا : " آپ اپنے نائب شاہ ملک کے نام میرے بارے میں حکم صادر فرمادیں ۔" اس نے اشارہ کیا کہ اس کا اجرا کر دیا جائے [۱۶۰] ۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے دعا دی اور کہا : " میری ایک اور (درخواست) بھی ھے ۔" [۱۶۱]

اس نے پوچھا : " وہ کیا ھے ؟"

میں نے جواب دیا : "یہ معلمین قرآن [۱۶۲] ، یہ معتمدین ، یہ دفتری عہدیدار اور عمال جنہیں سلطان مصر اپنے پیچھے چھوڑ گیا ھے ، یہ سب آپ کے زیر حکومت آگئے ھیں اور بادشاہ [۱۶۳] یقیناً ان کی طرف سے غافل نہیں ھوسکتا [۱۶۴] ۔ آپ کا اختیار بیکراں ھے ، آپ کی عملداری بہت وسیع ھے اور آپ کی حکومت کو ایسے آدمیوں کی جو سرکاری ملازمت کے مختلف شعبوں میں نظم و نسق کا تجربہ رکھتے ھوں ، کسی اور شخص کے مقابلہ میں زیادہ ضرورت ھے ۔" [۱۶۵]

اس نے مجھ سے پوچھا : " اور تم ان کے بارے میں کیا چاھتے ھو ؟"

میں نے جواب دیا : ”امان نامہ“ [166] تاکہ وہ اسے دکھا سکیں اور ہر حال میں اس پر اعتماد کرسکیں۔“

اس نے اپنے کاتب سے کہا : ”ان کے لئے اس قسم کا امان نامہ تحریر کردو۔“

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے دعا دی اور کاتب کے ساتھ باھر چلا آیا یہاں تک کہ امان نامہ تحریر میں آگیا اور شاہ ملک نے اسپر سلطانی مہر [167] ثبت کردی۔ پھر میں اپنی قیام گاہ پر واپس آگیا۔ [168]

جب تیمور کے سفر کا زمانہ قریب آیا اور اس نے دمشق [169] چھوڑنے کا ارادہ کرلیا تو میں ایک دن اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باھمی سلام و دعاء [170] کے بعد وہ میری جانب متوجہ ہوا اور اس نے کہا : ”کیا تمہارے پاس یہاں کوئی خچر ہے؟“ [171]

میں نے جواب دیا ”ہاں“۔

اس نے کہا : ”کیا یہ اچھا ہے؟“

میں نے جواب دیا : ”ہاں۔“

اس نے کہا ، ”کیا تم اسے فروخت کرو گے؟ میں تم سے اسے خریدنا چاھتا ہوں۔“

میں نے جواب دیا : ”اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے! مجھ جیسا آدمی آپ جیسے آدمی کے ساتھ خرید و فروخت نہیں کرسکتا ، لیکن میں اظہار عقیدت کے طور پر اسے آپ کی خدمت

میں پیش کئے دیتا ھوں [۱۷۲] ، اور اس جیسے دوسرے جانور بھی اگر میرے پاس ھوتے ۔"

اس نے کہا : "میرا مطلب محض یہ تھا کہ میں تمہیں اس کا صلہ فیاضی سے دوں ۔" [۱۷۳]

میں نے جواب دیا : "کیا آپ کے گذشتہ احسانات کے بعد بھی کوئی ایسا احسان ھے جو باقی رہ گیا ھے؟ آپ نے مجھ پر احسانات کا انبار لگا دیا ھے ، آپ نے اپنے دربار میں مجھے اپنے خاص درباریوں میں جگہ دی ھے اور مجھ پر مہربانی اور احسان فرمایا ھے جس کے لئے مجھے اللہ سے امید ھے کہ وہ آپ کو ایسا ھی بدلہ دے گا ۔"

وہ خاموش ھوگیا اور ساتھ ھی میں بھی ۔ دربار میں میری موجودگی کے دوران یہی خچر اس کے پاس لایا گیا اور پھر میں نے اسے نہیں دیکھا ۔ [۱۷۴]

پھر ایک اور دن میں اس کی خدمت میں حاضر ھوا اور اس نے مجھ سے پوچھا : "کیا تم قاھرہ جا رھے ھو ؟"

میں نے جواب دیا : "اللہ آپ کو نصرت عطا فرمائے ! بلاشبہ میری خواھش صرف اتنی ھے کہ آپ کی خدمت کروں اس لئے کہ آپ نے مجھے پناہ دی ھے اور میری کفالت فرمائی ھے ۔ اگر قاھرہ کا سفر آپ کی خدمت کے لئے ھو تو بہتر ھے ، ورنہ اس کی میرے دل میں کوئی تمنا نہیں ھے ۔" [۱۷۵]

اس نے کہا : "نہیں ، بلکہ تم اپنے اھل و عیال میں اور اپنے لوگوں میں [۱۷۶] واپس چلے جاؤ گے ۔"

پھر وہ اپنے صاحبزادے [۱۷۷] کی طرف مخاطب ہوا جو شقحب میں اس مقام تک سفر کرنے والا تھا جہاں موسم بہار میں مویشیوں کو چرائی کے لئے بھیجا جاتا ہے [۱۷۸]، اور اس سے مصروف گفتگو ہوگیا ۔ ہم دونوں میں ترجمانی کے فرائض ادا کرنے والے فاضل عبدالجبار نے مجھ سے کہا : "سلطان اپنے صاحبزادے کو [۱۷۹] آپ کے متعلق تاکید فرما رہے ہیں ۔" اور اس پر میں نے اسے دعا دی ۔

پھر میں نے خیال کیا کہ اس کے لڑکے کے ساتھ سفر کرنے کا کوئی واضح مقصد پیش نظر نہیں [۱۸۰]، اور میرے لئے یہ امر قابل ترجیح [۱۸۱] ہوگا کہ میں صفد جاؤں جو ہم سے قریب ترین سمندری بندرگاہ ہے [۱۸۲]۔ جب میں نے اس سے اس کا ذکر کیا تو وہ اس پر راضی ہوگیا اور مجھے اس قاصد کی حفاظت میں دے دیا جو اس کے پاس صفد کے حاجب ابن الدویداری [۱۸۳] کی طرف سے آیا تھا ۔ پھر میں نے اسے (تیمور کو) خدا حافظ کہا اور رخصت ہوگیا ۔ [۱۸۴]

اور میرے اور اس قاصد کے مابین راستہ کا اختلاف ہوگیا [۱۸۵]۔ پس میں اس سے الگ ہوگیا اور وہ مجھ سے ، اور میں نے اپنے دوستوں کی جماعت کے ساتھ سفر کیا ۔ لیکن قبائلیوں [۱۸۶] کے ایک دستے نے ہمارا راستہ روک لیا ، اور جو کچھ ہمارے پاس تھا ، لوٹ لیا ۔ ہم بچ کر وہاں کے ایک گؤں میں (تقریباً) عریاں حالت میں [۱۸۷] پہنچے ، اور دو تین دن کے بعد ہم الصبیبہ پہنچے [۱۸۸] ، جہاں سے دوسرے کپڑے حاصل کئے اور پھر ہم صفد [۱۸۹] روانہ ہوگئے جہاں ہم نے چند

دن تک قیام کیا ۔

پھر ایشیائے کوچک کے سلطان ابن عثمان کے جہازوں میں سے ایک جہاز ہمارے پاس سے گزرا [۱۹۰] جس میں ایک سفیر بھی تھا جو سلطان مصر کی طرف سے اس کے پاس گیا تھا اور جو اس کا جوابی پیام [۱۹۱] لیکر واپس جارہا تھا ۔ میں نے ان کے ساتھ سوار ہوکر غزہ [۱۹۲] تک سفر کیا جہاں میں آترا اور پھر وہاں سے عازم قاہرہ ہوگیا ۔ میں اسی سال یعنی سنہ ۸۰۲ھ [۱۹۳] میں شعبان کے مہینہ میں وہاں پنہچ گیا ۔

سلطان مصر نے اپنے دربار سے ایک سفیر [۱۹۴] صلح کی پیشکش قبول کرنے کی غرض سے امیر تیمور کی خدمت میں بھیجا تھا جس کی خواهش اس (تیمور) نے (سلطان) سے کی تھی ۔ وہ (سفیر) میرے پیچھے پیچھے اس (تیمور) کی خدمت میں پہنچا [۱۹۵] اور اپنا مفوضہ فرض پورا کرنے کے بعد وہ (قاھرہ) واپس چلا گیا جہاں وہ میرے بعد پہنچا ۔ اس نے اپنے ایک دوست کو یہ پیغام دے کر میرے پاس بھیجا کہ "امیر تیمور نے میرے ذریعہ آپ کو اس خچر کی قیمت بھیجی ھے جو اس نے آپ سے خریدا تھا ۔ یہ ھے وہ رقم، اسے لے لیجئے اس لئے کہ اس (تیمور) نے ہمیں تاکید کی تھی کہ آپ کی رقم ادا کرکے اسے آپ کے قرض سے سبکدوش کردیا جائے ۔" [۱۹۶]

میں نے کہا : "میں اسے اس وقت تک قبول نہ کروں گا جب تک کہ سلطان جس نے تمہیں اس کے پاس بھیجا تھا، مجھے اجازت عطا نہ کردے، ورنہ میں نہ لوں گا ۔" میں رئیس حکومت [۱۹۷] کی خدمت میں گیا اور اسے حقیقت حال سے

مطلع کیا۔ اس نے مجھ سے کہا : ''کیا بات ہے؟'' میں نے جواب دیا : ''میرے لئے زیبا نہیں کہ آپ کو اطلاع کئے بغیر ایسا کروں (یعنی رقم کو قبول کرلوں) ۔'' لیکن اس نے اس سے چشم پوشی کی اور ان لوگوں نے وہ رقم کچھ عرصہ بعد مجھے بھیجدی ۔ حامل رقم نے معذرت چاہی کہ رقم پوری نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ وہ اسے اسی حالت میں دی گئی تھی ۔ میں نے اس کشایش پر اللہ کا شکر ادا کیا ۔

اس وقت[۱۹۸] میں نے ایک خط[۱۹۹] المغرب کے حاکم[۲۰۰] کولکھا جس میں میں نے اسے اطلاع دی کہ میرے اور تاتاری سلطان (تیمور) کے درمیان کیا گزری ، اور یہ کہ کس طرح سے دمشق میں ہم دونوں کی ملاقات ہوئی[۲۰۱] ۔ یہ بات میں نے اپنے خط[۲۰۲] کے ایک حصہ میں لکھی جس کی اصل عبارت یہ ہے :

''اگر آپ از راہ کرم میری خیریت[۲۰۳] دریافت کرنا چاہتے ہیں تو الحمد للہ وہ بہت ٹھیک ہے ۔ سال ماقبل میں[۲۰۴] میں شاہی جماعت کے ساتھ دمشق گیا تھا جب کہ تاتاریوں نے ایشیائے کوچک اور عراق سے اپنے بادشاہ[۲۰۵] تیمور کے ساتھ اس کی جانب کوچ کرکے حلب ، حماہ ، حمص اور بعلبک پر غالب آکر ان سب کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی ، اور وہاں اس کے فوجیوں نے ایسے شرمناک مظالم کئے تھے جو اس سے قبل کبھی سننے میں نہیں آئے تھے ۔ سلطان (فرج) اپنی افواج کے ساتھ اس ملک کو بچانے کے لئے بہ عجلت تمام روانہ ہوا اور دمشق میں پہلے پہنچ گیا ۔

وہ وہاں اس (تیمور) کے مقابلہ میں تقریباً ایک مہینہ تک[206] ٹھہرا رہا، پھر لوٹ کر قاہرہ چلا گیا جبکہ بہت سے امیر اور قاضی پیچھے رہ گئے۔ اس طرح سے چھوڑے ہوئے لوگوں میں میں بھی تھا۔

"مجھے خبر ملی تھی کہ ان کے سلطان تیمور نے میرے بارے میں دریافت کیا تھا، پس میرے پاس اور کوئی چارۂ کار نہ تھا سوائے اس کے کہ میں اس سے ملاقات کروں[207]۔ چنانچہ میں دمشق سے نکل کر اس سے ملنے کے لئے گیا اور میں نے اس کے دربار میں حاضری دی۔ اس نے تلطف کے ساتھ میری پذیرائی کی اور میں نے اس سے دمشق کے باشندوں کے لئے امان حاصل کی[208]۔ میں ۳۵ دن تک اس کی معیت میں رہا اور صبح و شام اس کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا[209]۔ پھر اس نے مجھے رخصت کردیا اور انتہائی خوشگوار حالات[210] میں مجھے الوداع کہا اور میں قاہرہ واپس آگیا۔

"اس نے مجھ سے میری سواری کا خچر طلب کیا جسے میں نے اس کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اسے خریدنا چاہا، لیکن میں نے (اس کے ہاتھ اسے بیچنا) پسند نہیں کیا، بوجہ اس لطف و کرم کے جو اس نے مجھ سے روا رکھا تھا۔ لیکن میرے مصر روانہ ہوجانے کے بعد اس نے سلطان (فرج) کے ایک قاصد[211] کے ذریعہ جو وہاں تھا، اسکی قیمت مجھے بھجوادی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے دنیوی مصائب سے رہائی دیدی۔[212]

”یہ تاتاری لوگ [۲۱۳] وہ ھیں جو ماورائے جیحون کے صحرائی علاقے سے — جو اس کے اور چین کے درمیان واقع ہے — اپنے مشہور بادشاہ چنگیز خاں [۲۱۴] کی سرکردگی میں سنہ ۶۲۰ھ اور ۶۲۹ھ کے درمیان نکلے تھے - اس نے سلجوقیوں اور ان کے باجگزاروں سے عراق العرب تک کا سارا مشرقی علاقہ فتح کرلیا اور اپنی سلطنت کو اپنے تین بیٹوں ، جغتائی ، طولی اور دوشی خان میں تقسیم کردیا -“

”جغتائی ان سب میں بڑا [۲۱۵] تھا - اس کے حصے میں ترکستان ، کاشغر ، الصاغون [۲۱۶]، الشاش [۲۱۷] ، فرغانہ اور دریائے جیحون سے پرے کا باقی ماندہ علاقہ آیا تھا - طولی کے حصہ میں خراسان ، عراق العجم ، رے کا عراق العرب تک کا علاقہ ، فارس ، سجستان اور سندھ - اس کے بیٹے قبلای اور ھلاگو تھے - دوشی خان کے حصہ میں بلاد قپچاق بشمولیت صرائی اور خوارزم [۲۱۸] تک کا ترکستانی علاقہ آیا -

”ان کا ایک چوتھا بھائی بھی تھا جس کا نام اوقدائی تھا اور جو ان سب کا سردار تھا [۲۱۹] جسے وہ 'خان' کہتے تھے جس کے معنی ھیں صاحب تخت ' جو اسلامی ممالک میں خلیفہ کا مترادف ہے - وہ لاولد مرا ' اس لئے خانی قبلای کو منتقل ھوگئی اور بعد کو دوشی خان کی اولاد میں چلی گئی جو صرائی کے حاکم تھے - تاتاریوں کی حکومت انھی تین خاندانوں میں چلتی رھی -

” ھلاگو [۲۲۰] نے بغداد اور عراق العرب ، دیار بکر اور فرات تک تمام ملک فتح کرلیا - اس کے بعد اس نے شام پر

چڑھائی کی اور اسے فتح کرلیا ۔ بعد کو وہ اسے (شام کو) چھوڑ کر چلا گیا ، لیکن اس کے بیٹوں نے اس پر بار بار فوج کشی کی ، مگر مصر [۲۲۱] کے ترکی سلاطین نے انھیں پسپا کردیا یہاں تک کہ ہلاگو کی اولاد کی حکومت سنہ ۷۴۰ھ اور ۷۴۹ھ کے درمیانی عرصہ میں ختم ہوگئی ۔ [۲۲۲]

" ان کے بعد شیخ حسن النوین [۲۲۳] اور اس کی اولاد برسر حکومت آئی ۔ ان کی سلطنت ان کے خاندان کے افراد کے مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئی اور شام و مصر کے حاکموں سے جو مخالفت انہیں تھی ، اس کا بھی خاتمہ ہوگیا ۔

" پھر آٹھویں صدی کے ساتویں یا آٹھویں عشرہ میں ماوراء النہر کے جغتائی خاندان کا ایک امیر اٹھا جس کا نام تیمور تھا اور جو عوام میں تمر کے نام سے مشہور تھا ۔ وہ ایک بچے کا ولی تھا جو اپنے آباء کی طرف سے چغتائی خاندان سے تھا اور اس کا رشتہ دار اور ہم نسب تھا ۔ وہ سب بادشاہ تھے اور یہ یعنی تیمور ابن طوغان [۲۲۴] ان کے والد کی طرف سے ان کا چچازاد بھائی تھا ۔ اس نے وارث تخت و تاج کو جس کا نام محمود تھا ، اپنی ولایت میں لے لیا اور اس کی ماں صرغتمش [۲۲۵] سے اس نے شادی کرلی ۔ اس نے تاتاریوں کی تمام سلطنتوں پر اقتدار حاصل کرنے کی سعی کی اور انہیں دیاربکر تک فتح کرلیا ۔

" پھر اس نے ایشیائے کوچک اور ہند پر تاخت کی اور اس کی افواج نے ان سارے علاقوں کو لوٹا اور ان کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کیا ۔ یہ ایک ایسی لمبی داستان

ہے جس کا بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں۔ [۲۲۶] اس کے بعد اس نے شام پر حملہ کیا اور وہاں وہ سب کچھ کیا جس کا علم سب کو ہے۔ اللہ اپنے امور پر خود ہی غالب ہے [۲۲۷]۔ آخرکار وہ اپنے ملک کو واپس چلا گیا اور خبریں مل رہی ہیں کہ وہ اپنے دارالسلطنت سمر قند [۲۲۸] کی جانب کوچ کر رہا ہے۔

" یہ لوگ تعداد میں اتنے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ اگر آپ یہ تصور کریں کہ وہ دس لاکھ ہیں تو اسے بہت زیادہ نہیں کہا جائیگا اور نہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بہت کم ہے۔ اگر وہ کسی ملک میں ایک ساتھ خیمہ‌زن ہوں تو تمام خالی جگہیں پر ہو جائیں گی اور اگر ان کی فوجیں کسی وسیع علاقہ میں سے گزریں تو وہ علاقہ ان کے لئے تنگ ہو جائے گا [۲۲۹]۔ اور یہ لوگ مستقل آبادیوں کی غارتگری، لوٹ مار اور قتل عام اور ان کو طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کرنے کے معاملہ میں حیرت انگیز ہیں [۲۳۰]، بوجہ اس کے کہ وہ اپنی نوجوانی کے زمانہ سے [۲۳۱] اس میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور (اس بارے میں) ان کی عادات عرب کے بدوؤں کی مثل ہیں۔ [۲۳۲]

" یہ بادشاہ تیمور نہایت عظیم الشان اور نہایت طاقتور بادشاہوں میں سے ایک ہے [۲۳۳]۔ بعض لوگ علم کو بھی اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ وہ رافضی ہے کیونکہ وہ خانوادۂ (علی) کے افراد کی نضیلت کا قائل ہے۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس سے جادو اور سحر منسوب کرتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بات بھی درست نہیں ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ بے انتہا ذہین اور صاحب

بصیرت ھے [۲۳۵] ، جن امور کو وہ جانتا ھے ان کے بارے میں اور جن امور سے وہ ناواقف ھے ان کے بارے میں بھی وہ بحث و مباحثہ کرنے کا عادی ھے۔ [۲۳۶]

”اس کی عمر ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان ھے۔ [۲۳۷] کم سنی میں ایک دھاوے کے موقع پر تیر لگ جانے کی وجہ سے اس کا دایاں گھٹنا لنگ کرتا ھے [۲۳۸] جیسا کہ خود اس نے مجھ سے بیان کیا تھا [۲۳۹] ۔ اس لئے جب وہ تھوڑی دور چلتا ھے تو پاؤں گھسیٹتے ھوئے چلتا ھے، لیکن جب وہ طول طویل مسافت پر جاتا ھے تو لوگ اسے اٹھائے پھرتے ھیں۔ بہر حال اللہ کا فضل و کرم اس کے شامل حال ھے — ملک اللہ کا ھے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاھتا ھے ، دے دیتا ھے۔“

قاھرہ میں قاضی کے عہدہ پر تیسری ، چوتھی اور پانچویں مرتبہ فائز ھونا

ان تمام ایام میں جب کہ میں سلطان تیمور کی معیت میں تھا ، قاھرہ سے میری غیر حاضری طول پکڑتی گئی اور میرے متعلق یہ خبر اڑ گئی کہ میرا انتقال ھو گیا ھے [۲۴۰] ۔ مالکی مذھب کے ایک فاضل جمال الدین الاقفھسی کو ترقی دیکر قاضی کے عہدے پر فائز کیا گیا تھا تاکہ وہ (اس عہدۂ جلیلہ کے) فرائض بجالائے ۔ اس شخص کا حافظہ نہایت قوی تھا ، وہ بہت دانشمند ، دیانت دار اور مخلص تھا اور ایسا شخص تھا جو لوگوں کی سعی سفارش سے بہت بلند تھا [۲۴۲] اور مذھبی امور میں انتہائی محتاط ۔ وہ اس سال جمادی الآخرہ میں عہدۂ قضا پر مقرر

هوا [۲۴۳] ۔ پھر جب میں قاهره واپس آیا [۲۴۴] تو انہوں نے اپنی زائے بدل دی اور وہ میری جانب پھر متوجہ ہوئے [۲۴۵] اور آنہوں نے مجھے دوبارہ (اسی) سال اواخر شعبان میں عہدۂ قضاۓ پر مقرر کردیا [۲۴۶] ۔ میں حسب سابق اس عہدہ پر فائز رہا [۲۴۷] اور اپنے فرائض منصبی دیانتداری سے بجا لاتا رہا ، اس طرح سے کہ میں نے خصوصی اغراض کو نظر انداز کیا اور ملزمین کے ساتھ همیشه انصاف برتا ۔

پس ان لوگوں نے میری مخالفت شروع کردی جو دیانتدارانہ طریقے سے فیصلے نہیں کرتے تھے اور جو خود اپنے نفس کے ساتھ بھی انصاف نہیں کرتے تھے ۔ چنانچہ آنہوں نے سلطان سے لگائی بجھائی کی تاکہ ایک مالکی فقیہ جمال الدین البساطی [۲۴۸] کو قاضی مقرر کردیا جائے ۔ اس شخص نے اس مقصد کے حصول کے لئے بیچ میں پڑنے والے کچھ اشخاص کو جو اس کے ساتھ سازش میں شریک تھے ، اپنی دولت کا ایک حصہ بطور رشوت پیش کیا تھا اور اپنے فیصلوں میں طرح طرح کی رعایتوں [۲۴۹] کا ان سے وعدہ کیا تھا ۔ اللہ ان سب کو کیفر کردار تک پہنچائے ! وہ رجب سنہ ۸۰۴ھ [۲۵۰] کے آخری ایام میں اس عہدہ پر فائز کردیا گیا ، لیکن بعد کو سلطان نے دوبارہ غور کیا اور اپنی سابقہ رائے میں ترمیم کردی اور اسی سال سنہ (۸۰۴)ھ [۲۵۱] کے آخری حصہ میں یہ عہدہ دوبارہ مجھ تک لوٹ آیا ۔ پس معاملات پہلے کی طرح چلتے رہے اور یہ حالت ایک سال اور دوسرے سال کے کچھ حصہ تک قائم رہی یہاں تک کہ البساطی کو اپنے منصب پر سنہ (۸۰۶)ھ [۲۵۲] میں

ماہ ربیع الاول کی چھٹی کو سابقہ معاوضے اور شرائط پر بحال کردیا گیا ۔ اس کے بعد ارباب حل و عقد نے ۱۰ شعبان ۷(۸۰)ھ [۲۵۳] کو پھر سے مجھے اسی جگہ پر مقرر کیا ، لیکن اسی سال [۲۵۴] ذوالقعدہ کے آخر میں انھوں نے یہ عہدہ مجھ سے لے کر ایک دفعہ پھر اس کے حوالہ کردیا ۔ انسانی امور میں تصرف اللہ ھی کے ھاتھ میں ھے۔ [۲۵۵]

(تم والحمد للہ)

شرح

۴ - تعریف میں نیز عبر میں ابن خلدون تیمور کے لئے بلا تمیز مختلف القاب استعمال کرتا ہے - وہ اسے کبھی امیر ، کبھی سلطان اور کبھی ملک کہتا ہے۔ سکّوں پر جو اس کے زمانے میں جاری ہوئے تھے ، تیمور کو عام طور پر امیر (" الامیر الا عظم " یا " الامیر المعظم ") کہا گیا ہے ، لیکن ہمیشہ " گورگان " کے اضافہ کے ساتھ (دیکھو اسٹینلے لین پول، Catalogue of Oriental Coins جلد ۷ ، صفحات ۴ تا ۲۰ ، جلد ۱۰ ، صفحات ۱۳۱ تا ۱۳۶ ، بار ٹولڈ ، الغ بیگ ، صفحات ۲۱۹ تا ۲۲۲)۔

" گورگان " یا " کورکان " سے " بادشاہوں کا داماد " یا " شادی کے ذریعہ بادشاہوں کا رشتہ دار " مراد ہے۔ (نجوم جلد ۶ ، صفحہ ۷۳ ، سطر ۲۱ ، صفحہ ۲۷۹ ، سطر ۱۹ - بار ٹولڈ ، Vorlesungen ، صفحات ۲۳۰ و ۲۳۱ ، الغ بیگ ، صفحات ۳۲ تا ۴۳ - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، مقالہ گورخان۔

ایرانی تالیفات میں تیمور کو عام طور پر " صاحب قران " کہا گیا ہے - (دیکھو شرف الدین ، نظام الدین شامی ، اشاریہ)۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس دور کے جملہ عربہ مؤرخوں میں ابن الفرات تیمور کو "مدبر مملکہ التتار" یعنی "مملکت تتار کا ناظم" کہتا ہے۔ ("تاریخ"، جلد ۹، صفحہ ۳۴۴، سطر ۵، صفحہ ۳۴۷، سطر ۱۷ - نیز دیکھو جلد ۹، صفحہ ۳۶۲، سطر ۸) - ایک اور جگہ لفظ "اتابک" بھی اس کے لئے استعمال ہوا ہے۔ ("تاریخ" جلد ۹، صفحہ ۱۲، سطر ۱۸)۔

"تتار" کے هجوں میں بھی ابن خلدون کی تحریروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اپنی کتاب عبر میں وہ همیشه اس لفظ کی عربی صورت "تتر" استعمال کرتا ہے، (عبر جلد۵، صفحه ۵۰۶، سطر ۵، صفحه ۵۰۶، سطر ۲۴، صفحه ۵۱۰، سطر ۲۶، صفحه ۵۲۵، سطر ۱۴، صفحه ۵۵۷، سطر ۱۲ اور دوسرے مقامات پر) لیکن اپنے مقدمه (جلد ۲ صفحات ۱۱۷ و ۱۹۲) میں اور اپنی تعریف میں اس کے هجے "ط" سے کئے گئے هیں یعنی "ططر"۔ "تعریف" کے مخطوطه ج، ورق ۱۳۴، سطر ۴ اور ورق ۱۴۰، سطر ۱۵ میں "ظظر" کے هجوں کو سهو کاتب سمجھ کر رد کیا جاسکتا ہے۔

ابن خلدون عام طور پر تاتاریوں کو ایک ترکی قبیله قرار دیتا ہے۔

قبیلوں کے ناموں کی حیثیت سے "منگول" اور "تتر" کے مختلف معانی کے لئے دیکھو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام،

لفظ تتر - مملوکی دور حکومت کے ترکی اسماء معرفہ کے
ھجوں کے بارے میں دیکھو جے - سوو ایہ (Sauvaget)
کی کتاب Noms et surnoms de Mamelouks،
ژورنل آزیاتیک، پیرس، سنہ ۱۹۵۰ صفحات ۳۱ تا ۵۸ -

۲ - جملہ ''لوٹ گیا ھے'' یہ تاریخی اعتبار سے معنی خیز ھے
اس لئے کہ شام اور مملوکی سلطنت کے ساتھ تیمور کا
یہ پہلا سابقہ نہ تھا - تیمور کے ھاتھوں فتح بغداد اور
بغداد کے سلطان احمد ابن اویس کے قاھرہ فرار ھوجانے
کے بعد (سنہ ۷۹۵ھ = سنہ ۱۳۹۳ء) تیمور نے مصر
کے سلطان برقوق کے پاس قاصد بھیجکر معاھدۂ دوستی کی
خواھش کی - برقوق نے منگولی قاصدوں کی خاطر داری
کرنے اور ان کے ساتھ مراسم مہمان نوازی برتنے کے
بعد انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا - اس اندیشہ سے
کہ کہیں تیمور اس کے خلاف چڑھائی نہ کر دے، برقوق
مصر سے روانہ ھوا اور دمشق اور حلب کی طرف بڑھا
اور اپنی فوج دریائے فرات کے کناروں تک بھیج دی -
تیمور نے جو شام کی طرف بڑھ رھا تھا، الرّھا (ایڈیسا)
پہنچنے کے بعد فیصلہ کیا کہ آگے نہ بڑھے اور دریائے
فرات پر مملوکی فوج سے نبرد آزمائی سے پہلو بچائے - لہذا
وہ واپس چلا گیا اور اپنی فوج کا رخ ھندوستان کی طرف
پھیر دیا جس کے دارالسلطنت دھلی کو اس نے سنہ ۸۰۰ھ
= سنہ ۱۳۹۹ء میں فتح کرلیا -

تیمور ابھی ھندوستان ھی میں تھا کہ اس نے برقوق

کے انتقال (۱۵ شوال ۸۰۱ھ = ۲۰ جون ۱۳۹۹ء) کی خبر سنی چونکہ وہ مدت دراز سے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا، اس لئے وہ اس موقع کو غنیمت جان کر بہ عجلت تمام سمرقند واپس چلا گیا اور خراسان، عراق، آرمینیہ، آذر بائیجان اور ایشیائے کوچک سے ہوتا ہوا سیواس پہنچا جسے اس نے تسخیر کرلیا اور پھر وہاں سے حلب کی طرف بڑھا۔ اس نے حلب کے مقام پر شامی فوج کو شکست دی (صفر سنہ ۸۰۳ھ = اکتوبر سنہ ۱۴۰۰ء)، شہر کو تباہ و برباد کردیا اور وہاں سے حمص اور بعلبک کی راہ دمشق پہنچا۔ عین اس موقع پر ابن خلدون اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کے اس حصہ کے حال کا آغاز کرتا ہے۔

۴

۳۔ اس کا اشارہ ہے اس وقت کے مملوک حکمران سلطان الملک الناصر فرج کی طرف جو برقوق کا بیٹا تھا اور جو سنہ ۷۹۱ھ = سنہ ۱۳۸۹ء میں پیدا ہوا اور دس برس کی عمر میں ۱۵ شوال سنہ ۸۰۱ھ = ۲۰ جون سنہ ۱۳۹۹ء کو تخت نشین ہوا۔ سنہ ۸۰۸ھ = سنہ ۱۴۰۵ء میں اسے معزول کردیا گیا، لیکن ستر دن کے وقفہ کے بعد اس نے زمام سلطنت پھر اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کی حکومت محرم سنہ ۸۰۸ھ = جون سنہ ۱۴۰۵ء سے شروع ہوئی اور سنہ ۸۱۵ھ = سنہ ۱۴۱۲ء تک قائم رہی جب اس نے ۲۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ دیکھو نجوم جلد ۶، جابجا، زبدہ، صفحہ ۱۰۶ سطر ۸۔

۴ - دیوان العطا یعنی وظایف دینے کا محکمہ ۔ ابن خلدون
یہ عام اصطلاح یہاں اسی طرح سے استعمال کرتا ہے
جس طرح سے وہ عبر میں (جلد ۷، صفحہ ۲۷۹ ، سطر ۱ ،
اور مقدمہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۰ ، سطر ۱۲ ، اور دیکھو
لین، صفحہ ۲۰۸۵ ، لفظ عطا) ان مصارف(جامکیہ) کے بارے
میں استعمال کرتا ہے جو مہم پر جانے والی مسلح افواج
کو دئے جاتے تھے اور جو خصوصی مصری دفاتر مالیات
(ناظر الخاص ، ناظر دیوان المفرد) میں سے کسی ایک
محکمہ کے افسروں کی جانب سے مہیا کئے جاتے تھے ۔
"تقسیم" (جس کے لئے "نَفَقَہ" کی عام اصطلاح
استعمال کی گئی ہے) سلوک (ورق ۴۲ الف سطر۲) اور
نجوم جلد۶ ، صفحہ۵۵ سطر۲) کے مطابق ۲۰ ربیع الاول
سنہ ۸۰۳ھ = ۱۳ نومبر سنہ ۱۴۰۰ء کو شروع ہوئی ۔
سلطان کے مملوکوں میں سے ہر ایک کو ۳۴۰۰ درہم
ملے تھے ۔

۵ - یہ اعلان سنہ ۸۰۳ھ کی ۲۹ ویں ربیع الاول = ۱۷
نومبر سنہ ۱۴۰۰ء کو ہوا ہوگا ۔ اس سے پہلے ھی جب
تیمور نے سیواس فتح کرلیا (۱۵ محرم سنہ ۸۰۳ = ۷
ستمبر سنہ ۱۴۰۰ء) تو حلب کے شامی لیڈروں نے خطرہ
کا احساس کرلیا تھا اور قاھرہ میں پے بہ پے خطرہ کی
اطلاعیں بھیجی تھیں ، مگر قاھرہ میں امداد کے لئے ان
درخواستوں پر سنجیدگی سے کوئی توجہ نہیں کی گئی اور
اسی لئے تیمور کے خلاف مصر میں جنگ کی کوئی تیاری

نہیں ہوئی ۔ برخلاف اس کے جیسا کہ ابن تغری بردی تلخی کےساتھ لکھتا ہے: (" قاہرہ کے امراء میں سے) ہر امیر کا بلند ترین مقصد ایسے ذرائع کا حاصل کرنا تھا جو مصر کی سلطنت کے حصول میں اس کے لئے سازگار ثابت ہوں اور میدان سے اس کے ہر حریف کو ہٹا سکیں"۔ (نجوم، جلد ٦ ، صفحہ ٣٦ ، سطر ١٢ ۔)

جب ٢٥ محرم ٨٠٣ھ = ١٧ ستمبر سنہ ١٤٠٠ء کو یہ اطلاع قاہرہ پہنچی کہ تیمور نے ملطیہ پر قبضہ کر بھی لیا ہے اور یہ کہ اس کی فوج کا ہراول عین تاب کی طرف کوچ کر رہا ہے تو سلطان فرج نے خلیفہ کو، قاضیوں کو اور امیروں کو طلب کیا تاکہ ان سے مشورہ کرے کہ فوج میں رقوم کی تقسیم میں مدد دینے کے لئے تاجروں سے کس طرح سے روپیہ حاصل کیا جائے۔ طویل بحث و مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ اطلاعات کی صداقت کی تحقیقات کرنے کی غرض سے ایک خاص امیر کو شام بھیجا جائے۔ جس شخص کو یہ کام تفویض ہوا اس کا نام امیر اسنبغا تھا اور وہ ٥ صفر سنہ ٨٠٣ھ = ٢٥ ستمبر ١٤٠٠ء کو روانہ ہوگیا ۔ سلطان اور اس کے مشیر ابھی تک اس امر سے آگاہ نہ تھے کہ حلب اور دمشق پر کوئی فوری خطرہ منڈ لا رہا ہے، اور جیسا کہ ابن تغری بردی نے بیان کیا ہے، " قاہرہ میں صورت حالات یہ تھی کہ غفلت اور بے اعتنائی ہر طرف چھائی ہوئی تھی اس لئے کہ مرکزی اقتدار معدوم تھا اور لوگوں کی آراء

میں باهم سخت اختلاف تھا۔" (نجوم ، جلد ٦ ، صفحه ٣٧ ، سطر ١٥) ۔

آخر ٢٣ صفر سنه ٨٠٣ھ = ١٣ اکتوبر سنه ١٤٠٠ء کو جب حلب کے نائب امیر تیمر داش اور امیر اسنبغا کے پاس سے اطلاع آئی جس میں اس سابقه دهشت ناک خبر کی تصدیق کی گئی تھی که تیمور عین تاب تک پهنچ گیا هے ، اس وقت کهیں جا کر فرج کی شامی مهم کے لئے زور شور سے تیاریاں شروع هوئیں ۔ (نجوم ' جلد ٦ ، صفحات ٣٧ و ٣٨) ۔

لیکن قاهره میں اس امر کا آخری فیصله کرنے تک ایک ماه اور گزر گیا که آیا مهم روانه کی جائے یا نهیں۔ قاهره حقیقی خطره سے اس قدر کم واقف تھا که جب یه خبر بھی پهنچی که تیمور حلب پر قابض هوگیا هے (٢٥ ربیع الاول سنه ٨٠٣ھ = ١٣ نومبر سنه ١٤٠٠ء) تو شروع شروع میں کسی نے اس کا یقین نهیں کیا ۔ لیکن جب فرج کا خاص ایلچی قاهره واپس آگیا اور اس نے اس وحشت ناک خبر کی تصدیق کر دی ۔ اس وقت جا کر کهیں تیمور کے خلاف جهاد کا اعلان هوا اور کها گیا که " وه تمهارا سب سے بڑا دشمن هے جس نے ملک پر قبضه کرلیا هے اور حلب پهنچ کر بچوں کو قتل کیا هے ... اور مساجد کو تاراج کیا هے .... " ۔ (نجوم ، جلد ٦ ، صفحه ٥٥ ، ٧) سطر

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "سلطان نے اعلان کیا کہ فوجیں شام کی طرف کوچ کرینگی۔" ان مختصر الفاظ میں لیت ولعل کی اس سہ ماہہ پالیسی کا اجمالی بیان ہے جو قاہرہ میں سلطان اور اس کے امراء نے اختیار کر رکھی تھی اور اس امر کا اظہار ہے کہ مملوکوں اور منگولوں کی آویزش اور کشمکش جو اتنے مہینوں سے جاری تھی، اب اپنی انتہائی شدت کو پنہچ چکی تھی۔

۶ - وظیفہ یعنی عہدہ۔ مصر کے زمانہ قیام میں اب تک ابن خلدون متعدد عہدوں پر فائز رہ چکا تھا۔ برقوق کے ماتحت مصر میں اس کا پہلا تقرر سنہ ۷۸۶ھ = سنہ ۱۳۸۴ء میں قاہرہ کے مدرسۂ قمحیہ میں پروفیسر کی حیثیت سے ہوا (عبر، جلد ۷، صفحہ ۴۵۲، سطر ۲۴۔ 'منہل' ورق ۹۴۔ الف، سطر ۱۹۔ سخاری، جلد ۴، صفحہ ۱۴۶، سطر ۶۔ نیز دیکھو مقریزی خطط، جلد ۲، صفحات ۳۶۴ و ۳۷۴)۔ یہ مدرسہ وہ تھا جسے سلطان صلاح الدین نے قائم کیا۔ تھا اور جو مالکی مذہب کی فقہ کی تعلیم کے لئے وقف تھا۔ ابن خلدون نصاب کے ڈائرکٹر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا اور اسی حیثیت سے اس نے کئی سال تک کام کیا۔

ابن خلدون نے برقوق کے مدرسۂ ظاہریہ کی مسجد میں بھی جو شارع بین القصرین میں واقع تھا، فقۂ مالکی کے استاد کی حیثیت سے کام کیا، پھر وہ فریضۂ حج کی ادائگی کے لئے مکہ روانہ ہوگیا (عبر، جلد ۷،

صفحہ ۴۵۳ ، سطر ۴) ۔ سنہ ۷۹۰ھ = سنہ ۱۳۸۸ء
میں مکہ سے واپسی پر برقوق نے اسے مدرسۂ صرغتمش
میں جس کا نام امیر سیف الدین صرغتمش کے نام پر
رکھا گیا تھا اور جسے صرغتمش نے وقف کی حیثیت دے
دی تھی ' حدیث کا درس دینے کے لئے مقرر کردیا ۔ (ابن
الفرات ، جلد ۹ ، صفحہ ۵۰ ، سطر ۱۶ ۔ خطط ، جلد ۲ ،
صفحہ ۴۰۳ ۔)

مدرسۂ صرغتمش سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ
ایک اہم صوفی مرکز یعنی بیبرسیہ خانقاہ کا ناظم مقرر
ہوا ۔ اس عہدہ سے نہ صرف اس کے وقار میں اضافہ ہوگیا
بلکہ اس سے اسےمالی فائدہ بھی پہنچا ۔ (تعریف ، مخطوطہ
الف، ورق ۶۳ ۔ الف ، سطر ۴ ، ورق ۷۰ ب ، سطر ۹) ۔

مگر یہاں " وظیفہ " سے مراد اس کے تعلیمی عہدے
یا مراتب نہیں ہیں بلکہ اس سے قاضی کا عہدہ مراد ہے ۔
ابن خلدون نے اپنے قیام مصر میں دو مرتبہ مالکی قاضی
القضاۃ کی حیثیت سے ملازمت کی تھی ۔ پہلی مرتبہ وہ ۱۹
جمادی الآخر ۷۸۶ھ = ۱۱ اگست سنہ ۱۳۸۴ء
کو برقوق کی جانب سے مقرر کیا گیا تھا ، لیکن اسے
۷ جمادی الاول سنہ ۷۸۷ھ = ۱۷ جون ۱۳۵۸ء کو
اس عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا ، بوجہ اس مخالفت
کے جو اس کی فقہی اصلاحات نے پیدا کردی تھی اور
بوجہ ان سازشوں کے جو اس کے خلاف کی گئی تھیں
(تفصیلی حال کے لئے دیکھو عبر ، جلد ۷ ، صفحات

۳۵۲ تا ۳۵۵ - اور دسلان ، مقدمہ ، جلد ۱ صفحات xxiv تا lxxxi) -

ابن خلدون دوسری مرتبہ چودہ سال کے بعد ۱۵ رمضان سنہ ۸۰۱ھ = ۲۲ مئی سنہ ۱۳۹۹ءکو مالکی قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوا ، لیکن برقوق کی موت سے تقریباً تین ماہ بعد ۱۲ محرم سنہ ۸۰۳ھ = ۳ ستمبر سنہ ۱۴۰۰ءکو پہلے کی طرح سازشوں کی وجہ سے پھر برطرف کردیا گیا - (تعریف ، مخطوطہ الف ، ورق ۵۷ - الف ، سطر ۴۲ ببعد) -

اس کے بعد وہ سرکاری زندگی سے کنارہ کش ہوگیا - چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ''میں اپنے سابقہ مشغلہ درس و تدریس ، مطالعہ اور تالیف و تصنیف کی طرف لوٹ آیا اور میں اس میں اس وقت تک مشغول رہا کہ سلطان نے شام کا سفر کیا تاکہ اپنے ملک سے تیمور کو پسپا کردے - '' (مخطوطہ الف ، ورق ۷۶ الف ، سطر ۱۸) - لہذا ابن خلدون اس موقع پر کسی سرکاری یا غیر سرکاری عہدہ پر فائز نہ تھا - وہ ''قاضی کے عہدہ سے بھی برطرف کیا جاچکا تھا - '' (ابن حجر ، ورق ۲۲۳ - سخاوی ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۴۶ ، سطر ۱۵) -

۷ - یشبک الشعبانی برقوق کا افسر خزانہ (خازندار) تھا اور ایک دوسرے امیر کے ساتھ برقوق کے کمسن بیٹے کا جو بعد کو سلطان فرج کہلایا ، اتالیق یا سر پرست (لالا) بھی مقرر

ہوا۔ (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۵، سطر ۱۰)۔ یشبک نے درباری امرا میں بہت طاقتور حیثیت پیدا کرلی تھی اور وہ اس جماعت کا بھی سردار بن گیا تھا جس نے بد دل امیروں کے طبقہ کے خلاف سلطان کی پر زور تائید کی تھی۔ ایک بغاوت کو کامیاب طریقہ سے کچلنے کے بعد یشبک شعبان سنہ ۸۰۲ھ = اپریل سنہ ۱۴۰۰ء میں دوادار یعنی مصر کا فوجی حاکم یا منتظم اعلیٰ بنادیا گیا۔ (نجوم جلد ۶، صفحہ ۴، سطر ۱۲ بعد)۔ وہ نام کو چھٹے درجہ پر فائز تھا، لیکن اس کے فرائض ایسے تھے جن کی وجہ سے وہ سلطان سے بہت قریبی تعلقات رکھتا تھا اس لئے کہ وہ سلطان کے احکام کی تعمیل کا نگراں تھا۔ دمشق جانے والی مہم میں یشبک سلطان کی معیت میں ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۸۰۱ھ = ۲۸ نومبر ۱۴۰۰ء کو ریدانیہ سے روانہ ہوا جب کہ اعلیٰ فوجی سردار ہراول کے ساتھ پہلے سے روانہ ہوچکے تھے۔ (العینی، ورق ۳۹ الف، سطر ۱۵ و ۱۹)۔ دیکھو نوٹ ۱۹۷۔ عام طور پر دوا دار کے عہدہ کے لئے دیکھو ابن خلدون کی اپنی تعریف (مقدمہ جلد ۲، صفحہ ۱۱، سطر ۲۴)۔

۸۔ ابن خلدون کی عدم رضامندی کی وجہ کے بارے میں صرف قیاس ہی کیاجاسکتا ہے۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً ۷۰ سال کی تھی اور ممکن ہے کہ وہ تالیف و تصنیف اور مطالعہ میں اس قدر مشغول ہوکہ اس نے سلطان کی پارٹی کے ساتھ جانا پسند نہ کیا ہو۔ اس موقع پر اس امر

کی پیش بینی نہیں کی جاسکتی تھی کہ یہ سفر اس
کی زندگی میں ایک بہت بڑے تجربہ کا موقع بہم پہنچائے
گا ، اگرچہ اس کی زندگی اس سے پہلے بھی طرح طرح
کے تجربات اور مہمات سے گزر چکی تھی۔

۹ - یشبک نے سلطان کی فوج کی همراهی میں ابن خلدون کے
جانے پر کیوں اصرار کیا ، اس کی توجیہ کرنی مشکل
ھے ۔ ابن خلدون اس وقت "برسر عہدہ" نہ تھا اور
اس لئے وہ خصوصیت سے پابند نہ تھا کہ سلطان کے ساتھ
جائے ۔ چونکہ سلطان کی عمر اس وقت صرف تیرہ سال کی
تھی اس لئے یہ کہنا مشکل ھے کہ آیا یشبک کا اصرار
(سلوک ، ورق ۲۳ الف ، سطر ۲۸ ، میں اسے "جبر" سے
تعبیر کیا گیا ھے) فرج کے حکم سے تھا یا نہیں۔ اسی طرح
یہ بھی واضح نہیں ھے کہ آیا ابن خلدون یشبک کا ذاتی
دوست تھا جیسا کہ وہ دوسرے سرکاری عمال کا تھا ،
اور یہ کہ یشبک اسے اس لئے ساتھ رکھنا چاھتا تھا
کہ وہ معاملہ فہم اور تجربہ کار تھا ۔

۱۰ - یہ معمول تھا کہ مصر کے چاروں قاضی القضاۃ — مالکی
شافعی ، حنبلی اور حنفی — مملوک سلطان کے ساتھ اس
کی فوجی مہمات میں ہم رکاب رھیں ۔ مصر میں ھر
مذھب کے لئے امور کا انصرام ایک الگ قاضی القضاۃ
کے ھاتھ میں تھا ، اور یہ وہ دستور تھا جو
مملوکی سلطان بیبرس (سنہ ۱۲۶۰ء تا سنہ ۱۲۷۷ء)
کے زمانہ سے جاری تھا ۔ لیکن اولیت شافعی مذھب

کے قاضی القضاۃ" کو حاصل تھی اس لئے کہ یہ مصر کا سرکاری مذہب تھا ۔ شافعی قاضی القضاۃ کا دوسرے قاضیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ اثر و اقتدار تھا ۔ اس کے علاوہ یتیم خانے، وصایا، اسناد وغیرہ بھی اسی کی تحویل میں تھے ۔ (دیکھو مقدمہ، جلد ۳، صفحات ۱ تا ۱۴ ۔ اور مزید تفصیلات کے لئے دیکھو ای ۔ ٹائن کی Histoire de l'organisation judiciaire en pays d'Islam مطبوعہ لیونز جلد ۱، ۱۹۳۸، جلد ۲، ۱۹۴۳ ۔)

اس زمانہ میں مالکی قاضی القضاۃ نور الدین علی ابن الخلال تھا (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۷۰، سطر ۹، صفحہ ۱۵۲، سطر ۱، تعریف مخطوطہ الف، ورق ۷۶ الف، سطر ۱۴) ۔ حنفی قاضی القضاۃ جمال الدین یوسف الملطی اپنی علالت کی وجہ سے شام نہ جاسکا ۔ (سلوک، ورق ۲۳ الف، سطر ۲۸ ۔ ابن ایاس، صفحہ ۳۲۸، سطر ۱۴ پر کہتا ہے کہ چاروں قاضی القضاۃ الملطی سمیت سلطان کے ہمراہ گئے تھے) ۔

۱۱ ۔ " ماہ میلاد النبی کے وسط " سے غالباً ۱۵ ربیع الاول سنہ ۸۰۳ھ = ۳ نومبر ۱۴۰۰ء مراد ہے لیکن بظاہر ابن خلدون نے یہاں (اور شاید دوسرے مقامات پر بھی) اس عبارت کو مبہم طریقہ سے سال کے ابتدائی حصہ کے معنوں میں استعمال کیا ہے ۔ (نیز دیکھو ذیل میں نوٹ ۴۶ ۔) درحقیقت سلطان اپنی باقاعدہ فوج، امراء اور قاضیوں کے ہمراہ ۳ ربیع الثانی سنہ

۸۰۳ھ = ۱۹ نومبر سنہ ۱۴۰۰ء کو قاہرہ سے
روانہ ہوا تھا ، (سلوک ، ورق ۲۴ الف ، سطر ۲۶ -
نجوم جلد ٦ ، صفحہ ٥٥ ، سطر ١٥) اور ریدانیہ چلا
گیا تھا جو شہر کے شمال میں میل سوا میل کے فاصلہ پر
پہلا باضابطہ فوجی پڑاؤ ہے۔ ہراول دستے (الجالیشں) ریدانیہ
سے جمعہ کے دن ۸ ربیع الثانی سنہ ۸۰۳ھ = ۲٦
نومبر سنہ ۱۴۰۰ء کو روانہ ہوئے۔ (سلوک ، ورق ۲٥
ب ، سطر ٥ - نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٥٦ ، سطر ۳) اور
سلطان ۱۰ ربیع الثانی سنہ ۸۰۳ھ = ۲۸ نومبر سنہ
۱۴۰۰ء کو فوج کے بڑے حصہ کے ساتھ بعد میں گیا
(سلوک ، ورق ۲۴ ب ، سطر ۸) -

۱۲ - یہ ۲۰ ربیع الثانی سنہ ۸۰۳ھ = ۸ دسمبر ۱۴۰۰ء کا
واقعہ ہے - (سلوک ، ورق ۲۴ ب ، سطر ۱٦ - نجوم ،
جلد ٦ ، صفحہ ٥٦ ، سطر ۹) -

۱۳ - ہراول دستے ۲۴ ربیع الثانی = ۱۲ دسمبر کو پھر
روانہ ہوئے۔ (سلوک ، ورق ۲۴ ب ، سطر ۱۹ - نجوم
جلد ٦ ، صفحہ ٥٧ الخ) اور فرج ۲٦ ربیع الثانی سنہ
۸۰۳ھ = ۱۴ دسمبر ۱۴۰۰ء کو روانہ ہوا
(سلوک ، ورق ۲۴ ب ، سطر ۱۹ - نجوم جلد ٦ ، صفحہ
٥۸ سطر ۲ - ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۲۸ ، سطر ۲۷
میں ۱٥ ربیع الثانی کو جو پیر کا دن دیا گیا ہے وہ صحیح
نہیں ہے) -

۱۴ - شقحب ایک منزل تھی جو غزہ سے دمشق جاتے ہوئے شاھراہ فوج اور ڈاک پر یا اس کے قریب وادی میں شامی دارالسلطنت کے جنوب میں تقریباً ۲۲ میل کے فاصلہ پر واقع تھی - یہ مقام کئی ایک لڑائیوں کا محل وقوع رہ چکا ہے، بالخصوص اس لڑائی کا جس کے بعد برقوق سنہ ۷۹۲ھ = ۱۳۹۰ء میں دوسری مرتبہ سلطان بنا تھا - سنہ ۸۰۳ھ = ۱۴۰۰ء میں فرج نے جو سفر کیا تھا، اس کے سلسلہ میں دوسرے مصنفین نے شقحب کا ذکر نہیں کیا - (شقحب کے لئے دیکھو زیٹرس ٹین (Zettersteen) کے اشاریے، ابن الفرات، جلد ۹، اور نجوم، جلد ٦) -

۱۵ - یہ جمعرات، ٦ جمادی الاول سنہ ۸۰۳ھ = ۲۳ دسمبر سنہ ۱۴۰۰ء کا دن تھا - (العینی، ورق ۳۹ ب، سطر ۱۹ - سلوک، ورق ۲۵ الف، سطر ۳۱ - نجوم، جلد ٦، صفحہ ۵۸، سطر ۴) - العینی کے قول کے مطابق فرج نے اپنے بدرقہ (رکاب) کو قلعہ میں رکھا جس میں غالباً سیکریٹری اور محکمہ کے دوسرے افسر بھی شامل تھے جو اس کے ساتھ قاہرہ سے روانہ ہوچکے تھے (العینی، ورق ۳۹ الف، سطر ۲۹) - نجوم (محل مذکور) کا بیان ہے کہ فرج قلعہ میں اس وقت تک قیام پذیر رہا جب تک کہ وہ اپنے کیمپ میں نہ چلا گیا (دیکھو نیچے کا نوٹ) - ابن ایاس (جلد ۱، صفحہ ۳۲۹، سطر ۴) بیان کرتا ہے کہ وہاں پہنچنے پر وہ القصر الابلق میں چلا گیا

کرتا ہے کہ وھاں پہنچنے پر وہ القصر الابلق میں چلا گیا تھا جو قلعه کے مغرب میں شہر کی فصیل کے باھر واقع تھا، اور جمعه کے روز اس نے شہر میں نماز ادا کی تھی - (اس قصر کے بارے میں آئندہ نوٹ ۳۰ دیکھئے) -

ابن خلدون دمشق میں اجنبی نه تھا۔ اس شہر میں یه اس کی پہلی آمد نه تھی۔ تقریباً سات ماہ پیشتر ھی (رجب سنه ۸۰۲ھ = مارچ ۱۴۰۰ء) وہ سلطان فرج کی فوج کے ساتھ شام کے باغی عمال تنم اور ایتمش کے تعاقب میں وھاں گیا تھا - اس وقت ابن خلدون قاضی القضاۃ کی حیثیت سے فرج کے همراہ گیا تھا (ابن ایاس ، جلد ۱، صفحه ۳۱۵ ' سطر ۲۰ ، صفحه ۳۲۱ ، سطر ۲۷، صفحه ۳۲۳) - فرج ۲ شعبان سنه ۸۰۲ھ = ۲۹ مارچ ۱۴۰۰ء کو دمشق پہنچا تھا (نجوم جلد ۶، صفحه ۳۹، سطر ۱)- وہ ۴ رمضان سنه ۸۰۲ھ = ۲۹ اپریل ۱۴۰۰ء (نجوم جلد ۶ ، ورق ۴۱)- کو پھر وھاں سے چلا گیا - ابن خلدون خود دمشق میں اپنے پہلے قیام کا صراحت سے ذکر کرتا ھے اور لکھتا ھے که اس نے دمشق کے کتب خانوں میں عربی مخطوطات کے بارے میں کچھ تحقیقاتی کام کیا تھا (دیکھو مقدمه ، جلد ۲ ، صفحات ۲۰۰ و ۲۰۱)-

یہاں یه امر قابل ذکر ھے که اس وقت ابن خلدون نے دمشق سے واپسی پر یروشیلم کے مقامات مقدسه کی زیارت کرنے کے لئے فرج سے اجازت طلب کی تھی جو اسے مل گئی تھی - ابن خلدون یقیناً فرج سے پہلے

دمشق سے روانہ ہوگیا ہوگا اس لئے کہ وہ آخر ماہ رمضان سنہ ۸۰۲ھ = ۲۱ مئی سنہ ۱۴۰۰ء میں غزہ میں دوبارہ سلطان کی پارٹی سے مل گیا تھا ۔ (دیکھو تعریف ، مخطوطہ الف ، ورق ۷٦ الف) ۔

یہ امر کہ ابن خلدون نے یروشیلم کی زیارت کی تھی اب تک نا معلوم رہا تھا اور اس کی مکمل "خود نوشت سوانح عمری" ھی سے اس کا پہلی مرتبہ انکشاف ہوا ہے ۔ یروشیلم ، بیت اللحم اور حبرون کی زیارت کے سلسلہ میں اس کے بیان کے لئے دیکھو تعریف ، مخطوطہ الف ، ورق ۷٦ ، سطر ۵ تا ۱۴ ۔

۱٦ - تیمور بعلبک سے ۳ جمادی الاول سنہ ۸۰۳ھ = ۲۰ دسمبر ۱۴۰۰ء کو روانہ ہوگیا تھا ۔ (دیکھو شرف الدین ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۱۳) ۔

۱۷ - ابن خلدون کا یہ فقرہ "اپنے خیمے اور عمارات قائم کئے (ضرب) "خیامہ وابنیاتہ) غیر معمولی ہے ۔ غالباً "ابنیاتہ" سے پہلے ایک اور لفظ درج کرنا چاہئے تھا ۔ یہ "عمارات" غالباً عارضی تعمیرات تھیں ۔ ابن عرب شاہ (جلد ۲ ، صفحہ ۲٦ - اس کی تاریخیں غلط ھیں) بیان کرتا ہے کہ قبہ یلبغا میں فرج کی افواج "گھروں اور اقامت گاھوں (البیوت و المساکن) میں جاگزین ہوگئیں ۔" تیمور بھی جب کبھی کسی طویل مدت کے لئے خیمہ زن ہوتا تھا ، تو اپنے لئے اور بڑے

امراء کے لئے مکانات تعمیر کراتا تھا جیسا کہ اس نے حما میں اپنے بیس دن کے قیام کے دوران میں بنائے تھے (شرف الدین ، جلد ۳ ، صفحہ ۱۰۸)۔

۱۸ - قبہ (لغوی معنی "گنبد"، مگر اس سے یہاں چھوٹی عبادت گاہ مراد ہے) یلبغا دمشق کے جدید میدان کے ایک سرے پر شہر کی فصیلوں کے جنوب میں تقریباً دو میل کے فاصلہ پر مسجد القدم کے قریب تھا ۔ اسے یلبغا الیحیاوی نے ۷۴۷ھ میں تعمیر کرایا تھا اور اس نے اس کا نام قبہ النصر رکھا تھا (نجوم جلد ۵ ، صفحہ ۲۶ ، سطر ۸ ۔ جبل قسیون پر بھی ایک اور قبہ النصر تھا) ۔

۱۹ - قبہ یلبغا پر تیمور کا جو دیدبان تھا اسے ابن عرب شاہ (جلد ۲ ، صفحہ ۲۰ ، سطر ۵) قبہ سیّار کہتا ہے اور شرف الدین (متن ، جلد ۲ ، صفحہ ۳۱۳ ، سطر ۹) کا بھی بیان ہے کہ تیمور نے بعلبک سے روانہ ہونے کے بعد ایک پہاڑی کے دامن میں جسے قبہ سیّار کہتے تھے ، پڑاؤ ڈالا تھا (شرف الدین ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۱۶ ، Cobbei Seiar)۔ قبہ سیّار ربوہ (یا ربوہ) کے قریب قبہ یلبغا کے مغربی جانب تقریباً دو میل کے فاصلہ پر پہاڑی کی ڈھلان پر واقع تھا اور وہاں سے نہ صرف دمشق بلکہ اس کے گردا گرد ہرمون کی پہاڑی تک کا پورا وسیع علاقہ صاف دکھائی دیتا تھا ۔ (دیکھو Wulzinger اور

Watzinger ، دمشق ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۲۰)۔

بہرحال تیمور اس پہاڑی پر "ایک مہینہ سے زیادہ عرصہ تک" مقیم نہیں رہا اور نہ فرج ہی اتنی مدت تک قبہ یلبغا میں رہا ۔ فرج جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ، اپنا پڑاؤ ڈالنے سے تقریباً دو ہفتے بعد بہ عجلت تمام ۲۰ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۷ جنوری ۱۴۰۱ء کو مصر روانہ ہوگیا اور تیمور نے اس مدت میں اپنا خیمہ جانب جنوب کم سے کم دو مرتبہ منتقل کیا (شرف الدین ، جلد ۳ ، صفحات ۳۱۷ و ۳۲۲)۔ وہ ۱۵ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۱ جنوری ۱۴۰۱ء کو قبہ یلبغا کے تقریباً بارہ میل جانب غرب مقام قطنا میں تھا (سلوک ، ورق ۲۰ الف ، سطر ۱۴ - نجوم جلد ۶ ، صفحہ ۵۹ ، سطر ۳) اور وہ ۲۰ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۶ جنوری ۱۴۰۱ء کو قبہ یلبغا کے دس میل جانب جنوب کسوہ میں تھا (العینی ، ورق ۳۰ الف ، سطر ۲۲) ۔ اس اثنا میں اس کی افواج کے دستے داریہ سے جو قبہ یلبغا کے جانب غرب چار میل کے فاصلہ پر ہے ، جھیل حلہ تک جو جبل حرمون کے جنوب میں واقع ہے ، گشت کرتے رہے ، یہاں تک کہ وہ حوران میں بھی پہنچ گئے تھے (ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۶ ، سطر ۶)۔

۲ ۔ ان دو ہفتوں میں جو جھڑپیں اور لڑائیاں ہوئیں ان کی تفصیلات مختلف عربی تاریخوں میں درج ہیں اور شرف الدین

نے بھی بیان کی ھیں، لیکن جو مخصوص تاریخیں ان کی دی گئی ھیں، وہ گڈ مڈ ھوگئی ھیں، اس صورت میں بھی جبکہ خصوصیت کے ساتھ ان کے دن بھی دے دئے گئے ھیں۔ خصوصاً سلوک میں (اور اس کی پیروی میں نجوم میں بھی) جو الجھاؤ ھے اس کی وجہ یہ ھے کہ مقریزی کا ذریعۂ معلومات وہ خطوط تھے جو سلطان کے کیمپ واقع دمشق سے قاھرہ پہنچتے رھے تھے۔ اس کی تاریخیں بعض صورتوں میں خود واقعات کی تاریخیں ھیں، بعض صورتوں میں قاھرہ میں خبروں کے پہنچنے کی تاریخیں ھیں۔ بعض اوقات واقعات کو مختلف مقامات پر دھرایا گیا ھے (مثلاً مقابلہ کیجئے سلوک، ورق ۲۰ الف، سطر ۱۶ کا ورق ۲۰ الف، سطر ۲۴ کے ساتھ)۔ العینی کا بیان مختصر ھے اور اس میں صرف چند تاریخیں دی گئی ھیں۔ شرف الدین تیمور کی فتوحات کی پوری تفصیلات بیان کرتا ھے، مگر تاریخیں نہیں دیتا۔ عربی ماخذوں میں مصری کامیابیوں پر زور دیا گیا ھے۔

بعض جھڑپیں (جیسا کہ ابن خلدون کے بیان سے ظاھر ھوتا ھے) دونوں فوجوں کے ھراول دستوں کے درمیان ھوئی تھیں، مثلاً وہ جھڑپ جو ۲۰ دسمبر کی سہ پہر کو ھوئی تھی جبکہ فرج کی فوجوں نے قبہ یلبغا میں پڑاؤ ڈالا تھا، (سلوک، ورق ۲۰ الف، سطر ۲۶ و ۲۰ ب، سطر ۱۔ نجوم جلد ۶، ورق ۵۸، سطر ۶۔ شرف الدین، جلد ۳، صفحہ ۳۱۶) جبکہ عربی تاریخوں

کی رو سے ایک سو مصری سواروں نے تیمور کے هراول دستہ کے ایک هزار سواروں کو شکست فاش دیکر بھگا دیا تھا۔ شرف الدین (جلد ۳، صفحہ ۳۱۳) نے خود کہا تھا کہ مصری رسالہ "دنیا میں بہترین" ہے۔

مگر بعض لڑائیاں زیادہ اہم تھیں، مثلاً وہ لڑائی جو بظاهر ۱۵ جمادی الاول ۸۰۳ھ = یکم جنوری ۱۴۰۱ء کو ہوئی تھی (یہ تاریخ ۸ جمادی الاول نہیں ہے جیسا کہ نجوم کے حاشیہ میں درج ہے، جلد ۶، صفحہ ۵۹، سطور ۳ تا ۱۰)' جب مصری میسرہ بھگا دیا گیا تھا تو اس وقت میمنہ نے ایک زبردست حملہ کو پسپا کر دیا تھا جو خود تیمور کی سرکردگی میں کیا گیا تھا اور جس کا مقصد یہ تھا کہ فوجوں کو چیرتے ہوئے شہر تک رسائی حاصل کی جائے۔

آخری بڑی لڑائی جس میں مصریوں نے حصہ لیا تھا، ۱۹ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۵ جنوری ۱۴۰۱ء کو وقوع پذیر ہوئی۔ العینی کے قول کے مطابق (ورق ۴۰ الف، سطر ۱۹ بعد) تیمور اپنا کیمپ چھوڑ کر شقحب کی طرف جانب جنوب کو چلا گیا اور کسوہ کی پہاڑی کے عقب میں اپنی فوجوں کو چھپا دیا (دیکھئے نوٹ نمبر ۱۹)۔ مصریوں نے خیال کیا کہ وہ فوجیں بھاگ رہی ہیں، اس لئے کچھ امراء تیمور کی عقبی افواج پر حملہ کرنے کی غرض سے پیچھے پیچھے گئے، لیکن کمینگاہوں سے دستہ پر دستہ نکلا اور بالآخر مصری

کچھ دیر ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے بعد شہر کی جانب بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ تیمور نے پیچھا کیا اور قتل و غارت کا بازار گرم کردیا۔ شرف الدین (جلد ۳، صفحہ ۳۲۲) اس شکست فاش کا حال لکھتے ہوئے کمینگاہ کا ذکر نہیں کرتا۔ تیمور جانب جنوب غوطہ کو چلا گیا تھا تاکہ اس کے گھوڑے وہاں چرائی کر سکیں، اور مصری یہ خیال کر کے کہ وہ بھاگ رہا ہے، اس کے عقب پر حملہ آور ہوگئے۔ اس پر تیمور نے بذات خود فوجوں کو پلٹ پڑنے کا حکم دے دیا۔ العینی کے بیان کے مطابق یہ تعاقب رک گیا اس سے پیشتر کہ تیمور قبہ یلبغا تک پہنچے، اور وہ کسوہ میں خیمہ زن ہوگیا۔

٭

۲۱۔ بعض مصری امرا کی اس شکست فاش کے باوجود مصری افواج کا بڑا حصہ اب بھی بظاہر قبہ یلبغا پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور اسے یقین تھا کہ تیمور کو آ رکار شکست ہوجائیگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے قبل کے دو ہفتوں میں اس بات کے آثار پیدا ہوگئے تھے کہ تیمور کی کچھ فوجیں طویل مہم سے تنگ آگئی ہیں۔ انہوں نے دمشق کی جانب کوچ سے پہلے بھی اس کی شکایت کی تھی (دیکھئے شرف الدین، جلد ۳، صفحہ ۳۰۸) اور کچھ سپاہی فرار ہوکر مصریوں سے جا بھی ملے تھے اور انہوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ جنگ سے عاجز آچکے ہیں (سلوک، ورق ۲۰ الف، سطر ۲۶)۔ خود

تیمور کا پوتا (بھتیجا نہیں جیسا کہ ابن عرب شاہ نے بیان کیا ھے، جلد ۲ ، صفحہ ۴۰) سلطان حسین اپنے کچھ متبعین کے ساتھ بظاہر ۱۳ جمادی الاول ۸۰۲ھ = ۳۰ دسمبر ۱۴۰۰ء کو بھاگ کر فوج سے جا ملا تھا (سلوک ، ورق ۲۵ ب ، سطر ۳۔ العینی اوراق ۳۹ ب سطر ۳۱ تا ۴۰ الف ، سطر ۱۔ ابن ایاس ، جلد ۱ صفحہ ۳۲۹، سطر ۲۵ اور خصوصیت کے ساتھ شرف الدین، جلد ۳ ، صفحہ ۳۱۶) شرف الدین کے قول کے مطابق بھی (جلد ۳ ، صفحہ ۳۲۶، سطر ۲) سلطان حسین شامی افواج کے میسرہ کا کماندار تھا جبکہ انہیں ۵ جنوری (دیکھو اوپر کا نوٹ) کو شکست فاش ھوئی اور وہ قیدی بنا لیا گیا۔

مزید برآں خود تیمور نے بار بار صلح کرنے ، شام کا علاقہ چھوڑ دینے اور اپنے شامی قیدیوں کو رہا کرنے کی پیشکش کی تھی بشرطیکہ اطلمش کو جو اُس کے امراء میں سے تھا اور حلب میں گرفتار کر لیا گیا تھا ، رہائی دے دی جائے (سلوک، ورق ۲۶ الف، سطور ۲ و ۵ - نجوم جلد ۶ ، ورق ۹۵، سطر ۱۰۔ العینی، ورق ۳۹ ب ، سطر ۲۷، ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۲۹، سطر ۲۹)۔ اس پیشکش کی شرف الدین (جلد ۳، صفحہ ۳۱۸ ، سطر ۷ ، صفحہ ۳۲۰، سطر ۳۰) بھی تصدیق کرتا ھے اگرچہ وہ اس کے ساتھ تیمور کے اس مطالبہ کا بھی ذکر کرتا ھے کہ اس کے نام کا سکہ جاری کیا

جائے اور جمعہ کی نماز میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

بعض عبارتوں کے متن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسی قسم کی ایک پیشکش ۱۸ یا ۱۹ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۳ یا ۴ جنوری ۱۴۰۱ء کو موصول ہوئی تھی (اگرچہ تاریخ غیر یقینی ہے، دیکھئے بذیل) اور یہ کہ کچھ مصری امراء نے اسے قبول کرلینے کی سفارش بھی کی تھی۔ لیکن ابن تغری بردی (جلد ۶، صفحہ ۵۹، سطر ۱۴) کہتا ہے کہ یہ پیشکش کسی فوجی کمزوری کے احساس کی وجہ سے نہیں کی گئی تھی۔ در حقیقت دمشق کی قسمت کا فیصلہ دوسرے اسباب کی بنا پر ہونا تھا۔

۲۲۔ ایک شخص شیخ سیف الدین لاچین کو قاہرہ میں سلطان بنانے کے باغیانہ منصوبہ کی اطلاع (دیکھو نجوم، جلد ۶، صفحہ ۶۰، سطر ۶ اور جلد ۶، صفحہ ۱۰۰، سطر ۳) بظاہر مصری امراء کو جمعرات کے دن ۲۰ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۶ جنوری ۱۴۰۱ء کو پہنچی تھی یعنی آخر الذکر لڑائی کے دوسرے دن۔ اس جمعرات کی صبح کو دونوں فوجیں قبہ یلبغا کے جنوب میں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئیں (دیکھئے بالا نوٹ ۲۰)۔ نو روز الحافظی (راس نوبہ، جو پانچویں درجہ پر تھا) مصری میمنہ کا کماندار تھا، یشبک الداوادر میسرہ کا اور سلطان فرج قلب کا (العینی، ورق ۴۰ الف، سطر ۲۴)۔

العینی کے بیان کے مطابق تیمور کی فوج ستر صفوں میں صف آرا تھی ۔ شرف الدین (جلد ۳ ، صفحہ ۳۲۷) کے مطابق وہ چوڑائی میں تین چار فرسنگ تھی اور سامنے ہاتھیوں کی صف تھی ۔ میمنہ اور میسرہ دونوں میں لڑائیوں کے بعد جو دن کے آخری حصہ تک جاری رہیں ، مصریوں میں بڑی کھلبلی مچ گئی ۔ انھیں جو اطلاعیں پہنچی تھیں ان کی وجہ سے آئندہ کے طریقۂ کار کے بارے میں امراء میں سخت بحث و مباحثہ ہوا (العینی، ورق ۳۰ ب ، سطر ۱ ۔ مقابلہ کرو نجوم، جلد ۶ ، صفحہ ۶۰، سطر ۱ سے) ۔ شرف الدین (جلد ۳ ، صفحہ ۳۲۸) اس بحث و مباحثہ کی صحیح صحیح تفصیلات دینے کا دعویٰ کرتا ہے جس میں وہ نوروز الحافظی اور یشبک وغیرہ کا بھی ذکر کرتا ہے ۔

خود ابن خلدون کا بیان ایک اور جگہ درج ہے جس میں اس جمعرات کو امراء کے مابین بحث و مباحثہ پر تیمور کی رائے کا ذکر موجود ہے ۔ تیمور نے دیکھا کہ امراء جو ٹکڑیوں میں کھڑے تھے ، اس وقت بھی نہیں بڑھے جبکہ وہ بذات خود ان کی جانب گیا اور انھوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی ۔ لہذا اس نے خیال کیا کہ وہ فرار ہونے والے ہیں ، اور اس لئے وہ اپنے خیمہ میں واپس آ گیا اور وہیں رات گذاری (منہل، اوراق ۱۵۲ الف ، سطر ۱۸، ۱۵۲ ب ، سطر ۱۰ ۔ نیز دیکھو نیچے کا نوٹ نمبر ۲۳۰) ۔

سلوک، ورق ۲۶ الف، سطر ۵ اور نجوم جلد ۶، ورق ۹۵، سطر ۱۸ میں ان باغی امیروں کے غائب ہوجانے کی تاریخ ۱۲ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۲۹ دسمبر ۱۴۰۰ء دی گئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ فرج کو معلوم ہونے کے ایک ھفتہ بعد کی بات ہے۔ بدیہی طور پر یہ تاریخ ۱۹ جمادی الاول، ۸۰۳ھ ہونی چاہئے، اس لئے کہ سلطان قبہ یلبغا سے ۲۱ جمادی الاول ۸۰۳ھ کو یعنی ۶ و ۷ جنوری ۱۴۰۱ء کی درمیانی رات کو کوچ کرگیا تھا اور اس نے فرار ہونے والوں کو غزہ میں جا لیا تھا۔ یشبک ان امیروں میں سے ایک تھا جو سلطان فرج کو واپس مصر لے گیا تھا (العینی، ورق ۴۳ ب، سطر ۳۔ شرف الدین جلد ۳، صفحہ ۳۲۸) اور مصر آجانے کے بعد وہ اور نوروز الحافظی ساری حکومت کے مشترکہ طور پر ناظم الامور بنا دئے گئے تھے (۱۳ جمادی الآخر ۸۰۳ھ = ۲۹ جنوری ۱۴۰۱ء۔ نجوم، جلد ۶، صفحہ ۷۰، سطر ۳)، یہ عہدہ افسروں کی درجہ بندی کی ترتیب میں سب سے اعلیٰ تھا۔

۲۳- صالیحیہ دمشق کے شمال اور شمال مغرب میں قلعہ سے ۱½ میل کے فاصلہ پر جبل قاسیون کے دامن میں واقع ہے۔ قاسیون پر سے جو بڑا درہ جاتا ہے، وہ شمال مغرب سے ہوتا ہوا دمر کی طرف چلا جاتا ہے جو شہر سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے، اور فرج کی پارٹی اس درہ میں سے گزری تھی (جو ''عقبہ دمر'' کے نام سے مشہور ہے۔ سلوک، ورق

۲٦ الفا، سطر ۱۰ - نجوم، جلد ٦، صفحہ ٦۰، سطرہ ۱)۔
دمر سے ایک سڑک یا راستہ مغرب کی جانب میثلون
(میسلون) کو جاتا ہے جو دمر سے جانب غرب دس بارہ
میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے اور ابن عرب شاہ (جلد ۲ صفحہ
۷۲، سطر ۷) کے بیان کے مطابق قاضی صدرالدین المناوی
کو وہاں تیمور کے چند سپاہیوں نے گرفتار کر لیا تھا
(دیکھو نجوم، جلد ٦ صفحہ ٦۱، سطر ۹) اگرچہ ابن
خلدون اس کی گرفتاری کا مقام شقحب بتاتا ہے اور
ابن ایاس (جلد ۱، صفحہ ۳۳۴، سطر ٥) خود شہر دمشق
میں (دیکھو نیچے کا نوٹ ۸۱)۔

میثلون سے ایک سڑک جانب شمال بعلبک کو جاتی
تھی جس سے العینی کے اس بیان کی توجیہ ہوجاتی ہے
(ورق ۴۰ ب، سطر ۴) کہ امراء کی جماعت بعلبک والی
سڑک سے گئی تھی۔

۲۴ - ابن خلدون کا یہ مختصر سا بیان کہ پہاڑ عبور کرنے کے
بعد فرج کی پارٹی ساحل سمندر کے برابر برابر غزہ تک
گئی، تشریح طلب ہے، مابعد کے اس بیان کی وجہ سے جو
اس نے خود قاہرہ کو اپنی واپسی کے متعلق دیا ہے۔

دمر سے فرج کی پارٹی جبل ہرمون (جبل الثلج) کے
شمالی کنارے کے گردا گرد ہوکر جانب غرب اور پھر
پہاڑ کے مغربی حصہ پر سے ہوتے ہوئے جانب جنوب مڑ گئی۔
العینی (ورق ۴۰ ب سطر ٥) لکھتا ہے کہ وہ لوگ اس
کے "اوپر سے" (من فوق) گذرے تھے۔ ابن عرب شاہ

(جلد ۲ ، صفحہ ۳۰۵ ، سطر ۴) زیادہ صحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہ وادی تیم (وادی تیم اللہ) کی راہ سے گئے تھے جو دمشق اور صفد کی درمیانی سڑک پر جبل ھرمون کے مغرب کی جانب واقع ہے۔ دوسرے راستہ کے اس حصہ کے لئے سلوک (ورق ۲۶ الف ، سطر ۱۰) میں "ساحلی راستہ سے" (من جہت الساحل) کا جملہ درج ہے۔ بدیہی طور پر یہ اس عام راستہ سے مختلف ہے جو دمشق سے غزہ کو اور براہ کسوہ جانب جنوب جاتا ہے (یہ وہ جگہ ہے جہاں تیمور خیمہ زن تھا) اس سے پہلے کہ دریائے اردن کو جانب جنوب عبور کیا جائے۔

العینی کے بیان کے مُطابق (ورق ۴۰ ب ، سطر ۲۵) پارٹی نے جبل ھرمونؔ سے عکہ والی سڑک پکڑی ، جس کا ذکر وہ دوبارہ اُن مختلف راستوں کی فہرست میں کرتا ہے جن سے دوسرے امراء بعد ازاں دمشق اور حلب سے فرار ھوئے ۔ "عکہ والی سڑک،، کا ذکر دوسرے عرب مصنفین نے نہیں کیا چنانچہ ممکن ہے کہ العینی کی مراد وہ سڑک ھو جو جانب عکہ جاتی ہے یا وہ جس پر چل کر عکہ پہنچا جا سکتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ وہ کہتا ہے کہ فرج اُس بندرگاہ کو گیا تھا۔ مقریزی (سلوک' ورق ۲۶ الف' سطر ۱۰) بیان کرتا ہے کہ پارٹی صفد سے "گزری"، نائب کو طلب کیا اور اسے اپنے ساتھ غزہ لے گئی ۔ نجوم (جلد ۶ ، صفحہ ۶۰، سطر ۱۷) میں پارٹی کا واقعۃً صفد جانا بیان کیا گیا ہے ۔

امکان یہ ہے کہ فرج نے جو راستہ اختیار کیا وہ عکہ اور صفد کے درمیان واقع ہے۔ دمشق سے غزہ جانے والی ساحلی سڑک تک پہنچنے کا یہی سب سے مختصر راستہ ہوتا۔ شاید یہ سڑک قاقون پر مل جاتی ہے جو عکہ سے تقریباً ۳۷ میل جنوب میں اور صفد سے ۵۰ میل جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔

فرج کی پارٹی نے جو راستہ اختیار کیا اس کی تفصیلات بیان کرنے میں جو بظاہر گنجلک ہے ، اس کی بنا پر ابن ایاس (جلد ۱، صفحہ ۳۳۰، سطر ۹) نے یہ مہمل بات کہہ دی ہے کہ دمر سے (متن میں قد مر درج ہے) پارٹی "بحیرہ روم کے ساحل پر اتری (نزلوا علی ساحل البحر المالح) اور صفد کو گئی"۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ابن ایاس نے صفد کو بندرگاہ سمجھا۔ اور جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا (نوٹ ۱۸۲ و ۱۹۰) ابن خلدون نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے۔

۲۵ - "سپاہیوں" سے یہاں فرج کی افواج کا اہم حصہ مراد ہے جو قبہ یلبغا میں خیمہ زن تھا اور ان میں بعض امراء بھی شامل ہیں ، علاوہ ان کے جو براہ راست الصالحیہ سے اس کے پیچھے پیچھے گئے اور علاوہ شامی فوجوں کے اور ان کے جو شہر کے اندر تھے۔ ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۴۸ سطر ۱۷) بیان کرتا ہے کہ قبہ یلبغا میں کوئی بھی باقی نہیں رہا تھا۔

- یہ غیر اغلب ہے کہ مصری فراریوں میں سے اکثر بلکہ

کوئی اشخاص ، شقحب کے راستے سے گئے ہوں کیونکہ تیمور کی فوج (شقحب جانے والی سڑک پر) کسوہ میں خیمہ زن تھی اور قبہ "یلبغا کے جنوب میں سارے علاقہ پر قابض تھی جس پر تیمور نے دوسرے ہی دن قبضہ کر لیا تھا ۔ ان مصریوں کا فرار جو فرج سے جا ملنے کی کوشش میں تھے ، جانب غرب (نہ کہ جانب جنوب) تھا ۔ العینی نے اس کی تفصیلات دی ہیں ، ورق ۳۰ ب سطر۴۔ سلوک، ورق ۲۷ ب، سطر ۱۲ ۔ نجوم، جلد۶، صفحہ ۶۱ ، سطر ۱۳ ۔ ابن ایاس، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۵ ، سطر ۲۲ ۔

۲۷ ۔ فرج اور اس کے امراء کے بھاگ جانے سے دمشق میں کوئی کمانڈر باقی نہ رہا تھا ، کیونکہ وہاں کا نائب یعنی تغری بردی (والد مورخ) بھی دوسروں کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا (نجوم ، جلد ۶، صفحہ ۶۱ ، سطر ۲۱ مقابلہ کرو سلوک سے ، ورق ۲۶ الف ، سطر ۱۶) ۔ صرف چار چھوٹے امیر (جو امرائے عشرہ کے درجے کے تھے) باقی رہ گئے تھے (العینی ، ورق ۳۰ ب، سطر ۷)۔ شہر کا دفاع شہریوں پر چھوڑ دیا گیا تھا ۔ انہوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور فرج کے فرار ہوجانے کے بعد اگلی صبح کو یعنی جمعہ ۲۱ جمادی الاول ۸۰۳ ھ = ۷ جنوری ۱۴۰۱ء کو باہر بھی نکلے اور دشمن کو پسپا کردیا (العینی ورق ۱۳ الف ، سطر ۳۰ ۔ سلوک، ورق ۲۶ الف ۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۱ ، سطر ۱۹ ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۱ ، سطر ۵)۔ مشورہ اور

رهنمائی کے لئے شہری قاضیوں پر انحصار رکھتے تھے اور بظاہر وہ ان امور میں ابن خلدون کے تجربہ سے آگاہ تھے۔

یہیں سے مملوکوں اور منگولوں کی آویزش میں ابن خلدون کا عملی کردار شروع ہوتا ہے، اور ہم اسے سیاسی اور سفارتی میدان میں دوبارہ داخل ہوتے دیکھتے ہیں جس میں وہ پہلے بھی شمالی افریقہ، ہسپانیہ اور مصر میں نمایاں طور پر حصہ لے چکا تھا۔

ابن خلدون نے دمشق کی حوالگی سے قبل کے اہم واقعات کا جو مختصر خلاصہ دیا ہے اس سے بظاہر مقصود یہی تھا کہ وہ تیمور سے اپنی ملاقات کا جسے وہ اب بیان کرنے والا ہے پس منظر اور ماحول بتائے۔ اس موقع پر اسے وقت اور جگہ کی تفصیلات سے کوئی غرض نہیں تھی۔ غالباً اسے ان تفصیلات میں سے بعض کا علم اس وقت ہوا جبکہ وہ فصیل کے باہر تیمور کے ساتھ تھا۔

۲۸ - عادلیہ کالج کی مسجد (مدرسہ) جامع اموی کے شمال مغربی جانب ہے جو شہر کے شمال مغربی حصہ میں قلعہ سے تقریباً ۶۵۰ فٹ جانب شرق واقع ہے۔ عادلیہ مسجد کی تفصیلات کے لئے دیکھو ایچ سوویئر (Sauvaire) کا مضمون Description de Damas جرنل ایشیاٹک، ۱۸۹۴، صفحات ۲۲۳-۲۲۴ - ولزنگر اور واٹ زنگر، دمشق، جلد ۲، صفحہ ۶۱ - تلاس Les Mosques de Damas صفحہ ۲۳۸۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ابن خلدون سلطان کے

همراہ ۹ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۲۴ دسمبر ۱۴۰۰ء کو شہر میں داخل ہوا تو اس وقت اس نے اس جگہ پر اقامت اختیار کی اس سے قبل کہ فرج قبۂ یلبغا جائے۔ اس امر کی تحقیق نہیں ہوسکی کہ آیا ابن خلدون نے پہلی مرتبہ دمشق آنے کے موقع پر وہاں قیام کیا تھا یا نہیں (دیکھو اوپر کا نوٹ ۱۰)۔

ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۵۸، سطر ۶۲) آٹھ قاضیوں کا ذکر کرتا ہے جو اس وقت عادلیہ میں جمع تھے اور بیان کرتا ہے کہ انہوں نے ابن خلدون کو "معاملات کا ذمہ دار" بنادیا تھا (اس غلط فہمی اور الجھاؤ کے بارے میں نیچے کے نوٹ ۴۱ اور ۴۸ دیکھو)۔

عبدالقادر المغربی کا ایک مقالہ ہے جس میں (صفحات ۴۲ - ۴۷) "عادلیہ مسجد میں ابن خلدون کے قیام" کا بیان ہے۔ لیکن یہ زیادہ تر ناول کے رنگ میں ہے جس میں تاریخی حقائق کی جانب کم توجہ کی گئی ہے۔ نیز دیکھو Mitteilungen des seminars für Orientalische Sprachen برلن، ۱۹۲۹، صفحات ۲۲۲-۲۲۳۔

۲۹ - یہ معاهدہ تیمور کی پیشکش کا رد عمل تھا جسے دو قاصد لائے تھے۔ انہوں نے فصیل کے نیچے سے چلا چلا کر دور سے یہ بات کہی تھی کہ "امیر صلح کا خواهشمند ہے، اس لئے کسی سمجھدار آدمی کو بھیجو تاکہ وہ اس سے اس بارے میں گفتگو کرے۔" "سلوک، ورق ۲۶ الف، سطر ۲۰ - نجوم، جلد ۶، صفحہ ۹۳،

سطر ۲)۔ ابن ایاس کے بیان کے مطابق (جلد ۱ ، صفحه ۳۳۱، سطر ۱۹)۔ تیمور نے ۲۳ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۹ جنوری ۱۴۰۱ء کو اتوار کے دن پیغام بھیجا تھا کہ صلح کی شرائط طے کرنے کی غرض سے کسی کو بھیجا جائے۔

۳۰ - شام کے شہروں مثلاً حلب، دمشق اور کرک کے قلعوں کے نائبین براہ راست سلطان کی جانب سے قاہرہ میں مقرر کیے گئے تھے - وہ خود شہر کے نائب اور دوسرے عمال حکومت سے آزاد تھے اور ذاتی طور پر قاہرہ کے حاکم کے روبرو جواب دہ تھے (دیکھو گوڈ فرائے دامومبین La Syrie ' اشاریه جلد۳، لفظ نائب‌القلعه)۔ اس زمانه میں قلعهٔ دمشق کے نائب کا نام العینی کے مطابق یزه دار تھا (ورق ۳۱ ب، سطر ۱۴ - متن میں اعراب دئے گئے ہیں)۔ ابن‌عرب شاہ (جلد ۲ ، صفحه ۷۶ ، سطر ۱۱) اس کا نام ''ازدر'' بتاتا ہے ، شرف‌الدین (جلد ۳ ، صفحات ۳۳۵ و ۳۳۸) یزدار '' قلعه کا محافظ کوتوال'' بتاتا ہے (دیکھو فارسی متن ، جلد ۲، صفحه ۳۳۰)- ابن خلدون کا مطلب یه ہے که که یزه دار نے تیمور سے صلح کی درخواست کرنے کو ناپسند کیا تھا۔ قاضیوں کو بدیہی طور پر یه توقع تھی که وہ شہر کے باب النصر میں سے باہر نکل جائیں گے ، لیکن چونکه یه دروازہ عین قلعه کے نیچے واقع تھا اس لئے قلعه کا نائب وہاں سے ان کا اخراج روک سکتا تھا۔

۳۱ - ابراهیم ابن شمس الدین محمد ابن مفلح الحنبلی الدمشقی

(متوفی اواخر شعبان ۸۰۳ھ = اپریل ۱۴۰۱ء) عام طور
پر برھان الدین کے نام سے مشہور نہیں تھا جیسا کہ
ابن خلدون نے یہاں اور دوسرے مقامات پر لکھا ھے، بلکہ
اس کا نام تقی الدین تھا (نجوم، جلد ٦، صفحہ ٦٢،
سطر ١٨، صفحہ ١٥٣، سطر ٦)۔ اس کی تعلیم اور سیرت
کے بارے میں سخاوی نے جلد ١، صفحات ١٦٧ و ١٦٨
میں اچھی رائے دی ھے۔ وہ تیمور کی خدمت میں جو
سفارت لے کر گیا تھا، اس کا مقابلہ سخاوی نے (محل
مذکور میں) ابن تیمیہ کی ملاقات سے کیا ھے جو ایک
صدی پہلے غازان خان سے دمشق میں ھوئی تھی۔
ابن ایاس (جلد ١، صفحہ ٣٣١، سطر ٢٢) کہتا ھے کہ
تقی الدین کو اس لئے منتخب کیا گیا تھا کہ "وہ
ترکی اور فارسی سے واقف تھا۔" ذیل کے حواشی میں اس
کے بارے میں حوالے دیکھو۔

۳۲۔ ابن مفلح کی تیمور سے یہ پہلی ملاقات جمعہ کے دن
۲۱ جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ = ۷ جنوری ۱۴۰۱ء کو ھوئی۔
"صوفی درویشوں" کے لئے متن میں جو لفظ استعمال
کیا گیا ھے وہ الفقرا ھے جسکے لفظی معنی ھیں "نادار
لوگ"۔ فقراء اور صوفیا کی یکسانیت اور ان کے مذھبی
شعائر کے لئے دیکھئے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، لفظ فقیر،
اور مثلاً نجوم جلد ٦، صفحہ ٣٠٠، سطور ٧ سے ١٠۔
ابن الفرات، جلد ٩، اشاریہ 'لفظ فقراء'۔

زاویہ یعنی درویشوں کی عبادت گاہ، خانقاہ یا لنگرخانہ

کے لئے دیکھو نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٣٩٥ ، سطر ١٨ ، ''مشائخ الزاویہ'' اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، مقالہ ''زاویہ''۔ صوفیوں کا بڑا لنگرخانہ خانقا یا خانقاہ کہلاتا تھا جسکے لئے دیکھو گوڈفرائے داموبین La Syrie ، صفحہ lxxix حاشیہ ١، وغیرہ ۔

ابن خلدون کے متن میں امید کی جاسکتی تھی کہ وہ کسی خاص خانقاہ یا عبادت‌گاہ کا نام لیتا اور ممکن ہے کہ متن سے کچھ الفاظ غائب ہوگئے ہوں جیسا کہ تعریف کے مخطوطہ الف ، ورق ٩٧ ، سطر ١٨ میں خالی جگہ سے ظاہر ہوتا ہے ۔ دمشق میں صوفیوں کے بڑے لنگرخانہ کا نام صلاحیہ تھا جسے اس کے بانی علی ابن محمد السمیاطی کے نام پر سمیاطیہ یا شمیاطیہ بھی کہا جاتا تھا، (صبح ، جلد ٤ ، صفحہ ١٠١۔ گوڈ فرائے داموبین ، La Syrie ، صفحہ ١٦٣ ، تلاس ، محل مذکور ، صفحہ ٢٢٦)۔

بہرحال یہ امر معنی خیز ہے کہ مختلف شہروں میں تیمور کے بہت سے جاسوسوں اور مخبروں میں شمیساطیہ کا ایک صوفی بھی تھا ، اور یہ کہ خود تیمور ''ایک مرتبہ شمیساطیہ کے فقراء کے مابین دیکھا گیا تھا'' (ابن عرب شاہ ، جلد ٢ ، صفحہ ٨٠٤ ، سطر ٨ صفحہ ٨١٠ ، سطر ١٢)۔ دمشق میں تیمور کے مخبروں کے لئے دیکھو جی۔ڈی منیا نیلی کی کتاب Vita Tamerlani محل مذکور صفحات ١٣٤ تا ١٤١ ۔

اگر یہ درست ہے کہ ابن مصلح صوفی شیخ کو اپنے همراہ لے گیا تھا تو اغلباً قاضی کا خیال تھا کہ تیمور اس کا استقبال زیادہ خوشنودی کے ساتھ کریگا ۔ ایک اور سلسلہ میں شرف‌الدین (جلد ۳ ، صفحات ۳۱۴-۳۱۵) اور نظام الدین شامی (مرتبہ Tauer ، صفحہ ۲۳۰ ببعد) بیان کرتے ھیں کہ فرج نے تیمور کو قتل کرنے کے منصوبہ کے ضمن میں تین قاصدوں کو فقیروں کے بھیس میں تیمور کے کیمپ میں بھیجا تھا تاکہ وہ اسے اس کے ذاتی خیمہ میں حالت نماز میں قتل کردیں ۔ لیکن جاسوس گرفتار کرلئے گئے اور قتل کردئے گئے ۔ یہ بات کہ تیمور فضلاء اور فقراء کا دوست تھا ، کافی مشہور ہے ۔

۳۳ - متن میں ''انہیں'' کے لئے ''ھم'' استعمال کیا گیا ہے جو جمع مذکر ہے ، تثنیہ نہیں ۔ یہ واضح نہیں کہ آیا یہ سہو ہے یا اس کے معنی یہ ھیں کہ ابن مفلح اور صوفی شیخ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے ۔ ابن ایاس (جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۱ ، سطر ۲۳) میں ہے :- ''اور اس کے دمشق کے پانچ اعیان تھے ۔'' اور وہ بیان کرتا ہے کہ ابن مفلح تیمور کے پاس صرف تھوڑی دیر کے لئے (ساعۃً) ٹھہرا تھا ۔

۳۴ - ابن تغری بردی (نجوم ، جلد ۶ ، ۲۶۲ ، سطر ۲۰ ، ۲۶۳ ، سطر ۳ ، دیکھو سلوک ، ورق ۲۶ الف ، سطر ۲۸ ۔ ابن ایاس ، جلد ۱ ، ۳۳۱ ، سطر ۲۶) ان باتوں کو بیان کرتا ہے جو تیمور نے اس غرض سے کہی تھیں کہ ابن مفلح

کو اپنے ارادوں کے بارے میں دھوکے میں رکھے ' یہ
کہ اگر سودون نے اس کے ایلچیوں کو قتل نہ کیا ہوتا تو
وہ شام آتا ھی نہیں ، لیکن سودون اب اس کا قیدی تھا
اور اب وہ اپنی روانگی کے لئے جس نذرانہ کا مطالبہ
کر رہا تھا وہ شہر کی حوالگی پر دستور کے مطابق دیا
جاتا تھا (دیکھو ذیل میں) ۔ بظاھر ابن خلدون کے بیان
کے مطابق عمائدین اور قاضی حوالگی کی شرائط طے کرنے
کے لئے آنے والے تھے ۔

۳۵ - چونکہ شہر کے سارے دروازے شہر کے امراء اور نائبین
نے بند کردئے تھے (نجوم' جلد ٦ ' صفحہ ٦١ ، سطر ٢١)
اور قلعہ کے نائب نے باب النصر سے باھر جانے کو
منع کردیا تھا اس لئے ابن مفلح فصیل شہر سے نیچے
لٹکایا گیا ، (سلوک ' ورق ٢٦ الف ' سطر ٢٧ - نجوم '
(جلد ٦ ' ٦٢ ' سطر ١٧ - ٦٣ ' سطر ٢٠)۔ صرف ابن ایاس
جلد ١ ' صفحہ ٣٣١ ، سطر ٢٢ ' صفحہ ٣٣٢ ' سطر ٧)
نیچے اترنے کے لئے رسی (سریاق ـ سریاقات) کے استعمال
کا ذکر کرتا ھے ۔ (دیکھو دوزی) تیمور کا کیمپ اب اغلباً
قبہ یلبغا پر تھا جس پر ابن عرب شاہ (جلد ٢ ، صفحہ ٥٢ ،
سطر ٢ ـ دیکھو صفحہ ٤٨ الخ) کے قول کے مطابق تیمور
نے فرج کے چلے جانے کے بعد قبضہ کرلیا تھا ۔ شاید
شرف الدین (جلد ٣ ، صفحہ ٣٣٢) اس مقام کی جانب بھی
اشارہ کرتا ھے ، جب وہ کہتا ھے کہ تیمور کے عمال اور
سپاھی "مضافات میں" قیام پذیر ھوگئے اور وھاں انہیں

فرنیچر ، اسلحه ، متفرق اشیا اور هر قسم کا سامان تجارت
بافراط ملا - لیکن وہ اس واقعه کی تاریخ دو دن بعد
دیتا ھے یعنی (۲۳ جمادی‌الاول ۸۰۳ھ = ۹ جنوری ۱۴۰۱ء)
یہ کہ تیمور کے لشکر کا قلب قبہ یلبغا میں رھا، ابن‌عرب‌شاہ
کے اس بیان سے ظاھر ھوتا ھے دمشق کا نائب سودون
(سیدی سودون) جو حلب گیا تھا اور وھاں گرفتار ھوگیا
تھا ، بعد کو قبہ یلبغا میں حالت اسیری میں مرگیا۔
شرف‌الدین (جلد ۳ ، صفحه ۳۱۶) بیان کرتا ھے کہ سودون
اسی دن قتل کردیا گیا تھا جب بعد کو صبح کے وقت
سلطان حسین فرار ھوکر شامیوں سے جا ملا تھا - (دیکھو
سلوک، ورق ۲۰ ب، سطر ۲، جہاں تاریخ ۱۳ جمادی‌الاول
۸۰۳ھ = ۳۰ دسمبر ۱۴۰۰ء دی گئی ھے) لیکن نجوم
(جلد ۶، صفحه ۲۴۳ ، سطر ۱) کے مطابق سودون بظاھر
ابن‌مفلح کی تیمور سے پہلی ملاقات کے وقت تک زندہ تھا۔
نیز دیکھو نجوم ، جلد ۶ ، صفحه ۱۴۹ ، سطر ۱۲ جہاں
سودون کی وفات کی تاریخ آخر رجب ۸۰۳ھ = مارچ ۱۴۰۱ء
میں بتائی گئی ھے -

اگرچہ تیمور کے لشکر کا قلب بظاھر قبہ یلبغا میں
مقیم رھا ، تاھم اس سے یہ امکان ھنوز باقی رھتا ھے کہ
وہ بذات خود قصر الابلق میں قیام پذیر رھا ھو۔
شرف الدین (جلد ۳ ، صفحه ۳۳۲) لکھتا ھے کہ تیمور
غالباً ۲۳ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۹ جنوری ۱۴۰۱ء کو
الابلق میں آترا تھا اور (جلد ۳، صفحه ۳۳۳) پھر اپنے

کیمپ میں واپس آ گیا تھا ، پھر شرف الدین (جلد ۳ ، صفحہ ۸ . ۳۴) بیان کرتا ھے کہ قلعہ کی حوالگی کے بعد (ذیل میں دیکھو) تیمور قصرالابلق سے بتخاص کے مکان میں رھنے کے لئے چلا گیا اور ساتھ ھی الابلق کو منہدم کرنے کا حکم دے گیا۔ اور جب تیمور نے بالآخر دمشق چھوڑ دیا تو شرف الدین کے قول کے مطابق وہ قبیبات سے جو شہر کے مغرب میں اور الابلق کے جنوب میں ایک حصہ ھے ، یکایک روانہ ھوگیا ، جس سے یہ خیال پیدا ھوتا ھے کہ وہ بہرحال قبہ یلبغا کی بہ نسبت شہر سے زیادہ نزدیک تھا ۔ ابن خلدون خود ایک موقع پر بیان کرتا ھے کہ اس نے الابلق میں تیمور سے ملاقات کی تھی (دیکھو نیچے کا نوٹ ۱۰ .)۔ چنانچہ اغلب ھے کہ ابن خلدون تیمور سے پہلی ملاقات کے بعد مستقلاً تیمور کے کیمپ میں نہیں ٹھہرایا گیا تھا بلکہ وہ خود شہر سے بآسانی اس کے پاس آ جا سکتا تھا ۔

۳۶ - مخطوطوں میں "ماصحبهم من التقدمہ" کے الفاظ ملتے ھیں ۔ "صحبهم" سے متن میں کوئی مفہوم پیدا نہیں ھوتا، اس لئے اس کی بجائے "صحبتهم" پڑھا گیا ھے جس کے لفظی معنی ھیں " ان کی معیت میں"۔ ابن خلدون عبر، جلد ۷، صفحہ ۳۰۹ ، سطر ۲ میں بھی مؤخرالذکر اصطلاح استعمال کرتا ھے۔ وہ نذرانے (تقدمہ) جن کا مطالبہ تیمور نے ابن مفلح کی پہلی ملاقات کے وقت کیا

تھا (دیکھو بالا) ”طقزات“ کہلاتے تھے (سلوک
ورق ۲٦ ب، سطر ٥ - نجوم جلد ٦، صفحہ ٦٣
سطر ۳، تقدمہ من الطقزات) طقزات کے معنی ”نو کے
گروہ“ کے ھیں جو عام طور پر مختلف قسم کے کھانے
پینے کی چیزوں، کپڑوں، جانوروں وغیرہ پر مشتمل
ھوتے تھے۔ تیمور نے اس ھفتہ کو (۲۲ جمادی الاول
۸۰۳ھ = ۸ جنوری ۱۴۰۱ء) قاصد بھیجے تھے اور دوبارہ
ان موعودہ تحائف کا مطالبہ کیا تھا (سلوک، ورق
۲٦ ب، سطر ۲- نجوم، جلد ٦، صفحہ ٦٣، سطر ۱۳)
اور ابن مفلح بہ عجلت تمام انہیں لانے گیا تھا (نجوم،
جلد ٦، صفحہ ٦٣، سطر ۱۴) -

۳۷ - تیمور سے ابن مفلح کی یہ دوسری ملاقات ھفتہ کے دن
۲۲ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۸ جنوری ۱۴۰۱ء کو ھوئی
اور ابن مفلح ۲۳ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۹ جنوری ۱۴۰۱ء
کو اتوار کے دن صبح کے وقت شہر واپس آگیا (سلوک
ورق ۲٦ الف - نجوم، جلد ٦، صفحہ ٦٣، سطر ۲۱
صفحہ ٦۴، سطر ۱) اگرچہ ابن ایاس (جلد ۱، صفحہ
۳۳۲ و ۳۰۸) اس ملاقات کو پیر کے دن ۲۴ جمادی الاول
۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری ۱۴۰۱ء کو قرار دیتا ھے، اور
واپسی منگل کو۔

جو لوگ ابن مفلح کے ساتھ اس دوسری ملاقات کے
موقع پر گئے، وہ قاضی، فقیہ، عمائدین اور تاجر تھے
(سلوک، ورق ۲٦ ب، سطر ۴ - نجوم، جلد ٦، صفحہ

۶۳، سطر ۱۴)۔ مکو شرف الدین، جلد ۳، صفحه ۳۳۳، میں لکھتا ہے کہ شریف، قاضی، امام، عالم وغیرہ تھے۔ ابن ایاس، جلد ۱، صفحه ۳۳۲، سطر ۶ میں عالموں، قاضیوں اور مشائخ کا ذکر کرتا ہے)۔

وہ پہلے باب النصر گئے (سلوک، ورق ۲۶ ب، سطر ۱۰۔ نجوم، جلد ۶، صفحه ۶۳، سطر ۱۶)، لیکن جیسا کہ پہلے دن ہوا، قلعه کے نائب نے دروازہ کھلوانے سے انکار کردیا۔ اس لئے وہ فصیل کے دوسرے حصہ کی جانب جانے اور تحائف نیچے اتارنے اور پھر خود زمین پر اترنے پر مجبور ہوئے (سلوک، ورق ۲۶ ب، سطر ۷۔ نجوم، جلد ۶، صفحه ۶۳، سطر ۱۹۔ ابن ایاس، جلد ۱، صفحه ۳۳۲، سطر ۷)۔ شرف الدین (جلد ۳، صفحه ۳۳۳) یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ انہوں نے تحائف باہر لے جانے کے لئے دروازے کھول دئے تھے۔

۳۸۔ ''نامے'' اصل متن میں ''رقاع'' (رقعه کی جمع) ہے، جس کے معنی ہیں (کاغذ کے) ''ٹکڑے''۔ سلوک (ورق ۲۶ ب، سطر ۱۰۔ دیکھو نجوم، جلد۶، صفحه ۶۴، سطر ۴) میں ''ایک کاغذ'' (ورقه) درج ہے۔ ابن ایاس (جلد ۱، صفحه ۳۳۲، سطر ۸) میں ''ایک مختصر یادداشت'' (مثال، یعنی ایسی یادداشت جس میں کسی حکم یا فیصله کا خلاصه درج ہو اور جسے کسی سرکاری محکمه میں رسمی الفاظ میں درج کرنا مقصود ہو) کے الفاظ ہیں۔ یادداشت میں

نو سطریں تھیں (سلوک ، نجوم ، ابن ایاس) ۔ سلوک اور نجوم کے بیان کے مطابق عام معافی "بالخصوص" (خاصہ) دمشق کے شہریوں اور ان کے اھل و عیال کے لئے تھی ۔ ایک اور سلسلہ میں لفظ "بالخصوص" کے اطلاق سے مصری فوجوں کو خارج رکھا گیا ھے جو شہر میں عارضی طور پر متعین تھیں (دیکھو نجوم، جلد ٦، صفحہ ٦٥، سطر ٢١) ۔ یہ فرمان جامع اموی میں پڑھا گیا تھا (سلوک ، ورق ٢٦ ب، سطر ١١ ۔ نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٦٣ ، سطر ٣ ۔ ابن ایاس ، جلد ١ ، صفحہ ٣٣٢، سطر ٩) ۔

جو لوگ تیمور سے ملاقات کرنے آئے تھے انہوں نے هفتہ کی رات یعنی ٢٢ جمادی الاول ٨٠٣ھ = ٨ جنوری ١٤٠١ء اس کے کیمپ میں گزاری تھی اور اتوار کی صبح یعنی ٢٣ جمادی الاول ٨٠٣ھ = ٩ جنوری ١٤٠١ء کو معافی نامہ لیکر واپس ھوگئے تھے (سلوک، ورق ٢٦ ب، سطر ٨ ۔ نجوم ، جلد ٦، صفحہ ٦٣، سطر ٢١) ۔ عربی میں هفتہ کی رات کو حسب معمول "اتوار کی رات" کہا جاتا ھے ۔

٣٩ ۔ تیمور کے کسی ایک امیر کو شہر پر حکومت کرنے کے لئے قبول کرنے کا جو معاھدہ ھوا تھا اس کے بارے میں ابن خلدون کے بیان کا خصوصی ذکر سلوک یا نجوم میں نہیں ملتا ۔ لیکن یہ اس امر میں مضمر ھے کہ سفارتی مشن کی واپسی پر شہر کی فصیل کا صرف چھوٹا دروازہ

(الباب الصغیر) جو اس کے وسط سے جنوب کی جانب ہے، کھولا گیا تھا اور تیمور کا ایک امیر وہاں "بیٹھا تھا" تا کہ تیمور کی فوج کے داخلہ کو، جو وہاں سے ممکن تھا، روکے (سلوک، ورق ۲۶ ب، سطر ۱۲ - نجوم، جلد ۶، صفحہ ۶۴، سطر ۵ - ابن ایاس، جلد ۱، صفحہ ۳۳۲، سطر ۱۴)۔

برخلاف اس کے سلوک (ورق ۲۶ ب، سطر ۹) اور نجوم (جلد ۶، صفحہ ۶۴، سطر ۱) کے بیان کے مطابق اس ملاقات کے موقع پر تیمور نے بعض ملاقاتیوں کو بطور عمال مقرر کردیا تھا جن میں قاضی بھی تھے (نجوم، قاضی القضاۃ) اور ایک وزیر اور تحصیلدار (مستخرج الاموال) بھی تھا۔ ابن خلدون ان رسمی تقرریوں کا یہاں پر ذکر نہیں کرتا، بلکہ بعد کو وہ ان کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس موقع پر جس کے بارے میں ہم بعد میں رائے ظاہر کریں گے کہ وہ اس کی دوسری ملاقات تھی (دیکھو نوٹ ۱۱۵)۔ ابن ایاس ان تقرریوں کا مطلق ذکر نہیں کرتا۔

اگر یہ قیاس صحیح ہے تو ان بیانات میں دو یا زیادہ مجلسوں کی تفصیلات کو ایک جگہ جمع کردیا گیا ہے۔ اس سے اس بات کی بھی تشریح ہوجاتی ہے کہ ابن ایاس کی تاریخوں میں اور سلوک اور نجوم میں مندرجہ تاریخوں میں باہم ایک یا دو دن کا اختلاف کیوں ہے۔

۰۴ - تیمور سے ابن مفلح کی دوسری ملاقات کا جو حال ابن خلدون نے لکھا ہے یہ بیان اس کے فوراً بعد آتا ہے اور اسے

محض حرف عطف یعنی واؤ (اور) سے ملادیا گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ تیمور نے دوسری ملاقات کے موقع پر ابن خلدون کے بارے میں دریافت کیا ہوگا اور یہ کہ ابن مفلح نے اس کا تذکرہ ابن خلدون سے اس وقت کیا ہوگا جب وہ ۲۳ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۹ جنوری ۱۴۰۱ء کو اتوار کی صبح کو واپس آگیا ہوگا (دیکھو بالا، نوٹ ۳۸)۔ اس لئے ابن خلدون کی تیمور سے ملاقات (دیکھو بعد کے نوٹ) اس اتوار کو یا اس کے بعد ہوئی ہوگی۔

۴۱۔ تیمور کو دمشق میں ابن خلدون کی موجودگی کا علم کیسے ہوا، اس کے بارے میں صرف قیاس آرائی ہی کی جاسکتی ہے۔ مندرجۂ ذیل امکانات ہوسکتے ہیں: ممکن ہے ابن مفلح نے تیمور سے کہا ہو کہ ابن خلدون ان قاضیوں اور امیروں میں ہے جو پیچھے رہ گئے تھے جب کہ فرج اور اس کی پارٹی قاہرہ کی طرف بھاگ نکلی تھی اور یہ کہ ابن خلدون ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے مسجد عادلیہ والے جلسہ میں دمشق کے عمائدین کو شہر حوالہ کردینے اور تیمور سے صلح کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اگر ابن مفلح نے تیمور سے یہ کہہ دیا تھا تو پھر تیمور کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ ابن خلدون کے بارے میں کچھ پوچھے۔

ابن عرب شاہ نے ابن خلدون کی تیمور سے پہلی ملاقات کا جو حال لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیمور کو

ابن خلدون کی موجودگی کا پہلے سے کوئی علم نہ
اس لئے وہ ابن مفلح سے اس کے بارے میں کوئی استفسار
نہ کرسکتا تھا ۔ ابن عرب شاہ کے بیان کے مطابق
ابن خلدون سے تیمور کی واقفیت صرف اس وقت ہوئی جب
کہ وہ فاتح کے روبرو پیش ہوا جو مختلف قاضیوں کی
شخصیت سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے ایک
یعنی ابن خلدون کے خصوصی اور مختلف لباس کو
دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ "یہ شخص تو
تمہارے ملک کا رہنے والا نہیں ہے" (جلد ۲، صفحہ ۴۹۴،
سطر ۹ ۔ کلکتہ ایڈیشن، صفحہ ۲۱۲، سطر ۹) ۔
لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ تیمور کو ابن خلدون اور
دمشق کے دوسرے عمائدین کے بارے میں اپنے جاسوسوں
اور مخبروں کے ذریعہ سے جو شہر میں تھے، واقفیت
حاصل ہوچکی ہو (دیکھو بالا نوٹ ۳۲) ۔

۴۲ ۔ یہ مسجد عادلیہ تھی جو جامع اموی کے قریب واقع
تھی (دیکھو بالا نوٹ ۲۸) ۔

۴۳ ۔ یہ غالباً اتوار کی رات (عربی میں "پیر کی رات") یعنی
۲۴ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری ۱۴۰۱ء ہوگی ۔

۴۴ ۔ جب ابن مفلح اچھلے جمعہ کی رات (عربی میں "ہفتہ
کی رات") کو اپنی پہلی ملاقات سے واپس ہوا تھا تو
صلح کی پیشکش منظور کرلینے کی مخالفت کی گئی تھی
اور کہیں ہفتہ کی صبح (۲۲ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۸ جنوری
۱۴۰۱ء) کو ابن مفلح کی رائے غالب آئی تھی (سلوک

ورق ۲٦ب سطر ۱ ۔ نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ۹۳ ، سطر ۹) بظاہر مخالفت اب پھر ازسرنو شروع ہوگئی جب کہ شرائط صلح (دیکھو بالا ، نوٹ ۳۸) جامع اموی میں پڑھ کر سنائی گئیں ۔

۴۵ ۔ ابن خلدون کے اندیشہ کی وجہ یہ تھی کہ اس نے صلح کی درخواست کرنے کے لئے تیمور کی خدمت میں وفد بھیجنے کا مشورہ دیا تھا ۔

۴٦ ۔ یہ بظاہر ۲۳ جمادی الاول ۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری ۱۴۰۱ء یعنی پیر کی صبح کا واقعہ ہے ۔

۴۷ ۔ فصیل سے آترنے میں ابن خلدون نے ابن مفلح اور اس کی پارٹی کی پیروی کی تھی جب کہ وہ پہلی دفعہ تیمور سے ملاقات کرنے کے لئے دمشق سے روانہ ہوئے تھے ۔ منہل (ورق ۹۴ب ، سطر ۸) کے مطابق ابن خلدون نے رسی (حبل) استعمال کی تھی ۔ سلوک (ورق ۲۸ الف) میں اس واقعہ کو نظر انداز کردیا گیا ہے (دیکھو بالا ، نوٹ ۳۰میں)۔

۴۸ ۔ اس بیان سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ابن عرب شاہ نے یہ لکھنے میں غلطی کی ہے کہ قاضی ابن خلدون کو اپنے ساتھ لے گئے تھے (جلد ۲ ، صفحہ ٦۲ ، سطر ۸ ، جہاں متن بظاہر یوں پڑھنا چاہئے : ”وہ اسے اپنے ساتھ لے جانے سے باز نہ رہ سکے ۔)“ دیکھو نوٹ ۳۱ ۔

اگرچہ ابن خلدون بیان کرتا ہے (دیکھو نوٹ ۲۰۷) کہ اس کے لئے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا سوائے اس

کے کہ وہ تیمور سے ملاقات کرے اس لئے کہ خود تیمور نے اس کے بارے میں استفسار کیا تھا ، اور اگرچہ ظاہر ہے کہ وہ خود قاضیوں کے جانے سے پہلے تیمور کے پاس پہنچنا چاہتا تھا اور اگرچہ وہ قاضیوں کو اپنے جانے کی خواہش کی وجہ بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی سلامتی خطرے میں ہے ، تاہم نتیجہ سے اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی اصل وجہ کم ازکم جزواً یہ تھی کہ وہ الگ جانا چاہتا تھا اور مصریوں اور شامیوں سے حتی المقدور قطع تعلق کرنا چاہتا تھا ۔

۴۹ - شاہ ملک تیمور کے ممتاز امراء میں تھا جو تیمور کی جانب سے دمشق کا نائب مقرر ہوا تھا (نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۵ ، سطر ۴)۔ دیکھو اس کے متعلق ذیل میں ، نوٹ ۱۶۰ - نجوم ، جلد ۶ ، جا بجا - ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۲ ، سطر ۲۵ - تیمور کی وفات کے بعد شاہ ملک نے جو اہم کردار ادا کیا اس کی پوری تفصیل بارتھولڈ نے الغ بیگ کے حالات میں دیدی ہے ۔

۵۰ - چغتائی خان ، چنگیز خان کے چار بیٹوں میں سے تھا اور ترکستان ، کاشغر ، فرغانہ اور ماورائے جیحوں اور دوسرے علاقوں کا حکمران تھا (دیکھو نوٹ ۲۱۰)۔ منگولوں کے قبائلی قانون یاسا سے جسے چنگیز خان نے مدون کیا تھا ، بہت زیادہ واقفیت رکھنے کی وجہ سے اس کا زبردست اثر و رسوخ تھا ۔ تیمور کے ماتحت چغتائیوں کو اس کے دربار میں خصوصی حیثیت حاصل تھی (دیکھو

بارٹہولڈ Volasungen، صفحات ۲۱۴، ۲۱۷- الغ بیگ، صفحات ۱۷، ۳۰ - کلاویجو، صفحات ۱۹۰، ۱۹۱)-

سویورغتمش کی سرکردگی میں اور بعد کو تیمور کی ماتحتی میں وسط ایشیا میں چغتائی خاندان کو جو فتوحات ہوئیں ان کی کامیابی کو ابن خلدون نے اپنے خصوصی رنگ میں تاریخی تاویل کرتے ہوئے اس حقیقت کا نتیجہ قرار دیا ہے کہ وہ بدستور اپنی قدیم صحرائی زندگی بسر کرتے رہے اور تعیش اور آرام طلبی سے دور رہے (دیکھو تعریف، مخطوطہ الف، ورق ۸۷ ب، سطر ۹- انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، لفظ چغتائی خان)۔ ابن خلدون نے تعریف میں چغتائی کے نام کو "ق" سے لکھا ہے نہ کہ "غ" سے جو حسب معمول ہے۔

۵۱ - یہ خیر مقدم کے معمولی الفاظ ہیں اور ابن خلدون کے اسی تفصیلی بیان سے اس کی سابقہ اختصار نویسی کے مقابلہ میں تیمور سے اس کی ملاقات کی کیفیت کی ابتداء ہوتی ہے۔

۵۲ - سواری (مرکوب) سے گھوڑا یا خچر مراد ہوسکتی ہے۔ قاضی عام طور پر خچر پر سواری کیا کرتے تھے (دیکھو ابن خلدون کے خچر کی کہانی، نوٹ ۱۷۱) -

۵۳ - جیسا کہ اس سے پہلے کہا جا چکا ہے (نوٹ ۳۰) تیمور کا کیمپ اب بظاہر قبۂ یلبغا میں تھا جو شہر کے دروازوں سے ایک میل سے زیادہ فاصلہ پر تھا، "خیمہ استقبالیہ" اصل متن میں "اس کے بیٹھنے کا خیمہ" ہے یعنی جہاں تیمور مشورہ کے لئے مجلس قائم کرتا تھا۔

ظاہر ہے کہ ابن خلدون مغربی ہونے کی حیثیت سے مالکی مذہب کا پیرو تھا جو شمالی افریقہ کا سرکاری مذہب تھا۔ "مغربی مالکی قاضی" کا القاب غالباً ابن خلدون کے اپنے ایما پر اضافہ کیا گیا تھا اور مطلب یہ تھا کہ تیمور کے روبرو اس امر پر زور دیا جائے کہ وہ مغربی ہے۔ مگر در حقیقت وہ المغرب میں قاضی کے عہدہ پر کبھی فائز نہ رہا تھا (دیکھو نوٹ ۰۷) اور نہ وہ اس وقت مصر کے مالکی قاضی کے عہدہ پر متمکن تھا (دیکھو نوٹ ۲)۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون کا خیال تھا کہ تیمور اس سے اور زیادہ مہربانی کے ساتھ پیش آئے گا اگر وہ حقیقةً مغربی نژاد سمجھا جائے گا، اور یہ کہ اس طریقہ سے خود اس کی اہمیت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگرچہ ابن خلدون تونس کا باشندہ تھا اور مصر آنے سے پہلے وہ وہاں واپس جاچکا تھا تاہم یہ درست ہے کہ شمالی افریقہ اور اندلس سے اس کا تعلق کسی طرح نہیں ٹوٹا۔ مصر میں رہتے ہوئے بھی وہ المغرب میں اپنے بہت سے دوستوں، فاضلوں اور مدبروں سے خط و کتابت کرتا رہتا تھا اور وہ بھی اس کی مصری زندگی کے حالات کی اطلاعیں حاصل کرتے رہتے تھے۔

شمالی افریقہ کے ساتھ ابن خلدون کا تعلق سلطان برقوق کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا جس نے المغرب میں اپنے پڑوسیوں سے گہرے روابط قائم رکھنے میں اس کے

تجربہ اور اس کی سفارتی قابلیت سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

آن دنوں شمالی افریقہ کے حکمرانوں اور قاہرہ کے مملوک سلاطین کے مابین سفارتی تعلق کا اظہار زیادہ تر تحفے تحائف، مراسلات اور ایلچیوں کے تبادلہ سے کیا جاتا تھا۔ یہ ایک بہت پرانا دستور تھا اور برقوق نے اسے جاری رکھا۔ ابن خلدون نے اپنی "خود نوشت سوانح عمری" میں اس کے لئے ایک خاص باب مخصوص کیا ہے جس کا عنوان ہے "المغرب کے حکمرانوں اور الملک الظاہر (برقوق) کے مابین تحفے تحائف کے تبادلہ کے سلسلہ میں میرا کردار" (تعریف، مخطوطہ الف، ورق ۷۳ الف، سطر ۱۶)۔ اس کی "خود نوشت سوانح عمری" میں بہت سے حصے ایسے ہیں جن سے وہ خصوصی کردار ظاہر ہوتا ہے جو ابن خلدون نے کم سے کم کچھ عرصہ تک سلطان برقوق کے مشیر اور صلاح کار کی حیثیت سے ان معاملات میں ادا کیا جو شمالی افریقہ سے متعلق تھے۔

المغرب سے جو لگاؤ آسے تھا اس سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے (جس کی جانب اس کے مخالف ہمعصروں نے بھی کم و بیش حقارت سے اشارہ کیا ہے) کہ ابن خلدون کیوں ایسی سختی کے ساتھ اپنے خصوصی مغربی لباس سے چمٹا رہا اور کیوں مصری قاضیوں کا لباس اس نے کبھی زیب تن نہیں کیا۔ (مغربی لباس اور اس کی وضع قطع کی تفصیل کے لئے دیکھو - Gaudefroy Demombynes، العمری، صفحات ۱۲۶ تا ۱۲۸، ۲۰۲

تھا ۰۵۔ ۴۰ وہ زندگی بھر مغربی اور غیر ملکی کی حیثیت
سے رہا اور اپنے لباس اور دوسرے طریقوں سے اس بات
کی نمود کرتا رہا کہ وہ المغرب سے تعلق رکھتا ہے
(ابن حجر، ورق ۲۲۳ - سخاوی، جلد ۴، صفحہ ۱۴۶،
سطر ۱۸، صفحہ ۱۴۹، سطر ۹ - شذرات، جلد ۷، صفحہ
۷۷)۔ مزید برآں اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ
۸۰۳ھ = ۱۴۰۱ء میں دمشق سے مصر واپس آنے کے
بعد اس نے المغرب کے حاکم کے نام (دیکھو بذیل)
ایک خط بھیجا تھا جس میں تیمور کے بارے میں اپنے
تاثرات کا جزوی حال تحریر تھا۔

۵۵ - سمرقند میں تیمور کے خیموں اور اس کی پذیرائی کی
رسموں کی تفصیل کے لئے دیکھو کلاویجو جس نے
۱۴۰۴ء میں تیمور سے اس کے دارالسلطنت میں ملاقات
کی تھی۔ کلاویجو نے لکھا ہے کہ "تیمور چند گول
تکیوں پر کہنی ٹیکے بیٹھا تھا جو اس کے پیچھے
اوپر نیچے دھرے ہوئے تھے۔" (صفحہ ۲۲۰ - نیز صفحات
۲۳۷ تا ۲۷۳)۔

۵۶ - ابن خلدون لکھتا ہے کہ اس نے گفتگو کا آغاز کیا
(فتحت)۔ تیمور اُس وقت نیچے دیکھ رہا تھا۔ عجز و
انکساری کا اظہار سر جھکانے سے کیا گیا تھا۔ کلاویجو
اور اس کی پارٹی (صفحہ ۲۲۰) نے اس احترام کا اظہار
جھک کر اور داھنے گھٹنے کو زمین پر ٹیک کر اور
"سینہ پر اپنی بانہوں کو" تین مرتبہ چلیپا بنا کر کیا

تھا اور وہ اس حالت میں گھٹنا ٹیکے رہے یہاں تک
کہ تیمور نے حکم دیا کہ وہ آٹھ کھڑے ہوں اور اس
کے قریب آجائیں۔

۷۔ مگر کلاویجو (صفحہ ۲۲۱) لکھتا ہے کہ "تیمور نے
اپنے ہاتھ چومنے کے لئے نہیں بڑھائے اس لئے کہ یہ ان
کے یہاں کی رسم نہیں ہے۔ ان کے کسی آدمی کو زیبا نہیں
کہ وہ کسی بڑے امیر کے ہاتھ کو بوسہ دے کیونکہ
ایسا کرنا یہاں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔"

۸۔ عبدالجبار (تقریباً ۷۷۰ھ تا ۸۰۵ھ = ۱۳۶۹ء تا ۱۴۰۳ء)
تیمور کے دربار میں اسلام اور شرعی مسائل میں سند کا
درجہ رکھتا تھا اور نماز میں اس کی امامت کرتا تھا۔
(دیکھو سخاوی، جلد ۴، صفحہ ۳۵، سطر ۵، صفحہ
۱۷)۔ وہ جملہ علوم میں فضیلت رکھتا تھا اور
عربی، فارسی اور ترکی بھی جانتا تھا۔ اس کے متعلق
مشہور تھا کہ وہ معتزلی یعنی نظری عقاید رکھنے والا
ہے اور سنیوں اور شیعوں کے مابین علی، معاویہ اور یزید
کی خلافت کے استحقاق کے بارے میں بین بین رائے رکھتا
ہے۔ وہ آن چار فضلاء میں سے تھا جو العینی کے قول کے
مطابق (ورق ۱۴ ب، سطر ۲۱) تیمور کے مشیر اور
صلاح کار (صاحب الرائے) کی حیثیت سے دن رات اس کے
جلو میں رہا کرتے تھے، اور اسے " تیمور کا ترجمان "
کہا گیا ہے (منہل، ورق ۱۴۸ ب، سطر ۲۲)۔

وہ تیمور کی معیت میں شام آیا تھا اور فن مناظرہ

میں ماھر ھونے کی حیثیت سے اس نے تیمور کی جانب سے
حلب اور دمشق کے فضلاء سے بہت سے مناظرے کیے
تھے ، بالخصوص ابن مفلح کے ساتھ (دیکھو منہل ، ورق
۱۴۸ ب ، سطر ۲۱)۔ ابن الشحنہ کے قول کے مطابق
(جسے ابن عرب شاہ نے جلد ۱ ، صفحات ۶۲۴ تا ۶۴۴،
جلد ۲ ، صفحات ۸۰ تا ۹۰ میں نقل کیا ہے) تیمور شامی
فضلاءُ سے مختلف سوالات کیا کرتا تھا اور پھر اُن کے
جوابات کی بنا پر انہیں ایذا دیتا تھا اور اکثر کو قتل
کر ڈالتا تھا ۔

ابن عرب شاہ کہتا ہے (جلد ۲، صفحہ ۹۰) کہ یہ
عبدالجبار خود "مسلمانوں کے خون کی ندیوں میں پایاب
چلتا تھا ۔" مگر سخاوی (جلد ۴ ، صفحہ ۳۵، سطر ۱۰)
کہتا ہے کہ اگرچہ عام طور پر عبدالجبار براہ راست
تیمور کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا ، لیکن بعض اوقات
وہ مسلمانوں کے کام آجاتا تھا ، اور ابن الشحنہ
(ابن عرب شاہ، جلد ۱، صفحہ ۶۳۲، سطر ۱) بیان کرتا ہے
کہ جب شامی اور منگولی دونوں جنگ میں مارے گئے
تھے ، تیمور نے حلب میں یہ سوال کیا تھا کہ "ان
دونوں فریقوں میں شہید کون ہیں ؟" عبدالجبار نے جو
ابن الشحنہ کے برابر کھڑا تھا ، اس سے چپکے سے کہا
کہ یہ جانتے ہوئے کہ تیمور شیعہ ہے میں اس کا جواب
دے سکتا ہوں ۔ (نیز دیکھو منہل میں عبدالجبار کے
بارے میں حوالہ جات، اوراق ۱۵۲ ، الف ، سطر ۱۸،

۱۵۳ ب ، سطر ۴ - شذرات جلد ۷ ، صفحہ ۶۵) -

۵۹ - چونکہ ابن خلدون صرف عربی زبان کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کرسکتا تھا اور تیمور اس کے برعکس عربی سے نابلد تھا اور صرف فارسی اور ترکی کی شد بد رکھتا تھا (دیکھو نوٹ ۱۲) لہذا ایک ترجمان کی خدمات ضروری ہوگئیں - اسی بنا پر ابن خلدون کی تیمور سے ملاقات تمام و کمال عبدالجبار کی وساطت سے ہوئی -

ترجمان کے علاوہ جو دوسرے اشخاص تیمور اور ابن خلدون کی اس ملاقات یا مابعد کی ملاقاتوں کے وقت موجود تھے ، ان کے نام کسی نے تحریر نہیں کیے ، سوائے ابن قاضی شہبہ (ورق ۱۸۱) کے ، جو تیمور کے ساتھ ابن خلدون کی گفتگو کا حال یا اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کا ذریعہ معلومات ایک شخص شہاب الدین ابن العز تھا جو اس کے قول کے مطابق ''اس ملاقات کے کچھ حصہ میں موجود تھا -''

ابن عرب شاہ (جلد ۲ ، صفحہ ۵۸ ، سطر ۵ - کلکتہ ایڈیشن صفحات ۲۱۰ ، ۲۱۱) اُن سات لیڈروں میں (جو مفروضہ طور پر دمشق سے نکل کر تیمور سے ملنے گئے تھے تا کہ ''اس سے معافی نامہ حاصل کریں '') حنفی قاضی القضاۃ محی الدین محمود ابن العز (جسے بعد کو تیمور نے تبریز میں قید کر لیا تھا لیکن جو بچ کر قاہرہ چلا گیا تھا) اور اس کے بیٹے قاضی القضاۃ شہاب الدین کا نام لیتا ہے - موخرالذکر غالباً وہی شخص ہے جو ابن قاضی شہبہ کی معلومات کا ماخذ ہے - العز کے لئے دیکھو نجوم ، جلد ۶ ،

صفحہ ۸۲۹ ، سطر ۲۱ ، صفحہ ۸۳۰ ، سطر ۶ ، اور اشاریہ ـ سخاوی ، جلد ۲ ، صفحات ۲۲۰ و ۲۲۱ ، جلد ۱۰ ، صفحات ۱۲۷ و ۱۲۸ ـ شذرات ـ جلد ۷ ، صفحہ ۸۰ ـ)

۶۰ ـ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ابن خلدون نے المغرب کے بارے میں تیمور کے سوال کے پہلے جزو سے پہلو بچالیا اور یہ کہ اس نے دوسرے جزو کا جواب دیتے وقت بھی مبہم سا لفظ " میرا ملک " یا " میرا وطن " استعمال کیا تھا ـ

۶۱ ـ ابن خلدون ۱۵ شعبان ۷۸۴ھ = ۲۴ اکتوبر ۱۳۸۲ء کو فریضۂ حج ادا کرنے کے واضح ارادہ سے تونس سے روانہ ہوا ـ یکم شوال ۷۸۴ھ = ۸ دسمبر ۱۳۸۲ء کو وہ اسکندریہ پہنچا جہاں وہ ایک مہینہ تک قیام پذیر رہا اور پھر قاہرہ چلا گیا (یکم ذوالقعدہ ۷۸۴ھ = ۶ جنوری ۱۳۸۳ء) ـ اس مرتبہ اس نے فریضۂ حج کا ارادہ ملتوی کر دیا مگر بعد ازاں سلطان برقوق کی اجازت سے ۷۸۹ھ = ۱۳۸۷ء میں ادا کیا ـ وہ ۷۹۰ھ = ۱۳۸۹ء میں مکہ مکرمہ سے واپس آیا ـ تاریخیں ابن الفرات جلد ۹ میں ، صفحہ ۱۶ ، سطور ۱۰ تا ۱۲ ، صفحہ ۳۱ ، سطر ۲۰ ـ ' عبر ' ، جلد ۷ ، صفحہ ۳۵۵ ، سطر ۱۸ ببعد میں دیکھو ـ)

۶۲ ـ یہ ٹکڑا بظاہر الجھا ہوا ہے ـ یہ سال ۷۸۴ھ تھا (دیکھو ' عبر ' جلد ۷ ، صفحہ ۴۵۱ ببعد) ـ نہ صرف یہ کہ

"اور اتّی" کے الفاظ غائب ہو گئے ہیں بلکہ ابن خلدون کی تیمور سے ملاقات ۸۰۳ھ میں ہوئی تھی، اس لئے "یہ" ساتویں صدی نہیں تھی بلکہ آٹھویں تھی۔ غالباً ابن خلدون نے ابتداءً سال یا صحیح تاریخ کی جگہ خالی چھوڑ دی تھی اور اسے بعد ازاں اپنے مخطوطہ میں کسی ایسی صورت میں لکھا جسے کاتب ٹھیک طرح سے پڑھ نہ سکا۔ (دیکھو نیچے کا نوٹ ۸۴۔)

۶۳ - "فصیل کے اندر" سے بظاہر قاہرہ مراد ہے جہاں برقوق کی سکونت تھی۔ اپنی تصنیف تعریف، ('عبر، جلد ۷، صفحہ ۴۵۲، سطر ۴ ببعد) نیز مقدمہ (جلد ۲، صفحہ ۳۸۴) میں ابن خلدون نے قاہرہ کی بطور ثقافتی مرکز بہت زور دار الفاظ میں تعریف کی ہے اور وہ اس شہر کی تعریف میں اس قدر رطب اللسان ہے کہ وہ اسے "دنیا کا دارالسلطنت، حدیقۂ کائنات اور بنی نوع انسان کی مرجع" قرار دیتا ہے۔ وہ اپنے ایک استاد کا قول نقل کرتا ہے کہ: "جس نے قاہرہ نہیں دیکھا، اس نے اسلامی شان نہیں دیکھی" (عبر، جلد ۷، صفحہ ۴۵۲، سطر ۱۲۔)

۶۴ - اس فقرے کے لفظی معنی ہیں "ان کی تعداد کے لحاظ سے" (بعددھا)۔ غالباً یہ لفظ "بعدھا" یعنی "اس کے بعد" ہونا چاہئے۔ اس میں لاحقہ کا اشارہ "تخت نشینی" (جلوس) کی طرف ہوگا۔ برقوق کی تخت نشینی کی صحیح تاریخ ۱۹ رمضان ۷۸۴ھ = ۲۶ نومبر

۱۳۸۲ء ہے (نجوم ، جلد ۵ ، صفحہ ۳۶۲)۔ ابن خلدون یکم شوال ۷۸۴ھ = ۸ دسمبر ۱۳۸۲ء کو اسکندریہ پہنچا تھا جبکہ عیدالفطر کی خوشیاں منائی جارہی تھیں ، یعنی تخت نشینی سے بارہ دن کے بعد (دسلان ، مقدمہ ، جلد ۱ ، صفحہ 1 xxii میں غلطی سے ''آٹھ'' لکھا ہے ۔ عبر ، جلد ۷ ، صفحہ ۳۵۲ ، سطر ۱ ببعد)۔ یہاں ابن خلدون کا ''دس'' ایک سالم عدد ہے اور اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اسے صحیح تاریخوں سے سروکار نہیں ہے ۔ ابن خلدون نے عبر ، جلد ۵ ، صفحہ ۳۶۷ ببعد ، صفحات ۴۷۲ تا ۴۷۴ ، ۴۸۲ ببعد ، ۴۹۴ ببعد ، ۵۰۱ ببعد میں برقوق کے ابتدائی سالوں اور جو بغاوتیں اس کے خلاف برپا ہوئیں ، ان کا تذکرہ کیا ہے ۔ نیز دیکھو مقدمہ ، جلد ۱ ، ۳۲۶ جہاں وہ بیان کرتا ہے کہ '' اب میں مصر میں سلطان برقوق کی حکومت میں ہوں ۔''

۶۵ - قاہرہ میں برقوق کی تخت نشینی سے تیمور کے سوال تک گریز بڑی بے ربط ہے اس لئے کہ ابن خلدون نے ابھی اسکندریہ میں اپنی موجودگی کا ذکر کیا ہے اور برقوق سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر تک نہیں کیا ۔ متن کی عبارت بظاہر خلط ملط ہوگئی ہے ۔

۶۶ - معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے "my standing, position, or qualifications" کے الفاظ سیدھے سادے لفظ ''مجھے'' کی بجائے عبارت آرائی کی خاطر استعمال کئے

ہیں بعینہٖ اسی معنی میں جس میں آس نے عبر ، جلد ۷ ،
صفحہ ۳۵۲ ، سطر ۲۱ میں انھیں استعمال کیا ہے ، اور
دیکھو عبر ، جلد ۷ ، صفحہ ۴۳۵ ، سطر ۲۲ میں
تینوں کا اختلاف ۔

۶۷ ۔ اس مقام پر ابن خلدون اس امر کا ذکر چھوڑ دیتا ہے
کہ امیرالتون بغاالجوبانی نے جو اس وقت دربار کی نہایت
بااثر شخصیتوں میں سے تھا ، اس کا تعارف سلطان برقوق
سے کرایا تھا جیسا کہ دوسرے ماخذوں میں بیان کیا
گیا ہے ، (دیکھو ، منہل ، ورق ۹۴ الف ، سطر ۱۸ ۔
سخاوی ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۴۶ ، سطر ۵ ۔)

ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ آیا سلطان برقوق نے
ابن خلدون سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی یا یہ
کہ خود ابن خلدون نے باریابی کی خواہش کا اظہار
کیا تھا ۔ بہر حال سلطان اور ابن خلدون میں جو پہلی
ملاقات ہوئی وہ گہری اور صمیمی دوستی پر منتج ہوئی
جو سلطان کی ساری زندگی اور اس کے عہد حکومت کے
دوران میں قائم و برقرار رہی ۔

وہ اپنی تصنیف عبر ، جلد ۵ ، صفحہ ۴۷۴ ، سطر ۱۶
ببعد ، صفحہ ۴۷۶ ، سطر ۱۶ ، صفحہ ۴۷۸ ، سطر ۲۸
میں جوبانی کا ذکر کرتا ہے ۔ نیز دیکھو وہ اشعار جو
ابن خلدون نے بعد کو التون بغا الجوبانی کے نام لکھ کر
بھیجے تھے (تعریف میں ، مخطوطہ الف ، ورق ۳۷ الف ،
سطور ۱ تا ۱۵) ۔ دیکھو بالا تمہید صفحہ ۱۲ ۔

۶۸ - اس موقع پر ابن خلدون برقوق سے اپنے تعلقات کی تفصیلات بیان نہیں کرتا - اس نے برقوق کو اپنا محافظ اور مربی پایا جس نے اس پر بے حد عنایات کیں ، اسے فیاضانہ وظیفے عطا کئے اور اس کی تمام مہمات میں اسے اخلاقی امداد دی - ابن خلدون نے اس امتیازی حیثیت اور اس سے حاصل ہونے والے فوائد کا اعتراف کیا ہے (عبر ، جلد ۷ ، صفحات ۳۰۱ و ۳۰۲ - تعریف مخطوطہ الف ، ورق ۵۶ ب اور دوسرے مقامات پر) -

لیکن جب اس کا بڑا محسن برقوق ایک بغاوت کے بعد جو یلبغا الناصری کی سرکردگی میں ۵ جمادی الآخرہ ۷۹۱ھ = یکم جون ۱۳۸۹ ء کو برپا ہوئی تھی ، عارضی طور پر معزول کر دیا گیا تو اس موقع پر ابن خلدون نے مشتبہ کردار ادا کیا ، جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے :

۲۱ ذوالقعدہ ۷۹۱ھ = ۱۳ نومبر ۱۳۸۹ ء کو بغاوت کے ایک حریف لیڈر نے جس کا نام منطاش تھا ، الناصری کو شکست دینے کے بعد ایک مجلس شوریٰ طلب کی جس میں خلیفہ ، چاروں مذاہب کے قاضی القضاۃ اور دوسرے علما شامل تھے، تاکہ اس امر پر فتویٰ حاصل کیا جائے کہ برقوق کے خلاف جنگ کرنا جائز ہے - چنانچہ فتویٰ مرتب کیا گیا اور ۲۰ ذوالقعدہ ۷۹۱ھ = ۱۷ نومبر ۱۳۸۹ء کو اسے ایک بڑی مجلس کے سامنے پیش کیا گیا جس میں ابن خلدون اور دوسرے اشخاص شریک تھے (ابن الفرات ،

جلد ۹ ، صفحه ۱٦۰ ، سطر ۱۲) اور جمله اشخاص نے جو موجود تھے اس فتوے پر دستخط کردئیے (ابن الفرات ، جلد ۹ ، صفحه ۱٦۰ ، سطر ۲۰) - بدیہی طور پر دستخط کرنے والوں میں ابن خلدون بھی شامل تھا -

چند دن کے بعد ۳ ذوالحجه ۷۹۱ھ = ۲۵ نومبر ۱۳۸۹ء کو منطاش نے مطالبه کیا که اس فتوے پر شمس الدین محمد الرّکراکی کے بھی دستخط ہونے چاہئیں جو ابن خلدون کی طرح مالکی مذہب رکھتا تھا اور شیخون العمری کی خانقاہ کا شیخ بھی تھا ، لیکن الرّکراکی نے ایسا کرنے سے انکار کردیا اور قلعه میں قید کردیا گیا ، (ابن الفرات ، جلد ۹ ، صفحه ۱٦۲ ، سطر ۳ - نجوم جلد ۵ ، صفحه ۳۸۸ ، سطر ۱۴ ، صفر ۷۹۲ھ = یکم فروری ۱۳۹۰ء کو پھر برقوق کے دوباره تخت نشین ہونے کے بعد (نجوم ، جلد ۵ ، صفحه ۵۰۰ ، سطر ۱۳) الرکراکی کو مالکی قاضی القضاۃ بنا دیا گیا (ابن الفرات ، جلد ۹ ، صفحه ۲۰۴ ، سطر ۱٦ - نجوم ، جلد ۵ صفحه ۵۲۲ ، سطر ۱۰) - یه تقرر بظاہر اس امر کا اعتراف تھا که اس نے برقوق کے خلاف فتوے پر دستخط کرنے سے انکار کردیا تھا -

اگرچه برقوق نے به حیثیت مجموعی آن علما کے ساتھ سختی کا برتاؤ نہیں کیا جنھوں نے اس کے خلاف فتوے پر دستخط کئے تھے تاہم اس کو اپنی دوباره تخت نشینی کے بعد ان کے طرز عمل سے بڑی تلخی ہوئی (نجوم ، جلد ۵ ،

صفحہ ۵۹۸ ، سطر ۱۸)۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ برقوق کی بحالی کے بعد مدرسہ بیبرسیہ سے ابن خلدون کی معزولی برقوق کے بارے میں ابن خلدون کے طرز عمل کا نتیجہ ہو۔ اپنی تصنیف ' تعریف ، میں ابن خلدون الناصری کی بغاوت اور برقوق کی بحالی کا تذکرہ کرتا ہے (مخطوطہ الف ، ورق ۶۲ ب ، ورق ۶۳ الف ، سطر ۴)اور کسی قسم کی تفصیل دئیے بغیر لکھتا ہے کہ سلطان برقوق نے اس کے ساتھ فیاضانہ سلوک کی تجدید کی اور یہ کہ وہ اپنے گھر پر مطالعہ اور تعلیم و تدریس میں " اس وقت تک " یعنی ۷۹۷ھ = ۱۳۹۵ء کے آغاز تک مشغول رہا ۔

۶۹ - ابن خلدون یہاں پر قاضی کی حیثیت سے اپنی دوسری تقرری کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ۱۵ رمضان ۸۰۱ھ = ۲۲ مئی ۱۳۹۹ ء کو عمل میں آئی تھی (دیکھو بالا ، نوٹ ۶)۔ مذکور مرحوم مالکی قاضی القضاۃ ناصرالدین التنسی (تعریف ، مخطوطہ الف ، ورق ۷۵ الف ، سطر ۲۸ - نجوم جلد ۶ ، صفحہ ۱۴۱ ، سطر ۹ - سیوطی ، جلد ۱ ، صفحہ ۲۱۸ ، سطر ۱ - ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۱۵)۔

۷۰ - جس زمانہ میں ابن خلدون المغرب میں تھا ، اسے مرینی خاندان کے فرمانروا ابوسالم کی طرف سے ۷۶۰ھ = ۱۳۵۹ء میں ناظر مظالم مقرر کیا گیا تھا ، اور یہ وہ عہدہ ہے جس کے فرائض جیسا کہ انہیں دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے ، (مقدمہ ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۹۹ ، سطر ۱۶ - Proleg ۲ جلد ۱ ، صفحہ ۴۵۱ ، نوٹ ۲) قاضی ہی سے

متعلق ہوا کرتے تھے ۔ مگر ابن خلدون حقیقتہ المغرب میں قاضی کے عہدہ پر کبھی فایز نہیں ہوا ۔

۷۱ - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون یہ نہیں کہنا چاہتا کہ اسے سلطان نے برطرف کردیا تھا اور اس امر پر زور دیتا ہے کہ یہ اس کے دشمن تھے جو اس کی معزولی کا باعث ہوئے جو ۱۲ محرم ۸۰۳ھ = ۳ ستمبر ۱۴۰۰ء کو عمل میں آئی (دیکھو تعریف ، مخطوطہ الف ، ورق ۷۶ الف ، سطور ۱۴ تا ۱۸) ۔

۷۲ - تیمور اس مقام پر اپنے پہلے سوال کو زیادہ صراحت کے ساتھ دہراتا ہے یعنی یہ کہ ابن خلدون المغرب کے کون سے مقام سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس کے جواب سے اس نے یہ بات بتا کر پہلوتہی کی تھی کہ تیمور اس کی زندگی کے حالات نہ کہ اس کی جائے پیدائش معلوم کرنا چاہتا ہے ۔

۷۳ - اس ٹکڑے کا متن واضح نہیں ہے ۔ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ۔ "میں عظیم ترین بادشاہ کا سیکریری (کاتب) تھا" یا "جس کا تعلق (کانت) وہاں کے عظیم ترین بادشاہ سے تھا ۔" "کانت یا "کاتب" کا لفظ بغیر عطف کے المغرب کے بعد آتا ہے ۔ "عظیم ترین بادشاہ" کے لئے دیکھو W. Bjorkman کی کتاب Beiträge ، صفحہ ۱۳۰ ۔

۷۴ - ابن خلدون کے بزرگ جو اصلاً یمنی عرب تھے ، کئی صدیوں تک اشبیلیہ میں آباد رہے تھے ۔ اس کا باپ افریقیہ کے صوبہ میں منتقل ہوگیا تھا اور ابن خلدون درحقیقت

تونس ھی میں پیدا ھوا تھا جو اُس وقت افریقیہ کا دارالسلطنت تھا - یہی ''اس کا وطن'' تھا - یہ سچ ھے کہ سارا شمالی افریقه المغرب کہلاتا تھا ، لیکن صرف اس لفظ کے وسیع ترین مفہوم میں۔ زیادہ محدود اور اصطلاحی مفہوم میں اس علاقه کے تین بڑے حصے تھے: ''المغرب الا قصیٰ'' مغرب میں ، ''المغرب الاوسط'' وسط میں اور افریقیه مشرق میں، جیسا کہ وہ خود کہتا ھے ، افریقیه '' ھم سے یعنی شام سے قریب ترین '' ھے۔

ابن خلدون اصطلاح ''المغرب'' کا استعمال پہلے دو حصوں کے محدود معنی میں اور جگہ بھی کرتا ھے (مقدمہ، جلد ۲، صفحات ۱۰۴، سطر ۱۲، ۳۴۶، سطر ۱۲- Prolegomena (مقدمہ) جلد ۲ ، صفحہ ۱۱۷ ، نوٹ ۳: ''المغربین'' سے الجزائر اور مراکش مراد ھے)۔

''المغرب الجوانی'' کی اصطلاح جسے ابن خلدون مغربیوں کے ''عرف'' کے بموجب ''اندرون مغرب'' کے مترادف بتاتا ھے اور جو ''المغرب الاقصیٰ'' کے معنی میں استعمال ھوئی ھے ، دو مرتبہ ''المغرب الجوانی'' کی شکل میں ابن الوردی کے بیان میں ابوالفداء کی کتاب المختصر میں آئی ھے ، (قاھرہ ، جلد ۴ ، صفحه ۱۴۹ ، سطور ۲۱ تا ۲۳ ، ۷۴۸ھ کے تحت) جہاں یہ اصطلاح شہر فاس کے لئے استعمال کی گئی ھے جہاں مرینی سلطان ابوالحسن کے فاس سے تونس بھیج دئے جانے کا ذکر ھے۔

الہ دین کی مشہور و معروف کہانی میں بھی یہ

اصطلاح موجود ہے ، دیکھو ایچ-زوٹن برگ کی
"Notice sur اور میں Histoire d' Ala-al-din
quelques manuscrits des Mille et une Nuits"
اور Notices et Extraits des manuscrits de la
Bibliotheque Nationale ، پیرس ۱۸۸۷ ، xxviii،
صفحہ ۲۳۹ ، سطر ۱ میں -

۵ - زناتہ المغرب میں بربری قبائل کی دو جماعتوں میں سے ایک
کا نام ہے ، اور دوسری کا نام ہے صنہاجہ - ان کے
سلسلۂ نسب اور رشتہ داری کے بارے میں مختلف نظریے
پیش کئے گئے ہیں - ابن خلدون نے اپنی عبر میں المغرب
میں زناتہ کی حکمرانی کے لئے کئی ابواب وقف کئے ہیں
(عبر، جلد ۷، صفحہ ۲ - دسلان Histoire des Berberes
جلد ۳ ، صفحہ ۱۷۹ اور بعد کے صفحات - نیز دیکھو
حوالہ جات مقدمہ میں ، جلد ۱ ، صفحات ۶ و ۷ ، ۲۸۶ ،
۲۹۷ ، ۳۱۴ - جلد ۲ ، صفحات ۱۳ و ۱۴ ، ۱۶ - اور
انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ، مقالہ "زناتہ") -

۷۶ - آگے چل کر جو جغرافی نام مذکور ہیں ، ان کی تفصیلات
کے لئے دیکھو یاقوت کے علاوہ متعلقہ مقالات انسائیکلوپیڈیا
آف اسلام اور زمانۂ وسطیٰ کے شمالی افریقہ اور ہسپانیہ
کے مصنفین کے مشہور ایڈیشن از آر-ڈوزی اور ای لیوی
پرو وانسال -

۷۷ - مغرب کے جغرافیہ کی بحث کے سلسلہ میں ۱۰ سطروں
کا ایک اور بیان بھی موجود ہے جسے ابن خلدون کے

ایک شاگرد ابن احمد الزّملکانی نے تحریر کیا تھا اور محمد کرد علی نے دمشق میں شائع کیا تھا (مجلہ" الدجمع العربی بدمشق ۱۹۴۸ء صفحہ ۱۰۹) ، جو تقریباً ابن خلدون کے اپنے بیان هی کی مثل هے اور غالباً اسی سے ماخوذ هے ۔ اس میں جو تھوڑے بہت اختلافات اور انحرافات پائے جاتے هیں ان سے ملاقات کے اس حصہ کے اصل واقعات پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔

۷۸ - لین (دیکھو لفظ کراسہ) کی تشریح کے مطابق ایک دستہ (کراسہ ، جمع کراریس) عام طور پر پانچ تختوں پر مشتمل ھوتا تھا جنھیں موڑ کر ۱۰ اوراق بنائے جاتے تھے ۔ تعریف کے مخطوطہ الف میں بعض اوراق کے نمبروں سے بھی ۱۰ ورقوں کے دستہ کا پتا چلتا هے ۔ چونکہ ورقوں کے هر دو جانب لکھا جاتا تھا لٰہذا جلد بظاهر ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ھوتی تھی ۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھو Karabacek, Das Arabische Papier ، جلد ۲ ، صفحات ۱۴۲ ' ۱۵۷ ۔

۷۹ - " رشتہ " سے ایک قسم کی سویاں مراد هیں (ڈوزی) نیز شوربا جس میں وہ پڑی ھوئی ھوں (سٹائن گس) ۔ دوسری تصانیف میں اس کا ذکر مغلوں کے خصوصی کھانے کی حیثیت سے نہیں ملتا ، لیکن یہ مملوکوں کے کھانوں میں بھی مشہور تھا (زبدہ ، صفحہ ۱۲۵ ، سطر ۱۴) اور زمانہ حال کی شامی قسم طعام (رشتہ ، رشتہ یا رشتیہ) کی لینڈبرگ کی کتاب Proverbs

et Dictons صفحہ ۷۸ میں تشریح کی گئی ہے۔ نیز دیکھو
ابن بطوطہ، سفرنامہ جلد ۲، صفحات ۳۶۵ و ۳۶۶، جہاں
رشتہ کا ذکر ہے اور جس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے :
"Une espece de vermicelle, que l'onfait cuire
et que l'on boit avec du-lait caille" یعنی ایک
قسم کی سویاں جن کو پکا کر ابلے ہوئے دودھ کے ساتھ
کھایا جاتا ہے اور ایم۔ راڈنسن کی کتاب Recherches
sur les documents arabes relatifs a la Cuisine,
صفحات ۹۵ تا ۱۶۵، خصوصیت سے صفحہ ۱۳۸ کا نوٹ ۹۔

ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۶۴، سطر ۱۱)
بظاہر اسی موقع کا حوالہ دیتے ہوئے جس کا ذکر
ابن خلدون نے کیا ہے دسترخوان پر رکھے ہوئے کھانے
کو "آبلا ہوا گوشت" کہتا ہے جو منگولوں کا روزمرہ
کا کھانا ہے اور (جلد ۲، صفحہ ۶۶، سطر ۷ میں)
خصوصیت کے ساتھ اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ ابن خلدون
ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے اسے کھایا تھا۔

۸۰۔ عربی ماخذوں سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ تیمور ابن خلدون
کے ساتھ انتہائی دوستانہ طریق سے پیش آیا تھا۔ کچھ
تو اس وجہ سے کہ ابن خلدون غیرمعمولی شکل و صورت
رکھتا تھا اور بڑا وجیہ آدمی تھا (منہل، ورق
۹۴ ب، سطر ۱۰۔ سلوک، ورق ۲۸ ب۔ شذرات،
جلد ۷، صفحہ ۷۷، سطر ۱۰)، لیکن زیادہ تر اس کی
طلاقت لسانی، دانشمندی اور ذہانت کی وجہ سے
(ابن قاضی شہبہ، ورق ۱۸۱۔ ابن حجر، ورق ۲۲۳۔

ابن عزب شاہ جلد ۲، صفحات ۶۲ تا ۷۰)۔

غالباً یہی وہ صفات تھیں جنہوں نے اشبیلیہ کے عیسائی بادشاہ پیڈرو الملقب بہ ظالم کو بھی متاثر کیا تھا اور جن کی بنا پر وہ آمادہ ہوگیا تھا کہ ابن خلدون سے اپنے دربار میں ٹھہرنے کی درخواست کرے، اس وعدہ کے ساتھ کہ اس کے بزرگوں کی سابقہ املاک آسے واپس دی جائیں گی۔ (عبر، جلد ۷، صفحہ ۱۲، سطر ۱۱۔ سخاوی، جلد ۴، صفحہ ۱۴۵)۔

۸۱۔ صدرالدین محمد ابن ابراھیم المناوی شافعی قاضی القضاۃ تھا ۔ ابن خلدون سب سے پہلے اس کا ذکر اپنی ”خود نوشت سوانح عمری“ میں سلطان فرج کی جانب سے شام کے باغی گورنر تنعم کے پاس رجب سنہ ۸۰۲ھ = مارچ سنہ ۱۴۰۰ع میں اپنی سفارت کے سلسلہ میں کرتا ھے۔ (مخطوطہ الف، ورق ۷۵ ب، سطر ۲۴۔ مقابلہ کرو نجوم سے، جلد ۶، صفحہ ۳۴، سطر ۵)۔

عرب مورخین اس امر کا ذکر کرتے ھیں کہ جب تیمور المناوی کو شوال سنہ ۸۰۳ھ = ۱۵ مئی تا ۱۲ جون سنہ ۱۴۰۱ع میں مشرق کی جانب کوچ کرتے وقت اپنے همراہ لئے جا رہا تھا ، اس وقت وہ دریائے زاب میں غرق کئے جانے سے پہلے قیدی کی حیثیت سے بہت سی مصائب اور تکالیف جھیل چکا تھا ۔ (سلوک، اوراق ۲۷ ب، سطر ۱۵، ۳۲ الف، سطر ۲۷۔ نجوم جلد ۶، صفحہ ۱۵۳، سطر ۸۔ سخاوی ، جلد ۶، صفحہ ۲۴۹، سطر ۲۴)۔ وہ اس وقت گرفتار ہوا تھا جبکہ مغول ان

لوگوں کے تعاقب میں تھے جو دمشق سے مصر کو فرار ہوگئے تھے (دیکھو بالا، نوٹ ۲۳) ۔ یہ واقعہ ۲۱ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری سنہ ۱۴۰۱ع کا ہے، اور اگر اس مقام پر ابن خلدون ۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری سنہ ۱۴۰۱ء کو تیمور سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کر رہا ہے تو پھر وہ اذیت جس میں المناوی مبتلا کیا گیا تھا، لازماً ان دونوں تاریخوں کے درمیان شروع ہوگئی ہوگی۔

ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۲۷) تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ المناوی کے ساتھ کیا پیش آیا: اس لئے کہ جب قاضی تیمور کے حضور میں لایا گیا تو وہ اس کے ساتھیوں سے کسی قدر آگے بڑھکر بغیر اجازت حاصل کئے بیٹھ گیا جس پر تیمور نے حکم دیا کہ اسے "کتے کی طرح" زمین پر گھسیٹا جائے۔ چنانچہ اس کے کپڑے پھاڑ دئے گئے، اسے گالیاں دی گئیں اور پیٹا گیا۔

جس باب (فصل) میں ابن عرب شاہ نے یہ حال درج کیا ہے وہ اس کے بعد کا ہے جس میں وہ ابن خلدون کی ملاقات کا ذکر کرتا ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ یہ واقعہ ایک ایسے دن کا ہے جب کہ "وہ (یعنی امرائے دمشق) اس کے حضور میں بیٹھے تھے اور یہ کہ المناوی کی سزا دھی کے بعد اس نے انہیں خلعت دیکر ہنسی خوشی واپس کر دیا تھا۔" یہ واقعہ ابن خلدون کی ملاقات سے پیشتر بظاہر ۲۳ جمادی الاولیٰ = ۹ جنوری (دیکھو نوٹ ۳۸) کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

ابن خلدون نے المناوی کی تعذیب کا حال انہی سے سنا ہوگا۔

۸۲ - ابن خلدون نے یہاں پر "حدثان" کا لفظ ان پیشین گوئیوں کے لئے بطور اصطلاح استعمال کیا ہے (دیکھو مقدمہ ، جلد ۲ ، صفحات ۱۷۷ تا ۱۸۸) جس میں زمانۂ مستقبل کے شاہی خاندانوں کی تبدیلیوں ، سلطنت کے انقلابات اور به حیثیت مجموعی مسلمانوں پر اثر انداز ہونے والے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ پر اسرار روایات ، قیاس آرائیوں اور نجومیوں اور جادوگروں کے تخمینوں پر مبنی تھیں۔

اس قسم کی پیشین گوئیاں اور مکاشفات کتابوں میں جمع کردئے گئے تھے جو الملاحم (واحد ملحمه) کہلاتی تھیں۔ چودھویں صدی میں المغرب میں پیشین گوئی اور غیب دانی کرنے کا رواج عام تھا (دیکھو رینو Hesperis میں ، ۱۹۴۳ ، XXX ، صفحات ۲۱۳ تا ۲۲۱ - میکڈانلڈ ، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، بذیل مقاله "ملاحم") - ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں (جلد ۲ ، صفحات ۱۷۶ تا ۲۰۱ - دیکھو دساسی کی Chrestomathie Arabe ، جلد ۲ ، صفحات ۲۹۸ تا ۳۰۲) ، اس موضوع پر ایک طویل باب لکھا ہے - یہاں پر فاضل ابن خلدون اس پیشین گوئی کا اطلاق جس کا علم اسے المغرب میں ہوچکا تھا ، تاریخ عالم میں تیمور کے عروج پر خوشامد کی غرض سے کرتا ہے۔

۸۳ - یہ دو "عروجی" سیارے زحل اور مشتری تھے یامشتری اور مریخ - دیکھو ، مقدمہ ، جلد ۲ ، صفحات ۱۸۳ ، ۱۹۳ - Proleg ، جلد ۲ ، صفحه ۲۱۷

نوٹ ۱ ، صفحہ ۲۱۹ نوٹ ۳ ، صفحہ ۲۲۷ نوٹ ۳ -
The "Trigon", The "Airy Three" منطقة البروج
کے تین برج جوزا ، میزان اور دلو مراد ہیں - دیکھو
تھانوی کی کشاف اصطلاحات الفنون مرتبہ شپرنگر سے ،
جلد ۱ ، صفحہ ۱۷۳ ، سطر ۹ ، جلد ۲ ، صفحہ
۱۲۳۵ اور مفاتیح العلوم - ایڈیشن از Van Vloten،
صفحات ۲۲۵ تا ۲۳۲ -

۸۴ - ظاہر ہے کہ ابن خلدون کا منشا "آٹھواں" تھا نہ کہ
"ساتواں" - دیکھو اوپر کا نوٹ ۶۲ -

۸۵ - اس فاضل ابوعلی ابن بادیس کے بارے میں دیکھو مقدمہ ،
جلد ۲ ، صفحہ ۱۹۴ - فاس کی یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے
ابن خلدون نے اپنی عبر کے ایک حصہ کا قلمی نسخہ
۷۹۸ھ = ۱۳۹۶ء میں قاہرہ سے بطور تحفہ بھیجا تھا-
دیکھو Prolegomena (مقدمہ) جلد ۱ ، صفحہ cviii -
ای - لیوی پرووانسال (E. Levi-Provencal) کے
مطابق (جرنل ایشیاٹیک ، ۱۹۲۳ء صفحات ۱۶۱ تا
۱۶۸) محفوظ مخطوطہ کے اس حصہ میں (عبر ، جلد ۳
و جلد ۴) مصنف کے دستخط ملتے ہیں - دیکھو ،
A. Bel, Catalogue de La Mosquee d' El-Qaro-
uiyine a Fes, (جامع القرويين کے کتبخانہ کی فہرست
مرتبہ Bel) فاس ، ۱۹۱۸ء صفحہ ۶ نوٹ ۴ اور
صفحات ۱۲۶۶ تا ۱۲۷۱ -

۸۶ - مخطوطہ الف میں اس لفظ پر اعراب درج نہیں ہیں ، اس

لئے اسے " تاثر" (جیسا کہ مخطوطہ ج میں ہے) یا
" ثائر" بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

۸۷ - ابن خلدون اپنی تعریف کے ابتدائی حصہ میں اس یہودی طبیب اور منجم ابراھیم ابن زر زر کا ذکر کرتا ہے (عبر، جلد ۷، صفحہ ۴۰۳، سطر ۱۳، صفحہ ۴۱۲، سطر ۷)۔
نیز دیکھو دسلان : تاریخ بر بر Histoire des Berberes
جلد ۴، صفحات ۳۲۷ و ۳۲۸)۔

جہاں تک عربی، عبرانی اور عیسائی — ہسپانوی معاصرانہ ماخذوں کا تعلق ہے ابراھیم ابن زر زر ایک معروف شخص ہے۔ اس کے نام کے ھجے مختلف طریقوں سے کئے گئے ھیں (زر زار، زر زل، زرور، سرسر)۔ جب وہ ۷۵۶ھ = ۱۳۵۵ء میں فاس میں ابو عنان کے دربار میں ملازم تھا (عبر، جلد ۷، صفحہ ۴۰۳ ببعد)، ابن زر زر کی ابن خلدون سے شناسائی ھوئی ۔ بعد کو ابن زر زر غرناطہ کے سلطان محمد خامس الملقب بہ ابن الاحمر کے دربار میں درباری طبیب اور منجم کی حیثیت سے ملازم ھوگیا ۔ ابن رضوان حاجب کی دردناک موت کے بعد وہ غرناطہ سے چلا گیا اور قشتالہ کے عیسائی بادشاہ الفانسو کے بیٹے پیڈرو الملقب بہ ظالم کے سلسلۂ ملازمت میں منسلک ھوگیا ۔

بوجہ اُس عظیم الشان شہرت کے جو طبیب اور منجم کی حیثیت سے ابن زرزر کی آمد سے پہلے پیڈرو تک پہنچ چکی تھی، یہودی علماء کے متعلق اس کی رائے اچھی

ھو گئی اور اس نے اس کا پر تپاک استقبال کیا اور اپنے مشیروں اور طبیبوں میں اسے ممتاز جگہ دی۔ جب ۷٦۵ھ = ۱۳٦۴ء میں ابن خلدون کو غرناطہ کے سلطان محمد خامس کی طرف سے اشبیلیہ میں ظالم پیڈرو کے دربار میں سفارتی مشن لے جانے کی خدمت سپرد ھوئی تا کہ دونوں فرمانرواؤں کے مابین دوستی اور صلح کا عہد نامہ مرتب کیا جائے تو اس وقت ابن زرزر ھی نے ابن خلدون کا تعارف پیڈرو سے کرایا تھا اور اس کی شخصیت کی بیحد تعریف کی تھی۔ ظالم پیڈرو سے ابن خلدون کی اس ملاقات کے لئے جو ابن خلدون کی ابتدائی زندگی کا ایک نمایاں واقعہ ھے، دیکھو عبر، جلد ۷، صفحات ۴۱۰ تا ۴۱۲، اور مخطوطات الف، ب اور ج میں متقابل متن۔ اس یہودی طبیب کے بارے میں عربی ماخذوں میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھو ابن الخطیب کی کتاب " الاحاطہ فی اخبار غرناطہ " قاھرہ، ۱۳۱۹، جلد ۱ صفحہ ۲۴۱۔ اندلس جلد ۱، ۱۹۳۳، صفحات ۱۰۵ و ۱۲۴ - سخاوی، جلد ٦، صفحہ ۱۴۵ - نیز دیکھو آر۔ برنشوگ La Berberie Orientale sous les Hafsides، جلد ۲، صفحات ۳۷۱ و ۳۸۸ -

عبرانی ماخذوں کے لئے دیکھو Gedalya ben Yahya, Shalsheleth hak-Kabbala، ایڈیشن Zolkiew، سنہ ۱۸۰۳ء صفحہ ۸۳ ب۔ جیوئش انسائیکلوپیڈیا، جلد ۱۲، صفحہ ٦۳۸ - خلافت مشرقیہ میں درباری یہودیوں کی حیثیت کے بارے میں دیکھو ڈبلیو - جے - فشل،

۸۸ - شیخ ابو عبداللہ محمد ابن ابراهیم الآبلی المغرب میں ابن خلدون کا ایک استاد تھا اور اس کے روحانی ارتقا میں اس کا بہت بڑا حصہ تھا - ابن خلدون اسے "المغرب کا سب سے بڑا فاضل اور علوم عقلی کا سب سے بڑا استاد" تسلیم کرتا ہے، اور اپنے مقدمہ اور تعریف میں متعدد مقامات پر اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے (مقدمہ، جلد ۲، صفحات ۱۷۳، ۳۰۰، ۳۰۱ - عبر، جلد ۳، ۳۸۰، اور دوسرے حصے - دسلان : تاریخ بربر (Histoire des Berberes) جلد ۳، صفحہ ۳۸۵ بیعد، ۴۱۲، جلد ۴، صفحہ ۲۲۳) - اس کی زندگی کے حالات کے متعلق الدرر الکامنہ، جلد ۳، صفحہ ۲۸۸، نمبر ۷۶۶ بھی دیکھو -

۸۹ - ابن خلدون نے مقدمہ کی جلد ۲، صفحات ۱۴۲ تا ۱۷۷ میں ایک خاص باب مین فاطمی مہدی موعود (المہدی المنتظر) کی آمد کے بارے میں جملہ روایات اور خیالات جو مل سکے پیش کردئے ہیں -

۹۰ - ابن خلدون اس کو المغرب کا آٹھویں صدی کا سب سے بڑا صوفی قرار دیتا ہے (مقدمہ، جلد ۲، صفحات ۱۷۱ و ۱۷۲) - ابن خلدون نے ابو یعقوب سے درس نہیں لیا تھا لیکن اپنے پوتے ابو ذکریا یحییٰ کے ذریعہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں - البادسی نے جو اس کے زمانہ کا ایک صوفی تھا، ایک ایسے شخص کے ظہور کی پیشین گوئی کی تھی جو اصولی مذہب کی تجدید کرے گا -

اس کے متعلق خیال تھا کہ وہ بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔

۹۱ - یہ بیان کرنے سے کہ وہ تیس چالیس سال سے تیمور سے ملاقات کرنے کا متمنی تھا اور یہ کہ حضرت آدم[ؑ] سے لیکر اس دور تک دنیا میں آس جیسا فرمانروا نہیں آیا ، ابن خلدون کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک پشت سے تیمور کی سرگرمیوں کا مطالعہ کرتا رہا تھا اور اس کی زندگی اور کارناسوں کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر چکا تھا ۔ دراصل ابن خلدون نے عبر ، جلد ہ میں اور اپنی تعریف میں تیمور کے نسب ، اس کے عروج اور ایشیا میں اس کی مہموں اور فتوحات کا جو حال لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے تیمور کے بارے میں جملہ تاریخی واقعات اس فاتح عالم سے ذاتی طور پر ملاقات کرنے سے بہت پہلے جمع کر لئے تھے ۔ اس کی تصدیق ابن قاضی شہبہ کی رپورٹ سے ہوجاتی ہے جو اس نے تیمور سے ابن خلدون کی پہلی ملاقات کے بارے میں لکھی ہے جس کے مطابق ابن خلدون نے بیان کیا تھا کہ " میں نے آپ کے سوانح حیات (ترجمتک) بھی قلمبند کئے ہیں اور میں انہیں آپ کو پڑھ کر سنانا چاھتا ہوں تا کہ آپ غلطیوں کی اصلاح کر دیں ۔" تیمور نے اسے اجازت دی اور جب اس نے اپنا نسب نامہ سنا تو اس نے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں ؟ اس پر ابن خلدون نے جواب دیا کہ اس نے " انہیں ان قابل اعتماد تاجروں سے سنکر لکھا ہے جو اس کے ملک میں آئے تھے ۔" (ابن قاضی شہبہ ، ورق ۱۸۱) ۔

۹۲ - جماعت کی وفاداری ، استحکام یا عصبیہ سے شہنشاہ سے

وفاداری اور پھر اس خاندان سے وفاداری جس کی بنیاد اس نے ڈالی مراد ہے۔ خاندان کا قیام وفاداری پر موقوف ہوتا ہے اور ان لوگوں کی تعداد پر جو اس کی خاطر جنگ کرنے پر رضامند ہوں۔ (دیکھو مقدمہ، جلد ۱، صفحہ ۳۱۳، اور مقدمہ میں بہت سے دوسرے حوالہ جات)۔ یہ سارا تصور جو ابن خلدون کے عمرانی نظام کی اساس اور بنیاد ہے، ایسا موضوع ہے جس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ دیکھو کے۔ ایاد، اے۔ ہمبا سی، جی۔ بتھول، فرائر گیبریئیلی، ٹی۔ خیمیری، اور ای۔ روزن ٹال کے مقالے۔ (دیکھو بذیل، کتابیات)۔

۹۳۔ ''عرب'' اور ''ترک'' کی اصطلاحات سیاسی معنوں میں استعمال ہوئی ہیں اور صرف مبہم طریقہ سے ان کا اطلاق انسانی نسلوں پر ہوا ہے۔ ابن خلدون نے سلجوقیوں کے بیان میں دنیا کی یہی تقسیم کی تھی یعنی اس دنیا کی جو بطور معمول عرب مؤرخوں کے پیش نظر رہی ہے (دیکھو عبر، جلد ۵، صفحہ ۳)۔ وہ بہت سی نسلوں کا شمار ترکوں کی شاخوں کی حیثیت سے کرتا ہے (نیز دیکھو تعریف، مخطوطہ الف، ورق ۶۷ الف)۔

۹۴۔ مشرق کی قدیم روایتی تاریخ میں اہل فارس کا شمار دنیا کی بہت قدیم اور طاقتور اقوام میں ہوتا ہے۔ ایران (جسے عربی میں عراق کہتے ہیں) میں ان کی ابتدائی طاقت کے مرکز میں بعد کو خراسان کا اور نبط کی سلطنت کا اضافہ ہو گیا تھا (نبطیوں کو بابل کا ہم معنی بتایا گیا ہے۔ عبر، جلد ۲، صفحہ ۱۵۴، سطر ۱۹)۔

یوشع کے زمانے میں جس کا ذکر توریت میں آیا ہے یا

اس سے کچھ پہلے (عبر، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷، سطر ۱۴)، منوشہر (دیکھو بعد) ایران کے تخت پر بیٹھا۔ ترکوں کے بادشاہ افراسیاب نے اس کا مقابلہ کیا (عبر، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶، سطر ۲۶۔ دیکھو طبری جلد ۱، صفحہ ۴۳۲، سطر ۱۔ جہاں اس کے پڑدادا کا نام ترک دیا گیا ہے)۔ افراسیاب نے بالآخر منوشہر کی وفات کے بعد ایرانی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا (عبر جلد ۲، صفحہ ۱۰۷، سطر ۲)۔

یہ ہے وہ روایتی تاریخ جسے ابن خلدون اپنے فوری مقاصد کے لئے تیمور سے اپنی ملاقات میں بیان کرنا اختیار کرتا ہے تا کہ ترکوں کی عظمت کو بڑھا کر دکھائے۔ اپنے مقدمہ میں بظاہر وہ افراسیاب کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتا۔ وہاں وہ روایتی داستانوں کو تاریخی واقعات کی صورت میں پیش نہیں کرتا۔

درحقیقت روایتی تاریخ میں بھی افراسیاب کی کامیابی دیرپا ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ منوشہر کے جانشین زمر نے اسے شکست دے دی تھی (دیکھو نوٹ ۱۰۳) اور افراسیاب کو ایران سے باہر دھکیل دیا تھا۔ (عبر، جلد ۲، صفحہ ۱۰۷، سطر ۶۔ دیکھو طبری جلد ۱، صفحہ ۵۳۱، روایت اور ناموں کی تفصیلات اور اختلافات کے بارے میں)۔ شاہ نامہ فردوسی میں جس مین افراسیاب اور ایرانی شہنشاہوں کی جنگوں کا تفصیلی بیان ہے، کیخسرو نے بالآخر افراسیاب کا سر قلم کر دیا تھا (دیکھو طبری، جلد ۱، صفحہ ۶۰۰، سطر ۱۱، صفحہ ۶۱۶، سطر ۱۶

جہاں افراسیاب کے نام کے ہجے فراسیات کئے گئے ہیں)۔

۹۵ - خسرو (کسریٰ) المعروف بہ انوشیروان ، نوشیروان ، یا خسرو اول ایران کے ساسانی بادشاہوں کی نسل میں ۲۱واں بادشاہ تھا اور تاریخ میں اسے عظیم‌ترین ایرانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے ۴۸ سال تک (سنہ ۵۳۱ تا سنہ ۵۷۹ء) ایسی سلطنت پر حکومت کی جو یورپ سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں دیکھو مقدمہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۸۹ ، اور دوسرے مقامات ۔

۹۶ - تیمور سے ملاقات کا حال تحریر کرتے وقت ابن خلدون کو صحت بیان سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ اپنی مثالیں زبانی ترتیب کے بغیر پیش کرتا ہے ۔ مگر اس کی اصطلاح "روم" (جس کا ترجمہ "یونانی" کیا گیا ہے) کا استعمال اور یونانیوں اور رومیوں کے مابین فرق نہ کرسکنا عربوں کے اس تصور کے عین مطابق ہے کہ رومی یونانیوں کا ایک حصہ ہیں ۔ اپنی تاریخی تصنیفات میں ابن‌خلدون یونانیوں کو یونیا کے رہنے والے (جسے بائیبل میں یاوان کہا گیا ہے) اور رومیوں کو لاطینی لکھتا ہے ۔ (دیکھو مقدمہ ، جلد ۳ ، صفحہ ۹۰ ، سطر ۵ بیعد) ۔ اسکندر "یونان" کا رہنے والا تھا (مقدمہ ، جلد ۳ ، صفحہ ۸۹ ، سطر ۷ ۔ عبر جلد ۲ ، صفحات ۱۸۶ ، ۱۸۹ و ۱۹۶)۔ "قیاصرہ" لاطینی تھے (عبر ، جلد ۲ ، صفحات ۱۹۶ ، سطر ۲۷ ، ۱۹۷ ، سطر ۲) ۔ اور مقامات پر بھی وہ "یونان" اور "روم" کا ذکر کرتا ہے (عبر ، جلد ۲ ،

صفحہ ۶۶ ، سطر ۸)۔

اگرچہ ابن خلدون جغرافیہ میں عام طور سے "روم" کا لفظ خصوصیت کے ساتھ ایشیائے کوچک کے لئے استعمال کرتا ہے اور اپنی تاریخ میں "بزنطین" کے لئے ، تاہم وہ یہ بھی کہتا ہے کہ "روم" لاطینیوں کے دارالسلطنت کا نام ہے ، لیکن جب رومیوں نے یونانیوں کو بھی اپنی وسیع سلطنت میں شامل کر لیا تو اس نے ان دونوں کو ایک دوسرے کا مترادف قرار دے دیا (عبر ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۹۶ ، سطر ۶ و ۲۷، صفحہ ۱۹۷ ، سطر ۱۶)۔

قیصر سے عربی تاریخوں میں بالعموم بزنطینی شہنشاہ مراد ہیں ، لیکن ابن خلدون یہاں پر یا تو جولیس سیزر (جسے وہ قیاصرہ کے سلسلہ کا پہلا قیصر کہتا ہے) یا آکٹے وی آس شیزر (جسے وہ قیصر اوکتاوبان اور اوغسطس قیصر ہر دو کہتا ہے) کی جانب اشارہ کرتا ہے ۔ وہ دونوں کے حالات زندگی اور فتوحات کا بیان کرتا ہے (عبر ، جلد ۲ ، صفحات ۱۹۹ و ۲۰۰)۔

دنیائے قدیم اور یورپ کے متعلق ابن خلدون کی معلومات بہت محدود تھیں ۔ یہ سچ ہے کہ وہ سقراط ، افلاطون اور ارسطو کا ذکر کرتا ہے اور موخرالذکر کو تمام فلسفیوں میں سب سے بڑا اور مشہور مفکر قرار دیتا ہے (مقدمہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۶۹ ، جلد ۳ ، صفحہ ۹۰) ، لیکن اسے لاطینی یا یونانی نہیں آتی تھی اور ان کی تصانیف سے اسے براہ راست کوئی واقفیت نہ تھی ۔ وہ اپنی عبر کی دوسری جلد میں یونانیوں ، رومیوں ، قوطیوں ،

اسرائیلیوں اور دوسری اقوام کی تاریخ کا خاکہ دیتا ہے
لیکن غیر عربی اقوام کا جو حال اس نے دیا ہے
سعید ابن البطرین (Eutychius وفات ۹۳۹ء) ، جرجس
المکین ابن الحمید (وفات ۱۲۷۳ء)، ابن سعید الغرناطی المغربی
(وفات ۱۲۷۴ء) ، اور بالخصوص پانچویں صدی عیسوی
کے ایک مورخ پولوس (Paulus Orosius) ہروشیوش یا
ہروشیش کی کتابوں سے ماخوذ ہے اور بعض اوقات لفظ بلفظ
نقل ہے ۔ ابن خلدون موخرالذکر کو " روم کا مورخ "
(عبر ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۰ ، سطر ۲۴ ، صفحہ ۱۲ ،
سطر ۲۶ ، صفحہ ۱۷ ، سطر ۵ اور جا بجا) کہتا ہے اور
ہروشیوش کی کتاب Historiae adversus paganos کے
عربی ترجمہ سے بہت سا مواد لفظاً لفظاً نقل کردیتا ہے ۔

اس نادر مخطوطہ کے عربی اجزاء کو جورج لیوی دیلا ویدا
نے کولمبیا یونیورسٹی ، نیویارک ، کی لائبریری میں
دریافت کیا ہے (دیکھو JAOS ، ۱۹۴۳ ، صفحات ۱۸۷
تا ۱۹۱) ۔ نیز او ۔ اے ۔ میکاڈو کی کتاب Cuardenos
de historia de Espana جلد ۱ ، ۱۹۴۴ ، صفحہ
۱۴۳ ، بیعد) اور جورج لیوی دیلا ویدا کا فکر انگیز
تحقیقی مقالہ La tradubione araza delle storie di
Orosio (Miscellanea G. Galbiati,) جلد ۳ ، ۱۹۵۱ ،
صفحات ۱۸۵ تا ۲۰۳ ، Fontes Ambrosiani xxvii
میلان ۔

بائیبل کے زمانہ کے بعد کی تاریخ یہود کے لئے ابن خلدون
نے یوسف ابن کریون کی تصنیف سے استفادہ کیا جسے وہ

"مقدس ہیکل کی دوسری تعمیر کا مؤرخ" کہتا ہے اور جسے وہ غلطی سے Flavius Josephus قرار دیتا ہے اور یہ اس لئے کہ اسے "جوسی پون" (عبر، جلد ۲، صفحہ ۲۴، سطر ۲۳، صفحہ ۱۱۶، سطر ۸ اور جا بجا) کی تاریخ نما تصنیف کا علم نہ تھا۔ ابن خلدون اور جوسی پون کے بارے میں مزید تفصیلات راقم الحروف کی شائع ہونے والی کتاب میں دی جائیں گی۔

۹۷۔ "یہ بادشاہ" سے بدیہی طور پر تیمور مراد ہے اور ابن خلدون نے ترجمان کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے ہیں۔

۹۸۔ دیکھو اوپر کا نوٹ ۸۴ اور مابعد کے نوٹ۔

۹۹۔ اگرچہ ابن خلدونؒ اس امر سے بخوبی واقف تھا کہ بخت نصر فی الحقیقت ایران کے صوبوں میں سے صرف ایک صوبہ کا گورنر تھا اور سلطنت کی مغربی سرحدوں (مقدمہ جلد ۱، صفحہ ۱۰) کا حکمران (مرزبان)، تاہم اس نے اسے "بادشاہ" کا لقب دیا ہے (مقدمہ، جلد ۱، صفحہ ۴۱۷ اور دوسرے مقامات پر بھی عبر، جلد ۲، صفحہ ۲۲۵)۔

۱۰۰۔ تیمور فی الحقیقت "بادشاہ" یا "فرمانروا" نہ تھا۔ برائے نام شہنشاہ، بادشاہ یا صاحب التخت محمود خان تھا جو ۷۹۰ھ سیور غتمش خان کے بعد تخت نشین ہوا۔ موخرالذکر چغتائی کی نسل میں تھا اور سمرقند کا فرمانروا تھا۔ چونکہ تاتاری دستور کے مطابق شاہی خاندان کا

موخرالذکر اچغتائی کی نسل میں تھا اور سمرقند کا فرمانروا تھا۔ چونکہ تاتاری دستور کے مطابق شاہی خاندان کا صرف ایک فرد حکومت کرسکتا تھا اس لئے تیمور نے محمود کو سلطان بنادیا اگرچہ حکومت کا نظم ونسق وہ خود چلاتا تھا (دیکھو اوپر کا نوٹ ۱۰۰، اور ذیل کا نوٹ ۱۶۳)۔

۱۰۱- لڑکے کے باپ کا نام سیورغتمش تھا نہ کہ ساطلمش۔ نیز تعریف کی ابتداء میں بھی ابن خلدون نے باپ کا نام ساطلمش لکھا ہے (مخطوطہ الف، ورق ۸۷ ب، سطر ۷۔ مخطوطہ ب، ورق ۸۹ ب)، لیکن مخطوطہ الف کے حاشیہ میں لفظ سیورغتمش درج ہے اور اس پر پوری طرح اعراب بھی لگا دئیے گئے ہیں تاکہ صحیح تلفظ ادا ہوسکے۔ مخطوطہ ج (ورق ۱۳۹، سطر ۲۱) میں سیورغتمش کو طلمش لکھا ہے جس میں پہلے نام پر پوری طرح اعراب لگائے گئے ہیں اور بدیہی طور پر یہ اسی ماخذ سے ماخوذ ہے جیسے مخطوطہ الف کا حاشیہ اور طلمش اصلی لفظ ساطلمش کا باقی حصہ ہے۔ موجودہ عبارت میں یہ موخرالذکر نام بغیر تصحیح کے رہنے دیا گیا ہے۔

مابعد کی عبارت (مخطوطہ الف، ورق ۸۲ ب، سطر ۱۰۔ مخطوطہ ج، ورق ۱۳۸، سطر ۲۲) میں ابن خلدون نے لڑکے کی ماں کا نام (نہ کہ اس کے باپ کا نام) صرغتمش دیا ہے (مخطوطہ الف میں اس پر اعراب نہیں

دئیے گئے ھیں) ۔ مخطوطہ ب (۹۳ الف ، سطر ۱۷)
میں صرغتمش ھے ۔ مخطوطہ ج (۱۳۸ ، سطر ۳۲) میں
بھی لڑکے کا نام محمود بتایا گیا ھے ۔ عبر (جلد ۵ ،
۵۳۲ ، سطر ۱۱) میں لڑکے کا نام '' طغتمش یا محمود ''
دیا گیا ھے جس کی ماں سے تیمور نے اس کے باپ کی
وفات کے بعد نکاح کرلیا تھا ۔ پیش نظر عبارت میں نہ
تو بیٹے کا نام مذکور ھے نہ ماں کا ۔

ابن عرب شاہ (جلد ۱ ، صفحہ ۶۲ ، سطر ۱۰) میں
سیورغتمش کو غلطی سے سبورغاتمش لکھ دیا گیا ھے :
تیمور نے سلطان حسین کو (سنہ ۷۷۱ ھ=سنہ ۱۳۷۰ ء) میں
قتل کرنے کے بعد اپنے تخت پر بٹھا دیا تھا اور شام
پر حملہ کرنے میں تیمور نے مطالبہ کیا تھا کہ
'' محمود خاں یا سبورغتمش خاں (کذا) اور خود اس کا
نام جمعہ کی نماز کے خطبہ میں پڑھا جائے اور اسی طرح
یہ کہ ان کے ناموں کے سکے ڈھالے جائیں (نیز دیکھو
بارٹولڈ ، '' الغ بیگ '' صفحات ۳۳ ، ۳۴ اور اوپر کا
نوٹ ۲ ز) ۔ ابن تغری بردی بھی اسی طرح کہتا ھے کہ
محمود خود صرغتمش کے نام سے مشہور تھا (نجوم ، جلد ٦ ،
صفحہ ۸۴ ، سطر ۱۱ ۔ صفحہ ۱۵۸ ، سطر ۱۷)۔

۲۰۱۔ آخری (''باقیہ'') سے شاھان بابل کے طویل سلسلۂ نسب
کا آخری بادشاہ مراد ھے، اور ''پہلے'' سے افسانوی زمانہ
کے یا اسکندر سے پہلے کے ایرانی مراد ھیں ۔ (عبر ،
جلد ۲ ، صفحہ ۱۶۱ ، سطر ۳) ۔

”نبطیون“ (النبط) اهل بابل کا عربی لقب ہے جو
نبیط کے واسطہ سے بائیبل کے سام کی اور ایک روایت
کے مطابق نمرود کی اولاد میں تھے (دیکھو عبر، جلد
۲، صفحہ ۶۹، سطر ۱۹۔ طبری، جلد ۱، صفحہ ۲۱۹،
سطر ۵۔ صفحہ ۳۲۴، سطر ۳)۔ نمرود کی اولاد میں
آسوری (نینوا، موصل یا الجزائر، عراق عرب کے لوگ)
بھی ہیں اور بعض اوقات انہیں بھی مبہم طریقہ سے
نبطیون کہا گیا ہے۔

بخت نصر (جسے طبری نے پہلی جلد صفحہ ۶۷۱،
سطر ۱۳ میں نبو خد نصر کا معرب کہا ہے) مروجہ
عربی روایت کے مطابق بابلی تھا (دیکھو عبر، جلد
۲، صفحہ ۶۹، سطر ۲۸) یا کم سے کم وہ موصل
کے بادشاہ سنحریب کا ایک پوتا تھا اور اسی نے بابل
فتح کیا تھا (عبر، جلد ۲، صفحہ ۷۱، سطر ۱۲۔
طبری جلد ۱، صفحہ ۶۶۲، سطر ۹)۔ بہر صورت
وہ ایک نبطی تھا اور ایرانیوں نے جب بعد کو اسے
شکست دی، تو اسے بابل میں گورنر بنا کر چھوڑ دیا
تھا (عبر جلد ۲، صفحہ ۷۱، سطر ۱۵۔ طبری،
جلد ۱، صفحہ ۳۲۴، سطر ۹)۔

ایک بالکل مختلف روایت میں بخت نصر کو جس نے
بابل تباہ کیا تھا، ایرانی بتایا گیا ہے۔ اس کا ایرانی
نام بختر شہ تھا اور وہ لہراسپ اور اس کے جانشینوں
کی طرف سے ایران کے تمام مغربی صوبوں کا حاکم تھا

(طبری ، جلد ۱ ، صفحات ۶۴۵ ، مخطوطہ ۶۴۵ ، سطر ۱۳ ، ۶۵۱ ، سطر ۱۲ - عبر ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۶۰ ، سطر ۱۶ ، جہاں بخت نصر کے ایرانی نام کو بخت نرسی لکھا گیا ہے)۔ جب وہ بابل سے بیت المقدس گیا تو وہاں دوسرا بخت نصر یعنی نبوزردن جو حاکم موصل سنحریب کا بیٹا تھا ، اس کے ساتھ شامل ہو گیا ۔ (طبری ، جلد ۱ ، صفحہ ۶۵۰ ، سطر ۱۶ - عبر جلد ۲ ، صفحہ ۱۶۰ ، سطر ۱۸)۔

۱۰۳- ترجمہ کا وہ حصہ جو خطوط وحدانی میں ہے ، مخطوطہ الف میں متن کے حاشیہ میں درج ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یا تو خود مصنف نے اسے بعد میں بڑھادیا یا کاتب نے ۔ منوشہر قدیم ایرانی بادشاہ افریدون کا پوتا تھا اور روایت کے مطابق حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تھا (طبری ، جلد ۱ ، صفحہ ۴۲۹ ، سطر ۱۳ - دیکھو نوٹ ۹۴)۔ تاریخ حمزہ الاصفہانی ، بمبئی ، ۱۹۳۲ ، صفحہ ۲۰ پر یہ کہا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ کا ظہور منوشہر کے عہد حکومت کے ساٹھویں سال میں ہوا اور وہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے ، اور یہ کہ وہ منوشہر ہی کی حکومت کا زمانہ تھا جبکہ حضرت یوشع بنی اسرائیل کو فلسطین میں لائے ۔

منوشہر کی اولاد میں ایک شخص کیقباذ گزرا ہے جو اس سے پانچویں پشت میں تھا (عبر ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۰۴ ، سطر ۵ - طبری ، جلد ۱ ، صفحہ ۵۳۴ ، سطر ۹)۔ اس کی شادی ترکوں کے ایک رئیس کی لڑکی سے ہوئی

جس کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک کیقاؤس تھا (عبر، جلد ۲، صفحہ ۱۰۹، سطر ۶)۔
ایک دوسری روایت کے مطابق کیقاؤس کا ایک بیٹا سیاوخش تھا (طبری، جلد ۱، صفحہ ۵۹۸، سطر ۲) جو ترکوں کے بادشاہ فراسیات کے یہاں پہنچا۔ موخرالذکر نے اپنی بیٹی اس کے عقد نکاح میں دے دی (طبری، جلد ۱، صفحہ ۶۰۰، سطور ۳ تا ۱۱) جس سے اس کی وفات کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا (طبری، جلد ۱، صفحہ ۶۰۰، سطر ۱۱۔ نیز مقابلہ کرو جلد ۱، صفحہ ۵۹۵، سطر ۱۱ سے)۔

امکان یہ ہے کہ تیمور اپنی والدہ کے واسطہ سے جس کا نام تکینہ خاتون بیان کیا جاتا ہے، منوشہر سے اپنا رشتہ ملانے کے لئے ان روایات کی جانب اشارہ کرتا ہے (بارتولڈ، ''الغ بیگ''، صفحہ ۱۹)۔

۴۰۱۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ابن خلدون نے منوشہر سے جو ایرانی تھا، رشتہ داری پر زور کیوں دیا سوائے اس کے کہ خود تیمور نے اس کا دعویٰ کیا تھا۔

۵۰۱۔ متن کے الفاظ (یعکر علینا) کے لفظی معنی ہیں: ''طبری کی رائے ہم پر لوٹ پڑے گی'' جس کا مطلب ''ہم پر'' یا ''ہمارے خلاف ہے''، اگرچہ کسی لڑائی یا مقابلہ کا ذکر کرتے وقت آخری معنے ہی لئے جاسکتے ہیں۔ یہاں سیاق عبارت سے بظاہر یہ معنی نکلتے ہیں کہ ''بحث میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ'' یا شاید ''ہمارا

فیصلہ کرو"۔ دیکھو تاریخ بلاذری کی فرہنگ مرتبہ ڈی خویہ، صفحہ ۳۷)۔

۱۰۶- مورخ محمد ابن جعفر الطبری (وفات سنہ ۹۲۳ء) کے بارے میں ابن خلدون کی یہ رائے ہے کہ "وہ چند اچھے مورخین میں سے ہے اور اس کی نظر میں اس کا شمار اُن مورخین میں ہوتا ہے جو "ایک ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں"۔ (مقدمہ، جلد ۱، صفحات ۳، ۲۰، ۴۴ اور دیگر متعدد مقامات)۔ ابن خلدون طبری کی تاریخی تصانیف پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہے اور اپنی عجمی اقوام کی تاریخ کے لئے اس سے مواد حاصل کرتا ہے (دیکھو عبر، جلد ۲) اور خود اپنے عمرانی فلسفیانہ خیالات کی تشریح کے لئے بھی اس سے استفادہ کرتا ہے۔

۱۰۷- "ہم پر طبری کا قول ماننا واجب نہیں ہے"۔ اس عبارت کا لفظی ترجمہ ہے: "طبری سے ہم پر کیا ہے؟" یعنی ہم اس کے کس قدر مرہون منت ہیں یا ہم اس سے کتنے مرعوب ہیں؟"

۱۰۸- ابن خلدون کے جواب کی عبارت یہاں پر پھر مبہم ہو جاتی ہے اس لئے کہ "ناظر علیا" کا عام طور پر مفہوم ہے "مخالفانہ بحث کرنا"، لیکن چونکہ تیمور نے طبری کو بطور سند ماننے سے انکار کردیا تھا اس لئے اس پر بحث ممکن نہ تھی جب کہ ابن خلدون نے بھی اسے مسترد کردیا تھا۔ مگر مجوزہ بحث کا دوبارہ ذکر نہیں ملتا اس لئے یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آیا ابن خلدون

طبری کی پیش کردہ مختلف روایات میں سے فی الحقیقت
کسی روایت کا انتخاب کرنا چاھتا تھا، کم سے کم
ایک ایسی روایت کا جس سے اتنا ظاھر ھو کہ اس کی
رائے درست ھے اور تیمور غلطی پر ھے۔

۱۰۹- ابن خلدون نے شہر سے قاضیوں کے نکلنے اور دروازہ کے
کھلنے کا جو ذکر کیا ھے، وہ تتمہ ھے ان حالات کا جو
۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۰۳ھ = سنہ ۱۰ جنوری ۱۴۰۱ء کے
دن پیر کی صبح کو شہر کے چھوٹے دروازے پر قاضیوں کو
چھوڑنے کے بعد پیش آئے (دیکھو نوٹ ۳۶)۔

العینی جس کا بیان ان دنوں کے واقعات کے بارے میں
بہت ھی مختصر ھے اور جس میں ابن مفلح کا کوئی ذکر
نہیں ملتا، کہتا ھے کہ پیر کے دن جمادی الآخرہ کی
۲۴ تاریخ کو (اس سے بلا شبہ اس کی مراد جمادی الاولیٰ
ھے) تیمور نے شہر پر قبضہ کرلیا ("ملک") اور انہوں
نے دروازے کھول دئے۔ اس نے ھر دروازہ پر ایک
محافظ (شحنہ) بٹھا دیا اور عام معافی کا اعلان کردیا
(اوراق ۱۳ الف، ۳۱ تا ۱۳ ب، سطر ۲)۔ قاضیوں
کی تیمور سے ملاقات جیسا کہ آگے چل کر مذکور ھے
(نوٹ ۱۱۰) اسی دن بعد کو شہر کی فصیل کے قریب
ھوئی نہ کہ قبہ یلبغا میں۔

۱۱۰- "زعموا" (انہوں نے یوں خیال کیا) کے جملہ معترضہ
کے طور پر استعمال کئے جانے کے بارے میں دیکھو طبری
کی فرہنگ، صفحہ cclxxviii۔

۱۱۱- میں نے ''بزل'' پڑھا ہے، لیکن مخطوطہ الف میں جو لفظ درج ہے، اسے ''بدل'' یا ''بدّل'' بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

۱۱۲- تیمور کی زندگی کے جتنے ماٰخذ ہیں ان سب میں لکھا ہے کہ وہ ران میں تیر لگنے کے زخم سے لنگڑا ہو گیا تھا (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۳۷، سطر ۱۶ - دیکھیو آگے کا نوٹ ۲۳۸)۔ کلاویجو (صفحہ ۲۱۲) کے بیان کے مطابق اس کی دائیں ٹانگ اس وقت زخمی ہوئی تھی جب کہ اس نے سیستان پر چڑھائی کی تھی جس کی وجہ سے وہ ساری عمر لنگڑاتا رہا۔ مزید برآں اس کا سیدھا ہاتھ بھی زخمی ہوا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی چھنگلی اور اس کے برابر کی انگلی جاتی رہی تھی۔ فارسی میں لنگڑے کے لئے ''لنگ'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے تیمور کو تیمور لنگ کہتے ہیں جو یورپ کی زبانوں میں ٹیمرلین (Tamerlane) ہو گیا ہے (بارٹولڈ، ''الغ بیگ''، صفحہ ۲۴)۔

۱۱۳- ''باجے'' لغوی طور پر ''مزامیر'' ہیں اور ''ان سے'' ''لہم'' (کذا، جمع مذکر) میں غالباً ان کے بجانے والوں کی طرف اشارہ ہے۔

۱۱۴- ''تربت منجک'' سے غالباً فرج ابن منجک کا مقبرہ مراد ہے جس کا ذکر تلاس نے اپنی کتاب Les Mosquees de Damas، صفحہ ۱۴۴، سطر ۲۷، میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ باب الجابیہ کے باہر واقع ہے جو شہر کی مغربی فصیل میں ہے۔ نیز دیکھو آر۔ ہارٹمین کی کتاب

Das Tübinger Fragment der Chronik das Ibn Tulun ، صفحة ۱۰۵ ، سطر ۱۰ ، جہاں باب النصر کے سلسلة میں فرج ابن منجک کے مقبرہ کا ذکر آیا ہے ، اور یہ باب النصر بھی باب الجابیہ سے ذرا آگے مغربی فصیل میں واقع ہے -

" دمشق کی طرف " تیمور کے گھوڑے پر سوار ہوکر جانے سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے جس کا اظہار اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ تیمور کے لشکر کا بڑا حصہ قبہ" یلبغا میں خیمہ زن تھا یا رہ چکا تھا جو شہر کی فصیلوں کے جنوبی حصہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہے (دیکھو نوٹ ۳۵)

۱۱۰- قاضیوں کی اس ملاقات کے مقصد کا ذکر ابن خلدون اوپر کر چکا ہے : وہ مقصد یہ تھا کہ رسمی طور پر اظہار اطاعت (طاعة") کیا جائے ، یہ بظاہر اس لئے ضروری تھا کہ اس عام معافی کو جس پر تیمور نے ایک " رقعہ " (دیکھو نوٹ ۳۸) میں اظہار رضامندی کردیا تھا ، موثر بنایا جائے - بدیہی طور پر اطاعت کی کارروائی کی تکمیل کے بعد ہی شاہ ملک کو (جسے یہاں تیمور کا " نائب " کہا گیا ہے ، شاید اس وجہ سے کہ اسے دمشق پر حکومت کرنے کے لئے نامزد کیا گیا تھا ، دیکھو بالا ، نوٹ ۹۳) حکم دیا گیا تھا کہ وہ ملاقاتیوں کو اعزازی خلعت عطا کرے - چونکہ ایسے خلعت عہدیداروں کے تقرر کا لازمہ ہوتے تھے ، اس لئے

ابن خلدون کے مختصر جملہ کا یہی مطلب ہوسکتا ہے۔
ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۷۴، سطر ۱۳) کہتا
ہے: ''اس نے ان مشاہیر میں سے ہر ایک کو خلعت
پہنایا اور انہیں عزت و احترام کے ساتھ اپنے ماسور
اشخاص کی حیثیت سے مقرر کیا اور پھر انہیں ہنسی
خوشی رخصت کر دیا۔'' العینی (ورق ۴۱ ب، سطر ۲۳)
بیان کرتا ہے کہ تیمور نے شہر میں عہدہ دار مقرر
کئے اور ان عہدہ داروں میں وہ خصوصیت کے ساتھ
حنفی قاضی ابن کشک کا بہ حیثیت قاضی القضاۃ اور
حنبلی النابلسی کا نام لیتا ہے اور کسی شافعی یا مالکی
قاضی کے تقرر کا ذکر نہیں کرتا۔

۱۱۶۔ اس امر کا لحاظ رہنا چاہئے کہ قلعہ کی فتح کے منصوبوں
پر یہ بحث اس دن ہوئی جب کہ ابن خلدون پہلی مرتبہ
تیمور کی خدمت میں بتاریخ ۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۰۳ھ
= ۱۰ جنوری سنہ ۱۴۰۱ء گیا تھا (دیکھو نوٹ ۴۶)۔
چند دن بعد ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے
دیکھو ذیل کا نوٹ ۱۲۲۔

۱۱۷۔ ''اپنے گھر'' سے لغوی طور پر ''اپنا مکان'' مراد ہے۔
کسی لفظ سے اس امر کا اظہار نہیں ہوتا کہ آیا
ابن خلدون مدرسۂ عادلیہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

۱۱۸۔ بربروں اور عام طور پر المغرب کی تاریخ پر اس قدر
شرح و بسط کے ساتھ لکھنے کی وجہ سے ابن خلدون
اس موضوع سے اس قدر واقف ہوگیا تھا کہ اسے تیمور
کی درخواست پر المغرب کے حالات قلمبند کرنے کے لئے

"چند دن سے" زیادہ درکار نہ تھے۔ اس رسالہ کو جو اب ناپید ہے ابن خلدون کی ایک جداگانہ تصنیف سمجھنا چاہئیے اور اس کا شمار اس کی زندگی کے آخری دور کی تصانیف میں کرنا چاہئیے۔

۱۱۹- "سیکریٹری" اصل میں "موقع" ہے یعنی وہ شخص جو سرکاری دستاویزات لکھتا ہے یا ان کی کتابت کی نگرانی کرتا ہے۔ زملکانی نے اس رپورٹ کا جو متوازی بیان دیا ہے (دیکھو نوٹ ۷۷) اس میں "و رفعتہ" کی بجائے "و رفعتہ" درج ہے۔

۱۲۰- یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس کا کبھی ترجمہ ہوا تھا یا نہیں۔ بہرحال اصل مسودہ یا ترجمہ کی کوئی نقل موجود نہیں ہے۔ "اللسان المغلی" سے ہمیں غالباً مشرقی ترکی یا چغتائی ترکی مراد لینا چاہئیے، یعنی وہ زبان جو سارے وسطی ایشیا میں بولی جاتی تھی اور جسے مغول عام طور پر اویغور تحریروں میں استعمال کرتے تھے۔ دیکھو کلاویجو (صفحات ۲۰۱ و ۳۰۶) جس نے اپنی سیاحت کے دوران میں وسطی ایشیا میں زبانوں کی علاقائی تقسیم کا بڑی احتیاط سے مشاہدہ کیا تھا۔ تحریری زبان کی حیثیت سے منگولی زبان کے وسیع استعمال کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ قاہرہ کے مملوک دفتر وزارت میں مغلی دستاویزوں اور خط و کتابت کے ترجمہ کے لئے ایک خاص شعبہ تھا۔ (ابن الفرات، جلد ۹، صفحہ ۳۰۳، سطور ۲۱ تا ۲۳؛ Quatremere، مملوک، جلد ۲،

حصہ دوم، صفحات ۳۱۳ و ۳۱۴- صبح، جلد ۷،
صفحہ ۲۹۴، سطر ۱۰) لفظ مغل میں حرف "نون" کے
حذف کے بارے میں دیکھو بارٹولڈ، کی Vorlesungen،
صفحات ۲۱۴ و ۲۱۵-

لیکن یہ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ تیمور کس حدتک مغولی زبان سے واقف تھا،
(دیکھو کلا ویجو، صفحہ ۳۰۶)- ابن عرب شاہ کہتا ہے (جلد ۲، صفحہ ۸۰۰): "تیمور عربی سے نابلد تھا، لیکن فارسی، ترکی اور مغولی زبانوں کو وہ کسی حد تک سمجھتا تھا، مگر اس سے زیادہ نہیں۔" (نیز دیکھو منہل، ورق ۱۵۲ الف، سطر ۱۴)-

بظاہر ممکن ہے کہ خود تیمور نے فارسی کو ترجیح دی ہو۔ نہ صرف یہ کہ وہ گفتگو کرتے وقت "خوب" "خوب" جیسے فارسی الفاظ استعمال کرتا تھا (ابن عرب شاہ، جلد ۱، صفحہ ۶۳۰، سطر ۶)، بلکہ اس نے اپنے اصول عمل کے طور پر فارسی کا قول "راستی رستی" (یعنی سچائی میں سلامتی ہے) پسند کر رکھا تھا۔ نجوم، جلد ۶، صفحہ ۲۸۱، سطر ۲۰، ۔ ابن عرب شاہ، جلد ۲، صفحہ ۷۸۲، سطر ۶ بارٹولڈ لیکچرز Vorlesungen صفحہ ۲۳۲، اس کا یوں ترجمہ کرتا ہے: "(Gerechtigkeit ist staerke) یعنی راستبازی ھی میں طاقت وتوانائی ہے۔

ابن قاضی شہبہ (ورق ۱۸۱) کے بیان کے مطابق

ابن خلدون نے المغرب کا جو حال تحریر کیا تھا ، اسے فارسی میں تیمور کو سنایا گیا تھا ۔ اوپر بیان ہوچکا ہے (نوٹ ۱۰۳) کہ تیمور سے گفت و شنید کے لئے ابن مفلح اس لئے انتخاب کیا گیا تھا کہ وہ فارسی اور ترکی میں گفتگو کرسکتا تھا اور کسی ترجمان کا محتاج نہ تھا (ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۱ ، سطر ۲۲)۔

۱۲۲ ۔ " النقب " غالباً " آلات النقب " کے بجائے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ عبر ، جلد ۵ ، صفحہ ۴۹۳ ، سطر ۲۲ میں ہے۔ عربی لغت کی کتابوں اور تاریخی تصانیف کے مطابق ہتھیاروں اور آلات جنگ کے زیادہ فنی بیان کے لئے دیکھو K. Huuri کی تالیف Zur Geschichte des mittelalter lichen Geschutzwesens aus Orientalischen Quellen باب das Islamische " Geschiitzwesen " صفحات ۱۲۷ تا ۱۹۲ ۔

۱۲۳ ۔ ابن خلدون نے قلعہ دمشق کے محاصرہ کا جو حال لکھا ہے۔ ، اس میں اختصار کے ساتھ اُن واقعات کا بیان ہے جنھیں دوسرے مورخین نے شرح وبسط سے تحریر کیا ہے۔ اس سے بھی یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ صرف اپنی سرگرمیوں کا پس منظر دینے پر اکتفا کرتا ہے ۔

قلعہ کے محاصرہ کی تیاریاں شاید ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ = ۱۴ جنوری ۱۴۰۱ء کو شروع ہوئیں ، یعنی مذکورہ بالا منصوبوں پر بحث کرنے کے تقریباً چار دن بعد (نوٹ ۱۱۶)۔ ابن عرب شاہ (جلد ۲ ، صفحہ ۷۶ ،

سطر ۱۵) کہتا ہے کہ تیمور نے " ابتدا میں " اس کے محاصرہ کے لئے عملی کارروائی نہیں کی ، اور شرف الدین (جلد ۳ ، صفحہ ۳۳۵) بیان کرتا ہے کہ قلعہ کے اندر سے جو گولے پھینکے جاتے تھے ، ان کی وجہ سے تیمور کی فوجیں آگے بڑھنے سے رک گئی تھیں جس کی وجہ سے زیادہ تیاریاں ضروری ہوگئی تھیں (جلد ۳ ، صفحہ ۳۳٦) - ان تیاریوں میں قلعہ کی دیواروں کے بالمقابل تین چبوتروں کی تعمیر شامل تھی دیکھو ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۹٦ ، سطر ۴ - نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٦۵ ، سطر ۱۰) - اور ٦۰ منجنیقوں کی تنصیب بھی جو ابن خلدون کے بیان کے مطابق "چند دنوں میں" پایہ تکمیل کو پہنچی تھی - اس کے بعد جو محاصرہ کئی دن تک جاری رہا ، اس کی تفصیلات شرف الدین نے (جلد ۳ ، صفحات ۳۳٦ تا ۳۳۸ - نیز نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٦۵ ، صفحات ۱۱ تا ۱۵) دی ہیں -

ابن عرب شاہ کے بیان کے مطابق (جلد ۲ ، صفحہ ۹٦ سطر ٦) حملہ ابتدا میں شمال اور مغربی جانب سے کیا گیا تھا - اس طرح العینی (ورق ۱۴ ب ، سطر ۵) نے الصالحیہ اور عقیبہ اور حکرالسماق میں آلات محاصرہ میں سے بعض کے مقام تنصیب کی نشاندھی کی ہے - العینی بھی کہتا ہے کہ ان میں سے ایک تربت النوریہ (جامع اموی کے جنوب) میں نصب کیا گیا تھا - اور خصوصیت کے ساتھ ایک خود مسجد میں بھی (ورق ۱۴ ب ، سطر ۴) -

بدیہی طور پر یہ اس کے بعد کا واقعہ ہے جبکہ شاہ ملک دمشق میں تیمور کے نائب کی حیثیت سے ابن ایاس کے بیان کے مطابق (ورق ۳۳۲ ، سطور ۲۰ تا ۲۸) مسجد میں اپنے ساتھیوں سمیت قیام پذیر ہوگیا تھا اور اس کے دروازے عوام الناس پر بند کردئیے تھے۔ مقریزی (سلوک ، ورق ۲۶ ب ، سطر ۲۰) رقمطراز ہے کہ تیمور کے شہر میں داخل ہونے کے بعد جامع اموی میں صرف دو مرتبہ نمازیں ادا ہوئی تھیں (دیکھو نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٦۴ ، سطر ۲۲) ۔ وہ کہتا ہے کہ "پہلی مرتبہ جمعہ کا دن تھا اور تاریخ ۹ جمادی الآخرہ تھی جب سلطان محمود اور اس کے ولیعہد کا نام جو تیمور کا بیٹا تھا (دیکھو نجوم جلد ٦ ، صفحہ ٦٥ ، سطر ۱) خطبہ میں پڑھا گیا ۔" لیکن ۹ جمادی الآخرہ کو منگل کا دن تھا نہ کہ جمعہ کا اور اغلب یہ ہے کہ اس کی مراد جمعہ ۱۹ جمادی الآخرہ = ۴ فروری سے تھی ۔ (شرف‌الدین ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۳۴ ، میں اس واقعہ کو جمعہ کے دن سے منسوب کرتا ہے جبکہ تاوان کی رقم ادا کیجا چکی تھی ۔ دیکھو نیچے کا نوٹ)

اس صورت میں مسجد کے دروازہ کے بند کئے جانے کا واقعہ ۲۹ جمادی الآخرہ = ۱۱ فروری کو ہوا ہوگا ۔ مسجد میں منجنیق کی تنصیب اس کے بعد واقع ہوئی ہوگی، اور اسی طرح شہر کے اس حصہ کی تباہی بھی جو مسجد اور قلعہ کے درمیان واقع تھا ، یعنی اس کی جنوبی اور مغربی جانب (سلوک ، ورق ۲۷ الف ، سطر ۳) ۔ (زیر بحث عبارت میں) ابن خلدون یہ بھی کہتا ہے کہ قلعہ

کی عمارات ہر پہلو پر (یا شاید "ہر پہلو سے") تباہ کردی گئی تھیں۔

محاصرہ کرنے والوں کی زبردست قوت کے مقابلہ میں قلعہ کی بہادرانہ مدافعت پر ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۹۶، سطر صفحہ ۹۸، سطر ۳ ۔ دیکھو نجوم، جلد ۶، صفحہ ۶۵، سطور ۶ تا ۱۰) نے بہت زور دیا ہے کہ حالانکہ اس کے برخلاف ابن خلدون کا بیان پھیکا سا معلوم ہوتا ہے۔ شرف الدین نے بھی (جلد ۳، صفحات ۳۳۶ تا ۳۳۸) دفاع کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب سفر مینا کے سپاہیوں نے طارمہ یعنی قلعہ کے سب سے اونچے برج میں سرنگیں لگادیں اور اس کے بالائی حصہ کو نذر آتش کردیا یہاں تک کہ وہ گر گیا ۔ تو محصورین نے اس رخنہ کی مرمت کردی عین اس وقت فصیل کا دوسرا حصہ گرا جس سے کچھ حملہ آور ہلاک ہوگئے اور باقیوں کا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا (جلد ۳، صفحہ ۳۳۸) ۔ مدافعت اس لئے بھی قابل لحاظ تھی کہ آزمودہ کار جنگجو بہت کم تھے، نجوم (جلد ۶، صفحہ ۶۵، سطر ۱۳) کے بیان کے مطابق ان کی تعداد ۴۰ سے بھی کم تھی۔ ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۹۶، سطر ۹) لیڈروں میں نائب کے علاوہ صرف دو چھوٹے افسروں کا ذکر کرتا ہے جو اسلحہ خانہ کے محافظ (زرد کاش) تھے۔ ابن تغری بردی اپنی منہل (ورق ۱۳۹ الف، سطر ۱۰) میں لکھتا ہے کہ جو لوگ قلعہ میں تھے ان میں سے ایک نے اس سے کہا کہ قلعہ کا دفاع کرنے والے سب کے سب نوجوان تھے اور یہ کہ ان میں

سے اکثر ایسے تھے جو فن حرب سے بالکل نابلد تھے -

آخرکار جب مدافعت کے سارے ساز و سامان برباد ہوگئے اور یہ محسوس ہوا کہ مزید کمک کی کہیں سے توقع نہیں ہے تو یزہ دار (حاکم قلعہ) نے عام معافی کے وعدہ پر ہتھیار ڈال دئے (نجوم، جلد ٦، صفحہ ٦٥، سطر ١٠)، لیکن وہ خود موت کے گھاٹ اتار دیا گیا (شرف الدین، جلد ٣، صفحہ ٣٣٨) -

حوالگی کی تاریخ (جس کا تعلق ابن خلدون کے مصر جانے کی تاریخ روانگی سے ہے) صرف العینی نے دی ہے (ورق ١٣٠ ب، سطر ١٢) یعنی جمعہ، ٢١ رجب ٨٠٣ھ = ٧ مارچ ١٤٠١ء، لیکن ٢١ رجب کو پیر کا دن تھا اور غالباً اس سے مراد ١١ رجب ٨٠٣ھ = ٢٥ فروری ١٤٠١ء جمعہ کا دن تھا ١١ رجب = ٢٥ فروری کا تقریباً صحیح ہونا شرف الدین (جلد ٣، صفحہ ٣٤٠) کے ذیل کے بیان سے مستنبط ہوتا ہے: قلعہ کی حوالگی کے بعد تیمور قصر الابلق سے بتخاص کے مکان پر گیا (دیکھو ابن عرب شاہ، جلد ٢، صفحہ ٨٠، سطر ٧ جو یہ بھی کہتا ہے کہ تیمور نے اس وقت الابلق کو تباہ کر دینے کا حکم دے دیا تھا) اور اس مکان کی شان و شوکت کا ازواج مطہرات کے مقبروں سے مقابلہ کرنے کے بعد اس نے اپنے بعض امراء کو حکم دے دیا کہ وہ ان مقبروں پر سنگ مرمر کے گنبد تعمیر کریں (دیکھو ابن عرب شاہ، جلد ٢، صفحہ ٩٨، سطر ١١)۔ امیروں نے ٢٥ دنوں کے اندر اندر گنبدوں کی تعمیر مکمل کر دی (شرف الدین،

جلد ۳ ، صفحہ ۳۴۱) ۔ اور چونکہ امرا تیمور کے ساتھ ۳ شعبان ۸۰۳ھ = ۱۹ مارچ ۱۴۰۱ء کو دمشق سے جا چکے تھے (شرف الدین، جلد ۳ ، صفحات ۳۴۷ ، ۳۴۸۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۸۱ ، سطر ۵ ۔ منہل ، ورق ۱۳۹ الف، سطر ۱۳) ، اس لئے قلعہ کی حوالگی ۳ شعبان سے تقریباً پچیس روز پیشتر یعنی ۸ رجب = ۲۲ فروری کو (بجائے ۲۵ فروری کے جیسا کہ اوپر مذکور ہے) عمل میں آئی ہوگی ۔ بہرحال ۲۱ رجب = ۷ مارچ سے چند دن پہلے ۔

منہل (ورق ۱۴۹ الف، سطر ۱۲) کے بیان کے مطابق قلعہ کی مدافعت چالیس دن تک جاری رہی اور ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۹۸ ، سطر ۶) کے مطابق تینتالیس دن تک ۔ اگر ۱۱ رجب سے پیچھے کی طرف شمار کیا جائے تو اس سے ابتدائے محاصرہ کی تاریخ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ = ۱۴ جنوری ۱۴۰۱ء نکل آئے گی ، یعنی اس تاریخ سے صرف چار دن بعد جب ابن خلدون کے قول کے مطابق (دیکھو نوٹ ۱۱۶) قلعہ کے محاصرہ کے منصوبوں پر پہلے پہل تیمور نے اپنے انجینیروں سے مشورہ کیا تھا ۔

مگر محاصرہ کی مدت بھی ۲۱ دن دی گئی ہے (سلوک ، ورق ۲۷ الف ، سطر ۴ ۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۵ ، سطر ۹ ۔ ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۳ ، سطر ۱) ۔ العینی (ورق ۱۴ ب ، سطر ۱۱) ایک ماہ کی مدت بتاتا ہے ۔ پھر اگر جیسا کہ اغلب ہے حوالگی ۱۱ رجب = ۲۵ جنوری کو عمل میں آئی تھی تو ۲۹ دن سے ۱۱

جمادی الآخرہ = ۲۷ جنوری مراد ہوگی ، یہ وہ تاریخ ہے جب شاید دو ہفتوں کی تیاری کے بعد حملہ کا مؤثر اور سرگرم مرحلہ شروع ہوا ۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ابھی اور بعد میں یعنی ۲٦ جمادی الآخرہ ۸۰۳ھ = ۱۱ فروری ۱۴۰۱ء کے بعد جنوبی اور مشرقی حصہ پر حملہ کا آغاز ہوا تھا ۔

۱۲۳- ان چند الفاظ میں کہ '' اس نے عقوبت دے کر مال و متاع ضبط کیا '' ابن خلدون نے دمشق کے باشندوں کی مصائب کی طویل اور درد ناک داستان کو اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے ۔ وہ ان واقعات کے بارے میں خاموش ہے جو شہر میں اس کے ''چند روزہ'' قیام کے دوران میں وقوع پذیر ہوئے تھے ۔ جیسا کہ معلوم ہوگا تیمور سے اس کی دوسری ملاقات جس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے فی الواقع ، قلعہ کی حوالگی کے دن ہوئی تھی ، غالباً ۱۱ رجب ۸۰۳ھ = ۲۵ فروری ۱۴۰۱ء کو ، اگرچہ وہ قلعہ کی حوالگی کے بعض تمہیدی اقداموں کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے ۔ قاضیوں کی آمد کی تاریخ جب کہ وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری ۱۴۰۱ء کو تیمور کے ساتھ تھا ، اور قلعہ کی حوالگی کی تاریخ کے مابین چھ ہفتے سے زیادہ کی مدت گزر چکی تھی ۔

اس مدت میں تیمور شہر سے تاوان وصول کر رہا تھا ۔ اس نے پہلے پہل ابن مفلح سے ۱۰ لاکھ دینار طلب کئے تھے (سلوک ، ورق ۲۵ ب ، سطر ۱۳ ۔ نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٦۴ ، سطر ۸ ۔ دیکھو شرف الدین ، جلد ۳ ، صفحہ ۳۳۴ ، ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۷۸ ،

سطر ۲) - جب ۱۰ لاکھ دینار بغیر دقت کے وصول کر لئے گئے (سلوک ، ورق ۲۶ ب ، سطر ۱۴ - نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٦۴ ، سطر ۱۲ - ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۲ ، سطر ۱٦) - تو تیمور نے ابن مفلح سے بزور اپنی یہ بات منوائی کہ جو رقم طے ہوئی تھی وہ ایک ہزار تومان تھی ، ہر تومان ۱۰ ہزار دینار کے مساوی تھا ، یا مجموعی طور پر ایک کروڑ دینار (سلوک ، ورق ۲٦ ب ، سطر ۱۸ - نجوم جلد ٦ ، صفحہ ٦۴ ، سطر ۱٦ - ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۲ ، سطر ۱٦) - یہ رقم افراد ، مکانات اور نیز اوقاف پر بھی عائد کی گئی تھی (دیکھو آگے کا نوٹ) - بازار میں عام کاروبار بند ہو گئے اور وہ صرف اس خرید و فروخت تک محدود ہو گئے جس کا مقصد عائد کردہ رقوم کا جمع کرنا تھا ، (سلوک ، ورق ۲٦ ب ، سطور ۱۷ تا ۲۲ - نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ٦۴ ، سطور ۱۰ تا ۲۲ - ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۲ ، سطور ۲۰ تا ۲۳) -

بعد کو جب ایک کروڑ دینار تیمور کے پاس پہنچ گئے تو اس نے دعویٰ کیا کہ حساب میں فرق پڑ جانے سے (بحسابنا) صرف ۳۰ لاکھ دینار وصول ہوئے ہیں اور یہ کہ ابھی ۷۰ لاکھ دینار کی کمی ہے - (نجوم ، صفحہ ٦۵ ، سطر ۱۹ - ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۳ ، سطر ۳ - سلوک ، ورق ۲۷ الف ، سطر ٦ جس میں غلطی سے تیس لاکھ کی بجائے تین ہزار اور پھر ۹۰ لاکھ دینار کی بجائے ۹ ہزار درج ہیں - دمشق کے باشندوں سے

تیمور نے جس طریقہ سے رقمیں اینٹھیں اس کے مماثل بیان کے لئے دیکھو بی - ڈی - منیا نیلی کی تالیف Vita Tamerlavi صفحہ ۱۳۷) -

ان سب باتوں کے بارے میں العینی (ورق ۴۱ ب ، سطر ۱۷) محض اتنا کہتا ہے کہ '' تیمور نے دمشق کو اس کے باشندوں کے ھاتھ تین مرتبہ فروخت کیا ، ھر مرتبہ سونے اور چاندی کی کثیر مقدار کے بدلہ میں -''

ایک کروڑ دینار کی وصولی اور ادائگی کے سلسلہ میں عربی مورخین صرف ابن مفلح کا ذکر کرتے ھیں - شرف الدین (جلد ۳ ، صفحہ ۳۸۴) کہتا ہے کہ شاہ ملک اور تیمور کے بعض دوسرے امیروں نے (شمالی فصیل میں جامع اموی کے عین شمالی جانب) باب الفرادیس کے باھر وصولی کا ایک دفتر قائم کردیا تھا - ابن عرب شاہ (جلد ۲ ، صفحہ ۹۸ ، سطر ۶) اور منہل (ورق ۱۴۸ ب ، سطر ۱۰) صدر محصل کی حیثیت سے الدداد کا نام لیتے ھیں جو چھوٹے دروازے کے باھر ابن مشکور کے مکان میں مقیم تھا ، اور دوسرے محصل جامع اموی اور چھوٹے دروازے کے مابین طلائی محل (دارالذھب) میں مقیم تھے (دیکھو ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۹۲ ، سطور ۱۰ و ۱۱ - ابن عرب شاہ ، صفحہ ۸۰ ، سطر ۲ - منہل ، ورق ۱۴۸ ، سطر ۱۸ اور Talass کی کتاب Les mosquees de Damas ، صفحہ ۸۸)

رقم وصول کرنے میں ابن مفلح اور اس کے عمال نے جسمانی ایذا رسانی اور تشدد کا استعمال کیا تھا اور

بہت سے اشخاص کے تلوؤں پر ڈنڈے مارے گئے تھے (سلوک، ورق ۲۶ ب، سطر ۲۰ - نجوم، جلد ۶، صفحہ ۶۳، سطر ۲۰)۔ بظاہر یہ سلسلہ ہفتوں جاری رہا، شاید ۱۸ جمادی الآخرہ ۸۰۳ء = ۳ فروری ۱۴۰۱ء تک۔

جب ایک کروڑ دینار ادا کئے جا چکے یا اس سے کچھ عرصہ پہلے تو شہر کی حوالگی کا باضابطہ اعلان جامع اموی میں جمعہ کی نماز کے وقت رسمی خان یعنی شہنشاہ محمود اور ولی عہد یعنی تیمور کے بیٹے کا نام لے کر کیا گیا (سلوک، ورق ۲۶ ب، سطر ۲۶ - نجوم، جلد ۶، صفحہ ۶۵، سطر ۱ - شرف الدین ' جلد ۳ ' صفحہ ۳۳۵ میں کہتا ہے کہ اعلان میں خود تیمور کا نام لیا گیا تھا)۔ صرف سلوک (ورق ۲۶ ب، سطر ۲۵) میں اس واقعہ کی تاریخ دی گئی ہے یعنی جمعہ، ۹ جمادی الآخرہ ۸۰۳ھ لیکن ۹ جمادی الآخرہ ۸۰۳ھ یعنی ۲۶ جنوری ۱۴۰۱ء منگل کا دن تھا، اور انتہائی اغلب غلطی اس میں یہ ہے کہ "دس" کا لفظ حذف ہوگیا ہے اور اس کی بجائے دراصل ۱۹ جمادی الآخرہ ۸۰۳ھ = ۴ فروری ۱۴۰۱ء پڑھنا چاہئے۔ اس کے بعد شاہ ملک اپنے ساتھیوں سمیت شہر میں داخل ہوا (ابنِ ایاس کہتا ہے "اپنی مستورات کے ساتھ) اور جامع اموی میں قیام کیا جہاں وہ شراب پیتے رہے، ڈھول بجاتے رہے اور پاسوں سے جوا کھیلتے رہے۔ مسجد کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور نماز جمعہ بھی بند ہو گئی تھی (سلوک، ورق ۲۶ ب، سطور

۲۷ تا ۳۰ ۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۵ ، سطر ۴ ، مع تفصیلات کے ۔ ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۲ ، سطور ۲۵ تا ۲۸)۔

غالباً یہ اس کے بعد تھا کہ مسجد اور قلعہ کا درمیانی حصہ تباہ و برباد ہوا جس کا ذکر (سلوک ، ورق ۲۷ الف ، سطر ۴) میں کیا گیا ہے ، اور پھر قلعہ پر چاروں طرف سے حملہ ممکن ہوگیا ہوگا۔

جو روپیہ اب تک جمع ہوا تھا ، وہ تاوان تھا جو صرف دمشق کے باشندوں پر عائد کیا گیا تھا (دیکھو لفظ خاصتہ پر نوٹ ۳۸)۔ تیمور کے حساب کے مطابق مطلوبہ رقم میں ابھی ۰۷ لاکھ دینار واجب الادا تھے۔ تیمور نے اس کے بعد یکے بعد دیگرے ذیل کی رقوم کا مطالبہ کیا :

(الف) روپیہ ، سامان اور اسلحہ جسے سلطان ، امرا اور مصری افواج چلتے وقت دمشق میں چھوڑ گئیں۔ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس شخص کے پاس ایسا سامان بطور امانت رکھا ہو ، اسے چاہئے کہ فی الفور اسے حوالہ کردے (سلوک ، ورق ، ۲۷ الف ، سطر ۸۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۶ ، سطر ۳ ۔ ابن ایاس ، صفحہ ۳۳۳ ، سطر ۸)۔

(ب) تاجروں اور دوسرے ممتاز شہریوں کا روپیہ جو دمشق سے فرار ہوگئے تھے (سلوک ، ورق ، ۳۷ الف ، سطر ۱۱ میں دمشق "سے" کی بجائے دمشق "کو"

لکھا ہوا ہے ؛ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۶ ، سطر ۲ -
ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۳ ، سطر ۹)۔ ان مواقع
پر روپے کی فراہمی میں شہر کے باشندوں نے اپنی
مصیبت سے مجبور ہو کر ایک دوسرے کے خلاف مخبری
کی ۔ (سلوک ، ورق ۲۷ الف ، سطور ۱۰ ، ۱۳ - نجوم ،
جلد ۶ ، صفحہ ۶۶ ، سطر ۳ - دیکھو ابن عرب شاہ ،
جلد ۲ ، صفحہ ۹۲ ، سطر ۱۲)-

(ج) شہر کے تمام جانور - گھوڑے ، خچر ، گدھے
اور اونٹ - (سلوک ، ورق ۲۷ الف ، سطر ۱۴ - ابن ایاس ،
جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۳ ، سطر ۱۰ ، جہاں حوالہ کردہ
جانوروں کی تعداد ۱۲۰۰ ہزار بتائی گئی ہے)-

(د) ہر قسم کے ہتھیار اور اسلحہ جو شہر میں ہوں
(نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۶ ، سطر ۴ - ابن ایاس ، جلد ۱
صفحہ ۳۳۳ ، سطر ۱۳ - دیکھو سلوک ، صفحہ ۲۷ الف
سطر ۱۴ جہاں چند الفاظ جن میں اسلحہ کے مطالبہ
ذکر ہے ، درج ہونے سے رہ گئے ہیں)-

اس کے بعد تیمور نے باقی ماندہ ۷۰ لاکھ دینار
مطالبہ کیا جو اس کے حساب کے مطابق واجب الا
تھے - جب ابن مفلح نے جواب دیا کہ اب شہر م
قطعاً کوئی روپیہ پیسہ باقی نہیں رہا تو تیمور نے ا
اور اس کے ساتھیوں کو بیڑیاں پہنا دیں یہاں تک
وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ وہ اس کے لئے تم
علاقوں ، محلوں اور مکانوں کی فہرستیں تیار کر

دے دیں گئے (سلوک، ورق ۲۷، الف، سطور ۱۶، ۱۷۔
ابن ایاس، جلد ۱، صفحہ ۳۳۳، سطور ۱۰ تا ۱۷، نیز
صفحات ۱۳ و ۱۴ جہاں کوئی بھی متن بالکل واضح
نہیں ہے۔ نجوم، جلد ۶، صفحہ ۶۶، سطر ۷، میں
"مکانوں" کا ذکر نہیں ہے۔ ابن عرب شاہ،
جلد ۲، صفحہ ۸۷، سطر ۱۴)۔

یہ فہرستیں بعد کو تیمور کے امرا میں تقسیم کر دی
گئیں جو اپنے ملازموں کے ساتھ اپنے مقررہ علاقوں یا
بازاروں میں گئے اور وہاں کے رہنے والوں سے روپے کا
مطالبہ کیا۔

اس کے بعد وحشیانہ عقوبت، بے حرمتی، غارتگری اور
مردوں، عورتوں اور بچوں کے قتل کا دور دورہ شروع
ہوا جو ۱۹ دن یعنی منگل ۲۹ رجب ۸۰۳ھ = ۱۵
مارچ ۱۴۰۱ء تک جاری رہا۔ (سلوک، اوراق ۲۷
الف، سطر ۱۹، ۲۷ ب، سطر ۲۔ نجوم، جلد ۶،
صفحہ ۶۶، سطر ۹، صفحہ ۶۷، سطر ۱۱۔ ابن ایاس،
جلد ۱، صفحہ ۳۳۳، سطر ۲۲، صفحہ ۳۳۴، سطر ۴۔
ان تمام ماخذوں میں اس منگل کو ۲۱ رجب کی تاریخ
دی گئی ہے۔ ان عقوبتوں کے بارے میں جو انفرادی
طور پر مختلف قاضیوں پر روا رکھی گئیں دیکھو ابن عرب شاہ،
جلد ۲، صفحہ ۱۴۲، سطر ۴۔ صفحہ ۱۴۶، سطر ۴)۔
شرف الدین (جلد ۳، صفحہ ۳۴۴) ان مظالم کو تیمور
کے امرا سے منسوب نہیں کرتا بلکہ افواج کو ان کا

ذمہ دار ٹھہراتا ہے (دیکھو ذیل میں) ۔ اگرچہ ابن
شہر میں مقیم تھا ، بظاہر وہ ان مصائب سے محفوظ
۱۲۴ ۔ مخطوطات الف اور ج کے متن میں " اناسیھا " اس
آدمی ،' لکھا ہے جسکی بجائے یہاں " اثاثہا " (
کا سازوسامان) پڑھا گیا ہے ۔ جب تیمور کے اُمراء
اطلاع دی کہ انہوں نے ہر ممکن چیز اپنے قبضہ
کرلی ہے تو اس وقت ان کے متبعین کو اجازت دی
کہ وہ بدھ کے دن رجب ۸۰۳ھ کے آخری دن
۱۴ مارچ ۱۴۰۱ء کو شہر میں داخل ہوجائیں (سلوک
ورق ۲۷ ب سطر ۳ ۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۷
سطر ۱۴ ۔ ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۴ ،سطر ۵)
اس کی تاریخ ۲۸ رجب اور منگل کا دن بتاتا ہے اگر
منگل کو ۲۹ ویں تاریخ تھی ۔ شرف الدین ، جلد
صفحہ ۳۴۴ ، یکم شعبان بتاتا ہے ۔ ابن آرام شاہ
جلد ۲ ' صفحہ ۱۲۴ ، سطر ۸ کوئی تاریخ نہیں دیتا
لیکن صفحہ ۱۲۸ ، سطر ۶ میں بیان کرتا ہے کہ
لوٹ مار تین دن تک ہوتی رہی ۔ شرف الدین (جلد
صفحہ ۳۴۳ و ۳۴۴) کہتا ہے کہ سپاہی بغیر اجازت
داخل ہوگئے تھے ، لیکن انہوں نے تیمور کی ا
تقریر سے مشتعل ہو کر ایسا کیا جس میں اس نے ا
شام پر الزام لگایا تھا کہ انہوں نے حضرت علی
خلاف ظالمانہ جنگ میں بنوامیہ کا ساتھ دیا تھا ۔
جب سپاہیوں نے سارے ساز و سامان اور برتنوں پر
شہر میں باقی رہ گئے تھے ، قبضہ کرلیا تو انہوں

مردوں ، عورتوں اور بچوں کو سوائے ان کے جو پانچ سال سے کم عمر کے تھے اور سوائے کمزور بوڑھوں کے ، پابجولاں شہر سے باہر نکال دیا (سلوک ، ورق ۲۷ ب ، سطر ۶ ۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۷ ، سطر ۱۶)۔ ابن ایاس (جلد ۱ ، صفحہ ۳۴۴ ، سطر ۷) تیمور کے قیدیوں میں المنادی (دیکھو نوٹ ۸۱) اور شامی شہروں کے نائبین کے نام لیتا ہے (دیکھو ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۲۶ ، سطر ۲ ، صفحات ۱۴۲ تا ۱۴۸)۔ شرف الدین کہتا ہے (جلد ۳ ، صفحہ ۳۴۷) تیمور کہ نے جملہ قیدیوں کو رہائی دیدی تھی اور انہیں شہر پہنچادیا تھا ، حقیقت یہ ہے کہ بہت سے قیدی تیمور کے دمشق سے کوچ کرنے کے دوران میں بچ کر نکل گئے تھے (سلوک ، ورق ۲ ب ، سطر ۱۲ ببعد ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۵ ، سطر ۱۹ ببعد) ۔ اور بعد کو جب اطلمش آزاد کیا گیا اور تیمور کے پاس بھیجا گیا تو باقی ماندہ سارے قیدی رہا کردئے گئے تھے اور قاہرہ بھیجدئے گئے تھے (ابن ایاس ، جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۶ سطر ۱۵ ،)۔

۱۲۵۔ جو آگ مکانوں میں لگائی گئی تھی ، اسکے بارے میں دیکھو سلوک ، ورق ۲۷ ب ، سطر ۲۶ ۔ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۷ ، سطر ۱۸ جسمیں " اور مسجدوں کو بھی " کا اضافہ موجود ہے ۔ ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۳۲ ، سطر ۷ ببعد ۔ ابن ایاس (جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۴ ، سطر ۱۷) بیان کرتا ہے کہ تیمور نے شہر کو نذر آتش کرنے کا حکم جمعرات کے دن یکم شعبان ۸۰۳ ھ = ۱۷ مارچ ۱۴۰۱ء کو دیا تھا ۔

شرف الدین (جلد ، ۳ صفحہ ۳۴۶) پر لکھتا ہے کہ آگ اتفاقیہ طور پر لگی تھی اور وہ اس لئے پھیل گئی تھی کہ مکانوں کی دوسری اور تیسری منزلیں وارنش لگی ہوئی لکڑی کی تھیں -

۱۲۶- آگ جامع اموی تک پہنچ گئی ، چھت گر گئی ، اسکے دروازے جل گئے ، اس کا سنگ مرمر پاش پاش ہوگیا اور صرف دیواریں کھڑی رہ گئیں (سلوک ، ورق ۲۷ ب ، سطر ۹ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۶۸ ، سطر ۲) - ابن عرب شاہ بیان کرتا ہے (جلد ۲ ، صفحہ ۱۳۲ ، سطر ۵) کہ خراسان کے رافضیوں نے یہ آگ لگائی تھی - مسجد کے جلنے کے بارے میں دیکھو کلاویجو ، صفحات ۱۷۳ ، ۲۹۰ - شلٹ برگبر ، کتاب مذکور صفحات ۲۲ ، ۲۳ ، ۱۲۸ - Memoire swr Tamerlan ، صفحہ ۳۵۵ -

شرف الدین (جلد ۳ ، صفحہ ۳۴۶) اور نظام الدین شامی کی کسی قدر مختلف تفصیلات کے مطابق (مرتبہ ، Tauer ، صفحہ ۲۳۰ میں) تیمور نے شاہ ملک کو بھیجا تاکہ وہ مسجد کو بچا لے ، لیکن اسکے سپاہیوں کی جملہ کوششوں کے باوجود مشرقی مینار (اگرچہ وہ پتھر کا بنا ہوا تھا) بالکل تباہ و برباد ہوگیا حالانکہ " مینارۃ العروس " جو لکڑی کا بنا ہوا تھا ، معجزانہ طریقہ پر بچ گیا (بدیہی طور پر یہ مینار وہی ہے جسے " مینار مسیح " بھی کہتے تھے) -

گنبد سیسہ سے منڈھا ہوا تھا ، مگر وہ بچایا نہ جاسکا (دیکھو ابن خلدون کا حوالہ جو اسکی جانب کیا گیا ہے)، اور شرف الدین اسے " اُن لوگوں پر خدائی قہر " سے تعبیر کرتا ہے۔

۱۲۷۔ ابن خلدون نے ۳ شعبان = ۱۹ مارچ کو تیمور کی روانگی سے قبل کے ہفتہ میں شہر اور مسجد کی تباہی کا بچشم خود معائنہ نہیں کیا تھا۔ وہ غالباً ۲۰ فروری ۱۴۰۱ء کے بعد ہی دمشق چھوڑ کر چلا گیا تھا جو اس سے ظاہر ہے کہ وہ یکم شعبان ۸۰۳ھ=۱۷ مارچ ۱۴۰۱ء تک ایک تکلیف دہ سفر کے بعد جس میں کم سے کم دو ہفتے صرف ہوئے اور شاید اس سے بھی زیادہ ، قاہرہ واپس پہنچ گیا تھا (دیکھو نوٹ ۱۶۹ تاریخوں کی بحث کے بارے میں)۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اُس وقت بھی جبکہ وہ فصیلوں کے اندر تھا ، اس نے شہر کے اندر کے واقعات کس حد تک دیکھے تھے۔ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اُس دوران میں اس نے المغرب کے بارے میں اپنا تحریری مقالہ مکمل کر لیا تھا اور اسے تیمور کے پاس لے گیا تھا۔

۱۲۸ - یہ واقعہ بظاہر ۱۱ رجب ۸۰۳ھ= ۲۵ فروری ۱۴۰۱ء کا ہے۔

۱۲۹ - دیکھو نوٹ ۱۴۳ -

۱۳۰ - چونکہ تیمور نے اسے " طلب کیا تھا " (استدعانی) بعینہ جس طرح سے اس نے قاضیوں کو طلب کیاتھا ،

لهذا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے ، جیسا پیشتر خیال ظاہر کیا جا چکا ہے ، کہ ابن خلدون ان کی طرح شہر ہی میں سکونت پذیر تھا وہ حقیقتاً تیمور کے ساتھ نہیں تھا جو بظاہر اُس وقت قصرالابلق میں مقیم تھا ۔ (دیکھو نوٹ ۳۵) ۔

۱۳۱ " مستند " سے فیصلہ کی وہ قانونی اساس مراد ہے جو اُن شرائط کے مطابق ہو جو اسلامی شریعت کے بموجب عائد کی جاتی ہیں ۔

۱۳۲ ۔ لفظی معنی ہیں : " اس نے مجھ سے بالمشافہ گفتگو کی ۔"

۱۳۳ ۔ خلافت اور امامت کے قیام اور ارتقا پر اور ان کے متعلق شیعوں کی مختلف روایات کے بارے میں ابن خلدون کے خیالات اس کے مقدمہ کے مختلف ابواب میں درج ہیں ۔ دیکھو خصوصیت کے ساتھ مقدمہ ، جلد ۱ ، صفحات ۳۴۲ تا ۳۷۷ ۔

۱۳۴ ۔ " وصیت " سے یہاں وہ خصوصی نامزدگی مراد ہے جو رسول اللہ ص نے حضرت علی رض کے حق میں انہیں اپنا جانشین بننے کے بارے میں کی تھی اور اس میں علی رض کی اولاد کا یہ حق بھی مضمر ہے کہ وہ حضرت علی کے بعد منصب خلافت پر متمکن ہوتے رہیں ۔ (دیکھو گولڈ سیر کے لیکچرز Vorlesungen ، جلد ۱ ، صفحہ ۲۰۹ ببعد ۔)

۱۳۵ ۔ لفظی معنی ہیں " بہت سی آرا جو شمار سے الگ کردی گئی ہیں (تشذّ) ۔ " (دیکھو ڈوزی ، جلد ۱ ، صفحہ ۷۳۸ ۔ لفظ شذ)

۱۳۶ ۔ اہل سنت وصیت (خصوصی نامزدگی) کے لزوم کو

مسترد کرتے ہوئے آزادانہ انتخاب (اختیار) کو قبول کرتے ہیں یا ترجیح دیتے ہیں ۔ یہ کوئی خصوصی " فریضہ " نہیں ہے ۔ تاہم قضیہ زیر بحث میں ابن خلدون اس سے پہلے اور کسی قدر غیر منطقی طور پر ایک اور فریضیہ کا ذکر کرتا ہے اور وہ ہے " اجتہاد " یعنی " اختیار انتخاب کے عمل در آمد میں احتیاط " ابن خلدون اپنے مقدمہ میں اجتہاد کے اصول کو اس طرح بیان نہیں کرتا ، مگر ایک امام یا خلیفہ کی ضرورت کو ثابت کرنے کے بعد وہ (مقدمہ جلد ۱ ، صفحہ ۳۴۹ ، سطر ۱) اس منصب پر فائز رہنے کے لئے چار شرطیں (شروط) پیش کرتا ہے : علم ، عدل ، صلاحیت اور قابلیت (کفایہ) اور جسمانی اور دماغی صحت ۔

۱۳۰ ۔ الحنفیہ کے خانوادہ سے حضرت علی رض کی وہ اولاد مراد ہے جو ان کی بیوی خولہ سے تھی جو بنو حنیفہ کے قبیلہ سے تھیں ۔ دیکھو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، مقالہ " محمد بن الحنفیہ ۔"

۱۳ - ابو مسلم عبدالرحمن ابن مسلم ایرانی نسل کا سپہ سالار تھا - دیکھو انسائکلو پیڈیا آف اسلام -

۱۳ - السفاح عباسی خاندان کا پہلا خلیفہ تھا - اس نے ۱۳۲ھ سے ۱۳۶ھ = ۷۵۰ء سے ۷۵۴ء تک حکومت کی ۔ اس کے بھائی المنصور نے جیسا کہ بعد میں مذکور ہے ، ۱۳۶ھ سے ۱۵۸ھ = ۷۵۴ء سے ۷۷۵ء تک حکومت کی ۔ آخری عباسی خلیفہ المستعصم نے ۶۴۰ھ سے ۶۵۶ھ = ۱۲۴۲ء سے ۱۲۵۸ء تک حکومت کی ۔

۱۴۰ - لفظی ترجمہ ہے ، " اور ان کا انتخاب اس کے قبول کرنے
پر پڑا ۔" یہ ایک مخلوط فقرہ ہے جس میں دو جملے ملادئیے
گئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ " ان کی نظر انتخاب اس پر
پڑی " اور دوسرا یہ کہ " انہوں نے اسے قبول کرلیا ۔"
(اس میں " انتخاب " کے لئے اختیار کی اصطلاح استعمال
کی گئی ہے۔)

۱۴۱ - ابن خلدون نے بظاہر زیادہ فنی اور مروج اصطلاح
اجماع پر زور دینے کے لئے " اصفاق " کا لفظ بڑھا د
ہے ۔ اصفاق کے معنی ہیں بیعت کی توثیق اور اس کے بعد
اقرار اطاعت " اور حلف وفاداری ۔"

۱۴۲ - نامزد کیا ، یہاں " عہد " ہے جو عملاً " اوصی "
مترادف ہے۔ لیکن اس کا کوئی خصوصی اطلاق حضرت علی
کے خاندان پر نہیں ہوتا ۔

۱۴۳ - عباسیوں کی جو خلافت دوبارہ قائم ہوئی وہ جائز خاندان
حیثیت سے قاہرہ میں اس وقت تک قائم رہی جب تک
کہ عثمانیوں نے ۱۵۱۷ء میں مصر فتح نہ کرلیا اگرچہ
وہاں خلیفہ کے اختیارات بہت محدود تھے - دیکھو ٹی
ڈبلیو ۔ آرنلڈ ، The Caliphate آکسفرڈ ، ۱۹۲۴

۱۴۴ - دیکھو اوپر کا نوٹ ۷۴ -

۱۴۵ - یہ دوست کون تھا اس کا اظہار نہیں کیا گیا ہے

۱۴۶ - فی الحقیقت ابن خلدون کو اپنے سابقہ تجربہ کی بنا
جبکہ وہ ۱۳۶۴ء میں اشبیلیہ کے عیسائی حکمران پیڈ
المعروف بہ ظالم کے یہاں سفیر تھا ، یہ معلوم ہ

چاہئے تھا کہ ایک فرمانروا سے تعارف کے لئے تحائف لازمی چیز ہیں، خواہ وہ حاکم مشرق کا ہو خواہ مغرب کا۔ مشرق میں اس رسم کے بارے میں دیکھو کلاویجو: "اب اس ملک کی یہ رسم ہے کہ جب لوگ بادشاہ کے حضور باریاب ہوتے ہیں تو انہیں کوئی تحفہ اس کے حضور میں پیش کرنا چاہئے" (صفحہ ۱۵۸)، اور "یہ امر قابل لحاظ ہے کہ تیمور کے قاصد کو اس طرح سے پیش کردہ تحفہ کی قیمت سے اس احترام کا اندازہ ہوجاتا ہے جو دینے والے کے دل میں تیمور کا ہے" (صفحہ ۲۰۳)۔

۱۴۷ - نسخۂ قرآن یہاں "مصحف" ہے - جس کے لفظی معنی ہیں "لکھے ہوئے اوراق کا مجموعہ" لیکن اس سے خصوصیت کے ساتھ قرآن یا اس کا کوئی پارہ مراد لیا جاتا ہے "مصحف" کے بعد متن میں الفاظ "فی جزء محذو ہیں۔ یا ممکن ہے کہ چونکہ یہ متن بااعراب نہیں ہے، آخری لفظ "مہذق" ہو - لیکن ان میں سے کوئی قرأت بھی "جزء" "پارہ" "فصل" یا "جلد" کے لئے موزوں اسم - صفت نہیں -

۱۴۸ - قصیدۃ البردہ آنحضرتؐ کی مدح میں ایک مشہور نظم ہے اس کا بربری الاصل مصنف شرف الدین ابو عبداللہ محمد ابن سعید الابوصیری (یا البصیری تھا (۶۰۸ھ تا ۶۹۵ھ=۱۲۱۳ء تا ۱۲۹۶ء)۔ اسکی مکمل سوانح حیات اور اس کی کتابوں کی تفصیلات کے بارے میں دیکھو بروکلمن، GAL، جلد ۱، صفحات ۲۶۴ تا ۲۶۶ ضمیمہ ۱ صفحات ۴۶۷ تا ۴۷۲،

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔

ابن الخطیب کے بیان کے مطابق (نفح الطیب بولاق ایڈیشن ، جلد ۴ ' صفحہ ۴۱۹) خود ابن خلدون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے قصیدہ بردہ کی شرح لکھی تھی ، مگر ابن خلدون اپنی " خود نوشت سوانح عمری ،، میں اس کا ذکو نہیں کرتا ۔

۱۴۹ ۔ اس خاص مٹھائی (حلوہ) کے لئے دیکھو ڈوزی ، جلد ۱ ' صفحہ ۳۱۸ ' اسی لفظ کے تحت اور اس میں جو حوالہ درج ہے اسکے لئے دیکھو مقری ' جلد ۱ ' صفحہ ۶۹۴ ' سطر ۱۶ ۔ نیز دیکھو مقدمہ ' جلد ۱ ' صفحہ ۲۵ ۔ Prolegomena ' جلد ۱ ' صفحہ ۳۴ ' نوٹ ۳ ۔

۱۵۰ ۔ قصرالابلق (دھاری دار محل) کے بارے میں جو تیمور کی قیام گاہ تھا دیکھو بالا ' نوٹ ۳۵ ۔

تیمور سے ابن خلدون کی اس ملاقات کی صحیح تاریخ ۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری ۱۴۰۱ء کو اسکی پہلی ملاقات کے کتنے عرصہ بعد ہوئی ۔ غیر یقینی ہے ۔ پہلی ملاقات کے بعد ہی دوسری ملاقات کا ہونا ' یعنی جب اسے اس رواج کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی ، ممکن ہے ۔ اس کے برعکس اس کی اس ملاقات کا حال قلعہ کی حوالگی کے بیان کے بعد بتایا گیا ہے اور زیادہ خصوصیت سے عنوان "امیر تیمور سے ملاقات کے بعد قاہرہ کو واپسی " کے فوراً بعد ہی ۔

اگر ملاقات واقعی دمشق میں اس کے قیام کے ابتدائی ایام میں ہوئی تھی تو پھر اس کی واپسی کے سلسلہ میں اس کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ آگے چل کر اس امان نامہ کا حوالہ ہے جو اس سے دیا گیا تھا (دیکھو نوٹ ۱۶۶) ۔

۱۵۹ ۔ جس استقبال کا حال یہاں دیا گیا ہے وہ بہت سی تفصیلات میں کلاویجو کے دئے ہوئے بیان کے مطابق ہے (صفحات ۲۲۲ تا ۲۲۶) ۔

۱۵۲ ۔ احترام کے اظہار کے لئے قرآن یا کسی دوسری مقدس کتاب کا سر پر رکھنا ایشیائی بادشاہوں کا ایک عام دستور ہے ۔ منجملہ دوسرے بادشاہوں کے مغل اعظم اکبر (وفات ۱۶۰۵) کے بارے میں بھی اسی دستور کا مذکور ہے جب اسے عہد عتیق اور عہد جدید ، پلانٹن کی طبع کردہ رائل پالی گلاٹ بائیبل کا ایک نسخہ ۱۵۶۷ء میں پیش کیا گیا تھا : دیکھو اینٹو نیوما نسریٹ ، Commentarius کی صفحہ ۳۷ ۔ وی اے ۔ اسمتھ ، مغل اعظم اکبر صفحہ ۱۷۵ ۔ ایران کے شاہ عباس اول (وفات ۱۶۲۹) نے بھی ایسا ہی کیا تھا جب اسے زبور اور اناجیل کا نسخہ دیا گیا تھا ۔ دیکھو A Chronicle of the Carmelites in persia اور The papal mission of the xvii & xviii thcenturies مطبوعہ لندن ، ۱۹۳۹ ، جلد ۱ ، صفحہ ۲۳۱ ۔

۱۵۳ ۔ مقریزی (خطط ، جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ ، سطر ۳۶)

اس رسم کو چنگیز خان سے منسوب کرتا ھے جس کے بارے میں کہا جاتا ھے کہ اس نے حکم صادر کیا تھا کہ کسی شخص کو دوسرے کے ھاتھ سے کھانے کی کوئی چیز قبول نہ کرنی چاھئے تاوقتیکہ پیش کرنے والا پہلے خود اس میں سے نہ کھائے خواہ قبول کرنے والا بادشاہ ھی کیوں نہ ھو (دیکھو de Sacy Chrestomathie Arabe ، ۱۸۲۶ ، جلد ۲ ، صفحہ ۱۶۴) -

۱۵۴ - لفظی معنی ھیں : " میں نے اس گفتگو کے متعلق غور و خوض کیا دربارہ اس کے جو کچھ میرے دل میں (بماعندی) میرے اپنے معاملہ (شان) میں اور وھاں کے (یعنی شہر کے) اپنے بعض دوستوں کے معاملہ میں تھا - "

۱۵۵ - لفظی معنی ھیں : " میں دو اجنبیتوں (کے ساتھ) اجنبی ھوں - "

۱۵۶ - المغرب اس کا وطن اور مولد ھونے کے بارے میں دیکھو اوپر کا نوٹ ۴۷ -

۱۵۷ - کلمہ " جیلی " (میری نسل) عجیب ھے - خود ابن خلدون کا جہانتک تعلق ھے اس سے مراد بظاھر مغربی ھے - لیکن قاھرہ مغربی شہر نہیں تھا ، اور اس نے ابھی مغرب اور قاھرہ کا تضاد بتایا ھے - " جیلی " کی بجائے غالباً یہاں " عیلّی " پڑھنا چاھئے جس کے لئے آگے چلکر متن میں تائید مل جاتی ھے (دیکھو نوٹ ۱۷۶)۔

تیمور ابن خلدون سے کہتا ہے، "اپنے خاندان اور لوگوں کے پاس جاؤ" (عیالک) اور "عیل" "عیال" کی ایک دوسری صورت ہے جسے بعض اوقات عیال کا واحد قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۷۹۶) کہتا ہے کہ تیمور نے ابن خلدون سے اتفاق رائے کیا کہ اسے قاہرہ چلے جانا چاہئے اور اپنے خاندان (یا بیوی) اور بچوں (اھلہ اولادہ) کو لیکر اس کے پاس واپس آجانا چاہئے (مگر دیکھو نوٹ ۱۷۵)۔

ابن خلدون اس سے پہلے بیان کرچکا ہے کہ ۷۸۰ھ = ۱۳۸۳ء میں "اس کی بیوی اور بچہ (یا بچے) سمندر میں غرق ہو چکے تھے جب وہ تونس سے اسکندریہ جارہا تھا"۔ (عبر، جلد ۷، صفحہ ۵۵۴، سطر ۶)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون نے قاہرہ میں دوسری شادی کرلی تھی جیسا کہ فی الحقیقت دوسروں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے (دیکھو سخاوی، جلد ۴، صفحہ ۱۴۶ سطر ۲۷)۔

۱۰۸۔ ابن خلدون نے یہ الفاظ بدیہی طور پر لطیف خوشامد کے طور پر کہے تھے جن کا مقصد تیمور سے وہ جواب حاصل کرنا تھا جو فی الواقع اس نے دیا۔

۱۰۹۔ "اُردو" ترکی میں "کیمپ" یا "شاهی کیمپ" کو کہتے هیں۔ زیادہ وسیع مفہوم "قیام گاہ" یا "دارالسلطنت" ہے۔ دیکھو ایف۔ ٹوئر، Archiv Orientalni جلد ۶، صفحہ ۱۹۴ اشارئیہ۔ بارٹولڈ، Vorlesungen

Embajada a Tamorlan صفحات ۱۴۹ تا ۱۵۰ - کلاویہو ، میڈرڈ ، ۱۹۴۳ ، صفحہ cxxiii - چونکہ تیمور اس وقت قصر الابلق میں تھا ، لہذا "کیمپ " " اردو " کا لفظ یہاں غالباً اپنے وسیع ترین معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی جہاں کہیں بھی تیمور قیام پذیر رہا ہو ، برعکس ابن خلدون کی رہائش گاہ کے جو اندرون شہر میں تھی -

۱٦۰ - " تکمیل کرنا " یہاں " امضاء " (کسی حکم یا فیصلہ کو) " عملی جامہ پہنانا " ، " جائز قرار دینا " اور " دستخط کرنا " ہے ۔ اس وقت بظاہر شاہ ملک کو ابن خلدون کے لئے اجازت نامہ تیار کرنا تھا تا کہ وہ جب چاہے شہر سے تیمور کے پاس جاسکے - الہٰ اما ، کا کسی چیز سے اظہار نہیں ہوتا کہ وہ شہر سے مستقل طور پر منتقل ہو گیا تھا -

۱٦۱ - لفظی معنی ہیں : " اور میری ایک اور (آخری) درخواست بھی ہے ۔"

۱٦۲ - عمال حکومت کی فہرست میں مخطوطہ کا لفظ " الفراء " (جنگلی گدھے) یا " الفراط " (ثمور فروش) کا لفظ قطعاً غلط معلوم ہوتا ہے " قراء " (قرآن پڑھنے یا پڑھانے والے) ہی بظاہر صحیح لفظ ہے - قرآن پڑھنے والے (یا پڑھانے والے) فاطمی دربار کے ارکان میں شمار کئے جاتے تھے (صبح ، جلد ۳ ، صفحہ ۴۸۵ ، سطر ۱۸) اور تیمور کے دربار میں بھی (ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ،

صفحہ ۸۷، سطر ۲۹ ' لیکن ان ارکان کی حیثیت مذہبی
تھی نہ کہ دفتری یا انتظامی ۔

۱۶۳۔ یہاں پھر ابن خلدون " ملک " یعنی بادشاہ کا خطاب
تیمور کے لئے استعمال کرتا ہے، دیکھو نوٹ ۱ و ۱۰۰ ۔

۱۶۴۔ اگر " یغفل " (نظر انداز کرنا ، غفلت برتنا) پڑھا جائے ۔
چونکہ اس لفظ پر نقطے نہیں ہیں اس لئے اسے " یعقل "
(قید و بند میں ڈالنا) بھی پڑھا جاسکتا ہے ۔

۱۶۵۔ ابن خلدون لطیف انداز میں اشارہ کرتا ہے کہ تیمور
کو ماہرین نظم و نسق کی ضرورت ہے اگرچہ اس کا
حقیقی مقصد اپنے دوستوں کی رہائی حاصل کرنا تھا ۔
یہ مشہور بات ہے کہ تیمور دمشق اور دوسرے شہروں
سے اپنے ساتھ ہنرمند مزدور ' اہل قلم اور ماہر دستکار
سمرقند لے گیا تھا ۔ العینی (ورق ۳۲ ب ، سطر ۲۵)
کہتا ہے کہ " وہ ہر قسم کے ماہر کاریگر " لے گیا ۔
کلاو یہو کے بیان کے مطابق (صفحات ۱۳۴ ، ۲۸۷ و
۲۸۸) تیمور تمام پارچہ بافوں ، کمان سازوں ،
شیشہ گروں ، چمچ کے ظروف بنانے والوں وغیرہ کو دمشق
سے لے گیا تھا ۔ (دیکھو شرف الدین ، جلد ۳ ،
صفحہ ۳۴ تا ۳۴۷) ۔

۱۶۶۔ " امان نامہ " بالعموم " معافی نامہ " ہوتا ہے ، جس
سے بغاوت یا کسی دوسرے جرم کے لئے سرکاری معافی ،
جلا وطنی سے کسی حامل کی واپسی ، نیز کسی
ملکی تاجر یا غیر ملکی حاکم کے لئے پروانہ راہداری

بھی مراد ہوسکتا ہے۔ ابن خلدون نے اس "امان" کی طرف متعدد بار اشارہ کیا ہے۔ یہاں بظاہر اس خط کا حوالہ ہے جو مقریزی کے بیان کے مطابق تیمور نے ابن خلدون کو دیا تھا اور جسے وہ اپنی واپسی پر قاہرہ لایا تھا (سلوک، ورق ۲۸ ب، سطر ۱۹) - جو لوگ ابن خلدون کے ساتھ آئے تھے اور جنھیں "اس کی سفارش پر" رہائی دے دی گئی تھی، ان میں قاضی صدرالدین احمد القیصری بھی تھا جو دمشق میں دیوان العسا کر کا ناظر رہ چکا تھا۔ (سلوک، ورق ۲۸ ب سطر ۲۱ ببعد۔ نجوم، جلد ۶، صفحہ ۲۸۹، سطر ۱۵ - سخاوی، جلد ۲، صفحات ۲۲۳ و ۲۲۴)۔

۱۶۷- تیمور کی مہر پر سلوک (ورق ۲۸ ب، سطر ۱۸) اور دوسرے ماخذوں کے مطابق اس کے دستخط "امیر تیمور کورگان" ثبت تھے۔ دیکھو نوٹ ۱۔

۱۶۸- دیکھو بالا، نوٹ ۱۱۷، "بیتی" پر۔

۱۶۹- چونکہ تیمور ۳ شعبان ۸۰۳ھ = ۱۹ مارچ ۱۴۰۱ء کو دمشق سے چلا گیا تھا (دیکھو سلوک، ورق ۲۸ ب سطر ۷۔ ابن عرب شاہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۴، سطر ۴۔ نجوم جلد ۶، صفحہ ۲۶۸، سطر ۱ کے مطابق ۸۰ دن کے قیام کے بعد اور Memoire sur Tamerlan، صفحہ ۳۲۱ - ۳۲۲ کے مطابق ۹۰ دن کے قیام کے بعد) اور ابن خلدون دمشق سے غالباً ۳ ہفتے کے سفر کے بعد قاہرہ تقریباً اسی وقت پہنچا تھا (دیکھو نوٹ ۱۹۳) اس لئے ظاہر

- ہوتے کہ ابن خلدون کسی ایسی تاریخ کا حوالہ دے رہا ہے جو ۱۲ رجب ۸۰۳ھ = ۲۷ فروری ۱۴۰۱ء کے بعد کی نہ تھی اور نہ قلعہ کی حوالگی کی تاریخ سے قبل کی تھی (جب کہ ابن خلدون ابھی تک دمشق میں تھا) جس کے لئے ۱۱ رجب ۸۰۳ھ = ۲۵ فروری ۱۴۰۱ء کی تاریخ اوپر دی گئی ہے۔

ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۱۱۲) کہتا ہے کہ قلعہ کی حوالگی کے بعد تیمور نے روانہ ہونے کی خواہش کی تھی (رام) (دیکھو نوٹ ۱۹۴)۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس وقت اس کا ایسا نہ کرنا ممکن ہے کسی شدید بیماری کا نتیجہ ہو جس میں وہ سقوط قلعہ کے بعد مبتلا ہوگیا تھا (دیکھو شرف الدین، جلد ۳۔ صفحہ ۳۴۲)۔

۱۷۰- متن کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے، "بعد اس کے کہ ہم مروجہ امور ختم کرچکے" (المعتاد)۔

۱۷۱- خچر (بغلہ) قاضیوں کی سواری کا جانور ہے۔ مقریزی (خطط، جلد ۱، صفحہ ۴۰۳) بیان کرتا ہے کہ مصر میں قاضی کے خچر کا رنگ خاکستری ہوتا تھا اور یہ کہ حکومت کے کسی دوسرے افسر کو اس رنگ کا خچر استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ خچر مع خلعت قاضی کو اس کے تقرر پر دیا جاتا تھا۔ قاضی القضاۃ کا خچر بہت قیمتی ہوتا تھا اور اس بارے میں وہ بہترین گھوڑوں کے برابر ہوتا تھا۔ چونکہ کسی قاضی القضاۃ کو پیدل چلنے کی اجازت نہ تھی لہذا ان کے ملازمین

ان کے لئے ہمیشہ ایک خچر تیار رکھتے تھے۔
(صبح، جلد ۹، صفحہ ۴۲، سطر ۱۱)

تیمور کے بارے میں مشہور ہے کہ اسے خچر بہت پسند تھے۔ دیکھو Mémoire sur Tamerlan، صفحات ۳۶۳ و ۳۶۴: il aime moult sus A toutes a utres de grans mules d' Espaigne" (یعنی جانوروں میں سے اسے اندلس کے بلند قامت خچر بہت پسند تھے)۔

۱۷۲۔ لفظی معنی ہیں، "میں اس سے آپ کی خدمت کروں گا" (آخدمک بہا)۔ اس جملہ کے لئے دیکھو ڈوزی، جلد ۱، صفحہ ۳۵۴۔

۱۷۳۔ جملہ "کفاہ عن" (یا من) کے معنی ہیں "کسی کو کوئی تحفہ اس کے تحفہ کے بدلے میں دینا۔" (ڈوزی، اس کلمہ کے تحت جلد ۲، صفحہ ۴۷۸۔ باب تفصیل)، اور "بالاحسان" سے لفظاً "مہربانی یا نیکی کے طور پر کچھ کرنا"، مراد ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ براہ راست روپے کی ادائیگی کے ذریعہ سے ہو۔ فی الحقیقت یہ فرق غالباً محض لفظی ہے۔ جیسا بعد کو معلوم ہوگا تیمور نے ابن خلدون کو خچر کی قیمت کے طور پر ایک رقم بھیج دی تھی (دیکھو نوٹ ۱۹۶)۔

۱۷۴۔ لفظی معنی ہیں، "خچر اس کے پاس لے جایا گیا۔"

۱۷۵۔ ابن خلدون کے اس مبہم جواب میں جو ان کے عام مصلحت پرستانہ طرز عمل اور شمالی افریقہ کے فرماں رواؤں کی ملازمت کے دوران میں ان کی وفاداری کی

سلسلہ تبدیلیوں کے عین مطابق ہے، یہ مضمر معلوم
ہوتا ہے کہ وہ تیمور کے عمال میں شامل ہو جاتا بشرطیکہ
موخرالذکر اس پر اصرار کرتا ۔ الفاظ " ورنہ مجھے
اس کی کوئی خواہش نہیں ہے" سے غالباً یہ مراد ہوسکتی
ہے کہ وہ تیمور کے ساتھ ہر جگہ جانے پر تیار تھا
جب کبھی یا جہاں کہیں فاتح جانا پسند کرتا ۔ لیکن
اس نے تیمور کے لئے جو خوشامدانہ الفاظ استعمال کئے ،
انہیں ضرورت سے زیادہ اہمیت نہ دینی چاہئے ۔ یہ امر
مشکوک ہے کہ وہ اس عمر میں مزید سیاحت کا شوقین
ہوگا ، وہ تو قاہرہ سے دمشق تک جانے کا بھی زیادہ
خواہش مند نہ تھا ۔

بہرحال اس کے الفاظ کے ابہام کے پیش نظر بعض
عربی مصنفوں نے تیمور کے ساتھ ملاقات کے اس حصہ
اور دوسرے حصوں کی ناروا تشریحیں پیش کی ہیں ۔
مثلاً ابن قاضی شہبہ لکھتا ہے (ورق ۱۸۱) کہ
تیمور نے ابن خلدون سے کہا : " میرے ساتھ میرے
ملک میں چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ " یہ بظاہر ان
الفاظ کی محض تاویل ہے جو خود ابن خلدون نے
تحریر کئے ہیں ، " شہر سے اردو میں منتقل ہو جاؤ
اور ہمیشہ ساتھ رہو ۔ " (دیکھو بالا ، نوٹ ۱۰۹)
اور جب وہی مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ ابن خلدون نے
خواب میں کہا : " قاہرہ میں ایک ایسی ہستی ہے جو
مجھ سے محبت کرتی ہے اور جس سے میں محبت کرتا
ہوں " تو بظاہر وہ بعض ابن خلدون کے اپنے دئے ہوئے

جواب کی تاویل پیش کر رہا ہے کہ "قاہرہ میں میرے لوگ، میری نسل کے لوگ ہیں" (دیکھو نوٹ ۱۰۲)۔

ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۷۹۰، سطر ۲۔ صفحہ ۷۹۶، سطر ۶۔ کلکتہ ایڈیشن، صفحات ۴۳۹ تا ۴۴۳) اور بعد کو حاجی خلیفہ (جلد ۲، نمبر ۲۰۸۰ صفحہ ۱۰۱) اپنے بیانات میں بعض کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو ابن خلدون نے قاہرہ میں پیچھے چھوڑ دی تھیں اور وہ اصرار کے ساتھ کہتے ہیں کہ ابن خلدون نے تیمور سے یہ چکمہ دے کر آزادی حاصل کی تھی کہ وہ ان کتابوں کو حاصل کرنے اور انہیں تیمور کے پاس واپس لانے کا خواهشمند ہے۔ مگر بظاهر ابن خلدون کے بیان میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ملتی جس کے مطابق تیمور نے از خود ابن خلدون کی اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا کہ وہ اس (تیمور) کے ساتھ رہے اور اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے کنبے کے پاس واپس چلا جائے بغیر یہ ظاہر کئے کہ وہ بعد کو ابن خلدون کی واپسی کا منتظر رہے گا، کتابوں کے ساتھ یا بغیر کتابوں کے۔

ابن عرب شاہ نے تیمور سے ملاقات کا جو حال ابتدا میں لکھا ہے (جلد ۲، صفحات ۷۸۰ تا ۷۸۲ ۔ کلکتہ ایڈیشن صفحات ۴۱۱ تا ۴۱۲) وہ بھی غالباً خود ابن خلدون کے اپنے بیان کی وسیع اور آزاد تاویل ہے۔ مزید برآں چونکہ یہ امر بہت مشتبہ ہے کہ آیا ابن عرب شاہ کے سامنے

ابن خلدون کا تحریری بیان موجود تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ ملاقات کے بارے میں اس نے اپنی اطلاع سنی سنائی باتوں سے حاصل کی ہو اور پھر اس خلاصہ کی تشریح اپنے مخصوص مرصع انداز میں کر دی ہو جس میں تیمور کے لئے خوشامد کے ضرورت سے زیادہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

۱۷۶- اس کے کنبے کے متعلق دیکھو بالا نوٹ ۱۵۷-

۱۷۷- یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں ہوسکی کہ یہ بیٹا میران شاہ تھا یا شاہ رخ۔

۱۷۸- ابن خلدون نے موسم بہار کی چرائی کا جو ذکر کیا ہے، اس سے دمشق سے اس کی تاریخ روانگی کا تعلق ہے۔ ”موسم بہار کی چرائی“ عربی میں ”مرباع“ ہے جو اسم مکان ہے نہ کہ مصدر۔ اس فقرہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تیمور کا بیٹا چراگاہ قائم کرنے کے لئے گیا تھا۔ حسب معمول مویشی چرائی کے لئے بھیجے جاتے تھے جونہی کہ موسم سرما کی بارشیں کافی گھاس پیدا کر دیتی تھیں، غالباً یکم جنوری کے لگ بھگ۔ اس سے پیشتر کہ تیمور حماہ سے روانہ ہو تیمور کے امرا درحقیقت ”سرمائی مستقر قائم کرنا چاہتے تھے“، یعنی ۱۱ جمادی اولیٰ ۸۰۳ھ ۲۸ دسمبر ۱۴۰۰ء سے پہلے (دیکھو عجائب المقدور، جلد ۳، صفحہ ۸۰۲، ابن عربشاہ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۴، سطر ۲۲) مگر تیمور نے منظوری نہ دی اور قلعہ دمشق کا محاصرہ شروع ہونے کے بعد

اور حملہ شروع ہو گیا اسے رقیان معنی لڑھانکھا ... اپنے
بیٹوں میراں شاہ ابو بکر شاہ رخ کو مقابلہ تاکہ وہ سرمائی
مستقر قائم کریں اس غرض سے کہ گھوڑے کنعان کی
طرف والی سیر زمین کی گھاس چر سکیں" (شرف الدین
جلد ۳، صفحہ ۳۳۲) یہ واقعہ غالباً جمادی الآخرہ
۸۰۳ھ = ۱۷ جنوری ۱۴۰۱ء سے بہت قبل کا نہیں ہے۔
قلعہ کی حوالگی کے بعد (تقریباً ۱۱ رجب ۸۰۳ھ =
۲۵ فروری ۱۴۰۱ء کو) جب تیمور بیمار ہوا تو
"شاہی نسل کے شہزادے" (یعنی میراں شاہ اور
شاہ رخ) "کنعان سے" دمشق واپس بلا لئے گئے
(شرف الدین، جلد ۳، صفحہ ۳۴۲)۔ یہ ممکن ہے کہ
تیمور کی سریع صحت یابی کے بعد میراں شاہ اور شاہ رخ
یا ان میں سے کوئی ایک سرمائی مستقر کو واپس چلا
گیا ہو اور یہ کہ ابن خلدون کا حوالہ اسی کی واپسی
کی جانب ہے۔

۱۷۹۔ لفظی معنی ہیں: "سلطان اپنے بیٹے کو آپ کے بارے
میں ایک فریضہ تفویض کر رہا ہے۔"

۱۸۰۔ "لفظی معنی ہیں: "سمت میں صاف نہیں تھی۔"

۱۸۱۔ "عملک" کے لئے دیکھو، بذیل "عمل"
صفحہ ۲۷۳۰، درمیانی کالم۔

۱۸۲۔ متن کے الفاظ ہیں: "صفد اقرب السواحل الینا" جس
کے لفظی معنی ہیں "صفد جو ہم سے قریب ترین سمندری
ساحل (یا بندرگاہ) تھی۔" (دیکھو ڈوزی بذیل

نے اصل سمجھا۔ ابن خلدون یہاں پر اور آگے چل کر بھی (دیکھو، نوٹ ۹۰) بظاہر صفد کو ساحل پر دکھاتا ہے، اگرچہ وہ فی الحقیقت ۳۰ میل اندرون ملک میں واقع ہے۔ یا تو ابن خلدون نے بے پروائی میں یہ لکھ دیا ہے یا متن کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو اس نے اصل میں لکھے تھے۔ غالباً اس کا مطلب یہ تھا کہ ان دو بڑی شاہراہوں میں جو دمشق سے جانب جنوب جاتی ہیں آس نے اس شاہراہ کو ترجیح دی جو اسے ساحل سے قریب لے آئے (دیکھو اوپر کا نوٹ ۴۲، جہاں سڑکوں سے بحث کی گئی ہے)۔ لیکن یہ امر واضح نہیں ہے کہ آیا اس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ وہ صفد تک اس پوری سڑک پر سفر کرے اور پھر وہاں سے ساحل کی جانب روانہ ہو جائے یا صفد والی سڑک پر سفر کا آغاز کر کے کسی فرعی سڑک پر ہو لے جو براہ راست ساحل کو جاتی ہو۔ وہ غالباً یہ کہنا چاہتا تھا کہ صفد کو جانے والی سڑک پر ساحل کا فاصلہ کم تھا بمقابلہ اس سڑک کے جو براستہ شقحب جاتی ہے۔

۱۸۳- ابن عرب شاہ (جلد ۲، صفحہ ۱۰۰) لکھتا ہے کہ علاءالدین الدوادارى جو صفد کا حاجب تھا، دستور کے مطابق وہاں کے حاکم التون بغا العثمانی (جو اس سے پہلے حلب میں شاہی مہم سالاروں کے ساتھ مل گیا تھا۔ دیکھو نجوم، جلد ۲، صفحہ ۹۹-۲۰، سطر ۹) کی غیر حاضری میں شہر کے گورنر کے فرائض ادا کر رہا تھا۔

الدوادار نے تیموری خدمات میں مختلف تحائف پیش کر کے اس سے صفقد کے قلعہ داروں کی خاطر امان نامہ حاصل کرلیا تھا۔ اور اس نے تیمور کے نام متعدد بار پیغامات بھیجے اور بالآخر اس نے الغیمانی اور غوزہ کے واثسرائے عمر ابن الطحان ہر دو کی رہائی حاصل کرلی (دیکھو ابن عرب شاہ، جلد ۲، صفحہ ۱۰۴، سطر ۹)۔

۱۸۴- دیکھو بذیل نوٹ ۱۰۲۔

۱۸۵- متن کے الفاظ بظاہر یہ ہیں: "اور سڑک اس قاصد سے اختلاف کا موضوع بن گئی" جو بامحاورہ نہیں ہے اس لئے کہ حرف جار مع یعنی "ساتھ" (مع) کا استعمال اختلاف ظاہر کرنے والے افعال کے بعد خلاف معمول ہے۔ مزید برآں یہ مشکل سے قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اگر ابن خلدون صفقد جانے کا ارادہ رکھتا تھا تو وہ اس علاقہ کے رہنے والے کسی شخص سے حجت کرتا کہ وہ کونسی سڑک سے جائے۔ غالباً الفاظ "سڑک مختلف تھی"، غلط جگہ پر لکھے گئے ہیں اور فقرہ اصل میں یوں تھا: "اور میں اس قاصد کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ پھر ہماری سڑکیں مختلف ہوگئیں اور ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔"

۱۸۶- قبائلی (عشیر) بظاہر دروزی تھے یا ان میں دروزی تھے دیکھو دروزی جلد ۲، صفحہ ۱۰۴، عنوان دروزی۔ اور (Quatremere-Suluk) میں سلوک کے بارے میں جو حوالہ درج ہے۔ ابن تغری بردی (النجوم، مسلسل ۶،

لئے صفحہ ۹۰ سطر ۶) اور تاریخ ابن طولون Chronik
des Ibn Tulun صفحہ ۱۴۵ ، سطر ۹-۱۰) عشیر کو
"موافقی" قرار دیتے ہوئے جبل حرمون کے مغرب میں
جو وادی تیم ہے ، عرصۂ دراز سے دروز کا صدر مقام
رہ چکی ہے ۔ العینی (ورق ۴۰ ب ، سطر ۲۴ ، ۱۰۴ الف ،
سطر ۲۰) ، صفد ، میرون اور قفون کی پہاڑیوں میں
(صفد سے غزہ جانے والی سڑک پر) عشیر کے
غیر انسانی سلوک کا حال بیان کرتا ہے ۔ بقول اس کے
انہوں نے جو سلوک مفرور مملوکوں سے کیا ، جو فرج
کے فرار کے دو ماہ بعد تک قاہرہ آتے رہے تھے ،
وہ اس سے بھی بدتر تھا جو تیمور کے عساکر نے ان
سے کیا تھا (دیکھو نیز سلوک ، ورق ۲۷ ب ، سطر ۱۲ -
نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۱۰۶ ، سطر ۳) ۔

۱۸۷ - "عرایا" (اس جمع کے لئے دیکھو ڈوزی ، جلد ۲ ،
صفحہ ۱۴۳ ، بذیل عرا یا) عرایا کے لفظی معنی ہیں
"ننگا" ، لیکن اکثر اوقات اس کا مفہوم ہوتا ہے
"صرف زیر جامہ پہنے ہوئے" (لباس ۔ دیکھو ابن ایاس ،
جلد ۱ ، صفحہ ۳۳۹ ، سطر ۱-۲ : عربوں اور قبائلیوں
نے فرار ہونے والوں سے سب کپڑے اتروا لئے تھے
سوائے جانگھیوں کے) ۔

۱۸۸ - صبیبہ کا قلعہ دمشق کے جنوب مغرب میں تقریباً ۳۸
میل اور صفد کے شمال مشرق میں تقریباً ۲۰ میل کے
فاصلہ پر تھا ۔ زیتلہ (صفحہ ۹۴ ، سطر ۲۲) "صبیبہ

ایک شہر کا جو بانیاس کے نام سے مشہور ہے منسوب کرتا ہے ۔ وہ سڑک جسے لوگ دمشق اور صعقد کے درمیان آمد و رفت کے لئے بالعموم استعمال کرتے تھے بانیاس کے مشرق سے گزرتی تھی ۔ شاہراہ کی نشاندہی کے لئے دیکھو ، مثلاً نجوم (جلد ۲، صفحہ ۲۰۰، سطر ۱۶):
"شیخ" ، یشبک اور قرا یوسف دمشق سے چلے گئے اور الخربہ (غالباً الخریبة جو صعقد جانے والی بڑی شاہراہ پر ہے) پہنچے ۔ پھر وہ الگ ہو گئے (افترقوا) اور یشبک اور قرا یوسف صعقد چلے گئے اور شیخ قلعہ صبیبہ چلا گیا (جو خریبہ سے تقریباً ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے) ۔

۱۸۹۔ اگر یہ درست بھی ہو کہ ابن خلدون ابتدا میں صعقد جانا چاہتا تھا مگر متن (اور ابن عرب شاہ ، جلد ۲ ، صفحہ ۷۹۶ ، سطر ۹) کے مطابق اب اس نے وہاں جانا مناسب خیال کیا ۔

۱۹۰۔ ابن خلدون کا مطلب پھر یہ معلوم ہوتا ہے (دیکھو نوٹ ۱۸۲) کہ صعقد ساحل پر واقع تھا ، یا یہ بات ہے کہ جہاز کے "گزرنے" کا ذکر کرنے سے پہلے اس نے محض بے توجہی میں (یا متن سے بعض الفاظ گر جانے کے باعث) اس امر کا ذکر نہیں کیا کہ وہ صعقد سے ساحل کو گیا ۔ جس بندرگاہ سے وہ فی الحقیقت روانہ ہوا اسی کا نام شبہ میں غیر متعین رہ گیا ہے ۔ اس کا امکان بہت کم ہے کہ وہ بندرگاہ صیدا تھی اس لئے کہ صیدا دمشق کے تقریباً مغرب میں واقع ہونے کے باعث بہت

سیا خدوو اجاحیف شمال تا لعے معاصی طرح صوبر پہلی بعید از قیاس ہے حدہے غالباً وہ مقام حکا تھا جو ضعفد رکے لئے پتھوگاہ سمجھا جاتا تھا (زبدہ، صفحہ ۴۴، سطر ۷)۔

۱۹۲ - عثمانی سلطان بایزید (ابویزید) ابن عثمان نے فرج کو ظالم تیمور کے خلاف اتحاد کی پیشکش کی تھی تاکہ اسلام اور مسلمان آیندہ اس سے کوئی تکلیف نہ اٹھائیں (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۴۳، سطر ۱۴)

بایزید کے ایلچی قاہرہ میں بظاہر آخر شوال ۸۰۲ھ = ۲۳ جون ۱۴۰۰ء میں پہنچے تھے (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۴۵، سطر ۱۲) اور ایک جواب بھیجا گیا تھا جس میں اس پیشکش کو مسترد کر دیا گیا تھا (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۱۴۵، سطر ۱۹، صفحہ ۴۶، سطر ۱۱)

ابن خلدون نے جو حوالہ یہاں دیا ہے وہ غالباً فرج کے قاصدوں کی قاہرہ میں واپسی سے متعلق ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ابن خلدون کے پہنچنے سے کچھ عرصہ پہلے شعبان ۸۰۳ھ = مارچ ۱۴۰۱ء سے پیشتر قاہرہ پہنچ گئے تھے (دیکھو نوٹ ۹۳)۔ چنانچہ قاہرہ سے بروصہ کے سفر اور واپسی میں تقریباً چھ ماہ لگ گئے ہوں گے۔

۱۹۳ - تیمور کے خلاف سے جو لوگ فرار ہوئے تھے ان میں سے بہت سے بطلہ سیندر مصر واپس آئے تھے۔ لیکن انہوں نے دمیاط تک اپنا بحری سفر جاری رکھا اور وہاں سے قاہرہ پہنچے (ابن ایاس، جلد ۱، صفحہ ۳۴۵، سطر ۲۲۔

(۲۰۲ء) - ابن خلدون یہ نہیں بتاتا کہ خود اس نے ایسے گھوڑے شہری شکیلہ بلکہ صحراؤں کی تلاش کے جو جزیرہ نما کے سہارے گذرتی تھی (۱۸۰ علام) ملکر دشوار گزار راستے کو ترجیح دی۔

۱۹۳ - سلوک کے مطابق (ورق ۸ پ ب ۲ سطر ۹ تا ۱۴) ابن خلدون کے پہنچنے کا دن جمعرات یکم شعبان ۸۰۳ھ = ۱۷ مارچ ۱۴۰۱ء تھا۔ اسکے واپسی سفر کی مدت کے بارے میں دیکھو اوپر کا نوٹ ۱۳۹

۱۹۴ - یہ سفیر بظاہر بیسق الشیخی ، ایک ” امیر اخور “ تھا ۔ ۲۱ جمادی الآخرہ ۸۰۳ھ = ۶ فروری ۱۴۰۱ء کو قاہرہ میں تیمور کا ایک خط پہنچا تھا جس میں اطلمش (اس کے بارے میں دیکھو بعد کا نوٹ) کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا اور وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر موخرالذکر کو بھیج دیا گیا تو تیمور اس کے قیدیوں کو رہا کر دے گا ، بشمولیت قاضی صدر الدین المناوی کے ۔ اطلمش کو اس کے قید خانہ سے رہائی دے دی گئی اور اسے امیر سودون طاز کے مکان پر رکھا گیا ۔ بعد ازاں بیسق کو ایک خط دے کر بھیجا گیا جس میں تیمور کو اطلاع دی گئی تھی کہ فرج اس کی تعمیل کے لئے تیار ہے (سلوک ، ورق ۸۰ الف ، سطور ۸-۱۱ ؛ نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۸۰ مطبوعہ تا ۲۲) ۔ بیسق ۶ فروری کے بعد (دیکھو بذیل) کسی وقت قاہرہ سے روانہ ہوا تھا ۔

ابن عرب شاہ (جلد ۳، صفحہ ۱۱۴) یہ بھی لکھتا ہے کہ دمشق سے فرج کے فرار کے بعد بیسق تیمور کی خدمت میں ایک خط لیکر آیا جس میں اس فرار کی وجہ بتائی گئی تھی اور تیمور کے خلاف دھمکیاں درج تھیں (جلد ۲، صفحہ ۱۱۶، سطور ۱ سے ۱۰)۔ جب تیمور خط پڑھ چکا تو اس نے بیسق سے کہا (جیسا کہ اس نے قاھرہ واپس آنے پر بتایا): "اپنے قلعہ کو (قلعتکم) جاؤ۔" بیسق نے اسے کھنڈر کی حالت میں پایا (کتاب مذکور صفحہ ۱۲۲، سطور ۳-۴) بیسق کی اغلب تاریخ ملاقات کے لئے دیکھو نوٹ ۱۹۵۔

تیمور کی خدمت میں بیسق کی سفارت کا حوالہ مابعد کے ایک مراسلہ (مورخہ جمادی الاولیٰ ۸۰۵ھ = ۲۷ نومبر تا ۲۶ دسمبر، ۱۴۰۲ء) میں بھی درج ہے جسے فرج نے تیمور کے نام بھیجا تھا اور جسے قلقشندی نے نقل کیا تھا (صبح، جلد ۷، صفحات ۳۲۰ تا ۳۲۴)۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ فرج کے دمشق چھوڑنے کے بعد بیسق (اور دوسرے اشخاص) تیمور کا ایک مراسلہ لائے تھے جس میں وعدہ کیا تھا کہ اگر اطلمش اس کے پاس بھیج دیا جائے گا تو پھر وہ اپنے ملک کو واپس چلا جائے گا۔ فرج نے اطلمش کو بھیجنے کی تیاریاں کرلی تھیں (صبح، جلد ۷، صفحہ ۳۲۱، سطور ۸ تا ۱۴)، اُس وقت اطلمش کو نہ بھیجنے کی وجہ (دیکھو صفحہ ۳۲۱، سطر ۷) یہ تھی کہ اس دوران میں دمشق میں

تیمور کے مظالم اور اس کی تباہ کاریوں کی اطلاع آ
تھی جس کی وجہ سے طے شدہ معاہدہ کالعدم قرار د
دیا گیا (کتاب مذکور، صفحہ ۳۲۱، سطور ۱۰
۱۸) ۔ اطلمش تیمور کے پاس بہت عرصہ بعد ت
نہیں بھیجا گیا تھا ۔ اس مراسلہ کے الفاظ سے یہ معل
ہوتا ہے کہ بیسق ہی فرج کے پاس تیمور کا مراسلہ لے
گیا تھا (جیسا کہ اوپر مذکور ہے) اور فرج کے جوا
کو بھی جس کا ذکر مقریزی اور ابن تغری بردی
کیا ہے ۔

جب تیمور نے اطلمش (صبح، جلد ۷، صفحہ ۳۲۱
سطر ۱۳) کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا، اس وقت اس
کہا تھا کہ وہ قرا، سلمیہ، حمص یا حماہ میں اس
آمد کا انتظار کرے گا ۔ یہ مقامات اس سڑک پر و
ہیں جو دمشق سے جانب شمال مشرق لبنان کی پہاڑی
کے بالمقابل مشرق میں حلب تک جاتی ہے۔ تیمور بد ی
طور پر اس وقت جانب شمال روانہ ہونے کا منصوبہ
رہا تھا اور جب وہ بالآخر رخصت ہوا تو اس نے ا
سڑک کو اختیار کیا (شرف الدین، جلد ۳، صفحہ
۳۴۷ و ۳۴۸) اس لئے کہ قبیبات چھوڑنے پر اس
غوطہ میں پڑاؤ ڈالا اور (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۲
سطر ۵) پھر القطیفہ گیا جو دمشق کے شمال مشرق
اس سڑک سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر ہ
کیا گیا ہے ۔

چونکہ تیمور کا مراسلہ جس میں اطلمش کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تھا ، فی الحقیقت ۶ فروری کو قاہرہ پہنچا تھا (دیکھو اوپر کا نوٹ) اور اطلمش (اگر اسے رہائی مل جاتی) دس دن یا دو ہفتوں کے اند مذکورہ مقامات میں سے کسی مقام پر پنہچ سکتا تھا ، اس لئے یہ ظاہر ہے کہ تیمور کو توقع تھی کہ وہ ۱۶ سے ۲۰ فروری تک اس سڑک پر ہوگا ۔ اوپر کہا گیا ہے (نوٹ ۱۶۹) کہ تیمور بظاہر قلعہ کی تسخیر کے وقت تقریباً ۲۵ فروری کو اپنی روانگی کا منصوبہ تیار کر رہا تھا اگرچہ عملاً وہ ۱۹ یا ۲۰ مارچ تک وہاں سے روانہ نہ ہوسکا ۔

۱۹۵ - فعل '' اعقب '' مبہم ہے اس لئے کہ عام طور پر اس کے معنی ہیں '' پیچھے پیچھے آنا ''۔ (یعنی فوراً) ، لیکن بیسق قلعہ کے سقوط کے بعد ابن خلدون کے وہاں پہنچنے کے بہت عرصہ بعد پہنچا تھا ۔ غالباً یہاں اس لفظ کے معنی ہیں '' بعد میں آنا '' یعنی یہ کہ بیسق دمشق میں اس وقت پہنچا تھا جب ابن خلدون وہاں سے جا چکا تھا (دیکھو ایسے معانی کے لئے لین سے بذیل لفظ مذکور کالم ۲۰۹۷ ، باب افعال و تفعیل) ۔

یہ تشریح کلیۃً قابل قبول ہے ۔ بیسق دمشق میں صرف تھوڑا عرصہ ہی رہا ، اس لئے کہ تیمور نے اس کے پہنچتے ہی اور قبل اس کے کہ اسے یہ معلوم ہوسکے کہ قلعہ تسخیر ہوچکا ہے ، اسے شرف باریابی بخشا تھا ،

اور تیمور نے اسے فوراً قاهره لوٹ جانے کا حکم دیا تھا (دیکھو نوٹ ۱۹۴) ۔ چونکه وه سرکاری قاصد تھا اس لئے اس کے سفر واپسی میں دس دن سے زیادہ نه لگے هوں گے ۔ دمشق میں اس کی آمد اور قاهره میں اس کی آمد کا درمیانی وقفه اتنا طویل نه هوگا جتنا ابن خلدون کے دمشق سے قاهره تک کے کٹھن سفر کا ، اور چونکه بیسق قاهره میں ابن خلدون کی آمد کے بعد پہنچا تھا اس لئے وه دمشق میں ابن خلدون کی روانگی کے بعد پہنچا هوگا ۔ مزید برآں ابن خلدون کے بیان سے یه خیال پیدا هوتا هے که جب وه تیمور کے ساتھ تھا اسے تیمور کے دربار میں بیسق کی سفارت کا کچھ علم نہیں تھا ۔ بلا شبه یه امر حیرت انگیز هوتا اگر تیمور ابن خلدون کے لئے بیسق کو روپیه دے دیتا ایسی حالت میں که ابن خلدون ابھی دمشق هی میں تھا ۔

۱۹۶ ۔ اگر متن درست هے تو اس صورت میں حروف جاره کے بارے میں ابن خلدون کا استعمال خلاف معمول معلوم هوتا هے یعنی ''عزم'' کے ساتھ کسی شخص کے لئے (''علیٰ'' کی بجائے) ''الیٰ'' کا استعمال اور کسی چیز کے لئے (''ب'' یا حالت مفعولی کی بجائے) ''من'' کا دوسرا ''من'' شاید توضیحی هے : ''اس کا قرض'' یعنی ''یه آپ کا روپیه'' ۔

۱۹۷ ۔ اگرچه ''حکومت کا سربراه'' (صاحب الدوله) بظاهر سلطان فرج ، جس کا ذکر ابھی کیا گیا هے ، کی طرف

راجع ہے تاہم یہ اس اصطلاح کا نادر استعمال ہے۔ ایک اور جگہ جہاں "صاحب" کا لفظ "دولہ" کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے، وہاں ابن خلدون ابو محمد ابن تا فراکین کو سلطان ابو اسحاق تونسی کی "حکومت کا سربراہ" (صاحب الدولہ) قرار دیتا ہے اس لئے کہ ابو محمد نے عملاً سلطان کے اختیارات سنبھال لئے تھے (المستبد علیہ، عبر، جلد ۷، صفحہ ۳۹۸، سطر ۹) (المستبد علی الدولہ، اس کتاب میں صفحہ ۳۹۸، سطر ۲۹ - دیکھو Proleg، جلد ۱، صفحہ XXX، "toutpuissant") اور اسی طرح عبو ابن قاسم ابو محمد عبد اللہ کو، جو مرینی سلطان ابوالحسن علی کی حکومت کا سب سے بڑا حاکم تھا (دیکھو السلاوی، کتاب الاستقصاء، صفحہ ۱۹۰)، ابن خلدون نے "صاحب الدولہ" (عبر، جلد ۷، صفحہ ۲۶۵، سطر ۹) کہا ہے۔ (نیز دیکھو عبر، جلد ۷، صفحہ ۴۲، نیز بعد کے صفحات)۔

سلطان فرج کے بارے میں "صاحب الدولہ" کا استعمال حیرت انگیز ہے اس لئے کہ جہاں تک القاب کا تعلق ہے مملوکی مصر میں "دولہ" کے معنی حکومت کا مالیاتی شعبہ ہوگئے تھے اور "صاحب" وزیر کا خطاب تھا جو محض ایک افسر مالیات تھا جس کے اختیارات مالی امور میں بھی بہت محدود تھے (دیکھو زبدہ، صفحہ ۹۳ - مقدمہ، جلد ۲، صفحات ۹ تا ۱۷)

لہذا یہ اغلب ہے کہ یہاں "صاحب الدولہ" سے یشبک الشعبانی مراد ہے جو دمشق کی طرف ابن خلدون کی روانگی کا ذمہ دار تھا (دیکھو اوپر نوٹ ۷) اور فرج کی قاہرہ میں واپسی کے بعد مصر کی حکومت پر پورا اختیار دے دیا گیا تھا (مشیر الدولہ و مدبر أمورھا۔ نجوم جلد ۶، صفحہ ۷۰، سطر ۴ میں مذکور ہے کہ اس ذمہ داری میں وہ نوروز الحافظی کا شریک تھا۔ یشبک کے اقتدار کے لئے دیکھو نجوم، جلد ۶، صفحہ ۸۶، سطور ۷ و ۱۱) - یہ واقعہ جمادی الآخرہ ۸۰۳ھ کے دوسرے ہفتہ کا تھا جنوری ۱۴۰۱ء کے آخری ہفتہ کا۔ یشبک شوال یعنی وسط مئی تک صاحب اقتدار رہا اور ابن خلدون کو مارچ کے اختتام سے کچھ ہی پہلے مذکورہ بالا روپیہ مل گیا تھا (دیکھو نوٹ ۱۹۵)۔

۱۹۸- جو مکتوب المغرب بھیجا گیا تھا وہ فی الحقیقت آیندہ اسلامی سال یعنی ۸۰۴ھ میں لکھا گیا تھا (دیکھو نوٹ ۲۰۴)، غالباً اس کے شروع یعنی اگست ۱۴۰۱ء میں۔ آخری واقعہ جس کا ذکر ابن خلدون نے اپنے مکتوب میں کیا ہے (دیکھو بعد کا نوٹ) وہ دمشق میں ابن خلدون کی سرگرمیاں ہیں جس کے بعد وہ اضافہ کرتا ہے، "وہ اپنے ملک میں واپس پہنچ گیا اور اطلاعیں موصول ہو رہی ہیں کہ وہ عازم سمرقند ہو گیا ہے۔" دیکھو نجوم، جلد ۶، صفحہ ۲۷، سطر ۱ جس میں لکھا ہے کہ ایسی اطلاعات شعبان ۸۰۳ھ = ۱۷ مارچ تا ۱۴ اپریل ۱۴۰۱ء میں

وصول ہوئی تھیں۔ دیکھو نیچے ، نوٹ ۲۲۸ -

۱۹- جو مکتوب یہاں دیا گیا ہے وہ بظاہر ابن خلدون کی کسی طویل روئداد کا ایک ٹکڑا ہے- یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا مکتوب کا پورا متن مغربی ممالک کی کسی لائبریری میں محفوظ ہے یا نہیں اپنی تمام ادبی سرگرمیوں کے دوران میں ابن خلدون پر جوش مراسلہ نگار رہا ہے جیسا کہ اس کی ''خود نوشت سوانح عمری'' (بالخصوص اس کے ابتدائی حصہ) سے ظاہر ہے ۔ مصر میں بھی ، جیسا کہ اوپر مذکور ہوچکا ، وہ المغرب اور اندلس کے دوستوں کے ساتھ بہت طول طویل خط و کتابت رکھتا تھا ۔

۲۰۰- بظاہر المغرب کا یہ حاکم ابو سعید عثمان ابن ابی العباس ابن ابی سالم مرینی تھا جو ۳۰ جمادی الآخرہ ۸۰۰ھ = ۱۹ مارچ ۱۳۹۸ء کو سولہ برس کی عمر میں بمقام فاس تخت نشین ہوا تھا (دیکھو السلاوی ، کتاب الاستقصاء صفحہ ۳۵۴ - اس نے ۸۲۳ھ = ۱۴۲۰ء تک حکومت کی تھی ، ایضاً ، صفحہ ۵۷۶)-

۲۰۱- مصر میں اپنے ۲۳ سالہ مسلسل قیام میں (دیکھو اوپر ، نوٹ ۵۴) ابن خلدون کا المغرب سے جو مسلسل تعلق رہا اسے دیکھتے ہوئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ قاہرہ واپس آجانے کے بعد اس نے المغرب سے اپنے تعلقات کی اس طرح تجدید کی کہ اس نے المغرب کے حاکم کو تیمور سے اپنی ملاقات کی ایک تفصیلی روئداد بھیجی -

یہ قرین قیاس نہیں کہ ابن خلدون مراکش میں اپنے

قیام کے دوران میں ابو سعید سے ذاتی طور پر واقف تھا - بہرحال اس کے مراسلہ کے دوستانہ انداز سے ("اگر آپ میری خیریت دریافت کرنا چاہتے ہیں"- دیکھو نیچے کا نوٹ) یہ ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ اس سے پہلے کچھ خط و کتابت رہ چکی تھی - لہلذا یہ بہت ممکن ہے کہ اس نے اس سے پیشتر فرج کی جانب سے ابو سعید کو خط لکھا ہو - فرج کے نام ابو سعید کا ایک خط جس پر وسط شعبان ۸۰۴ھ = مارچ ۱۵ تا ۲۰، ۱۴۰۲ء کی تاریخ درج ہے، قلقشندی نے (صبح، جلد ۸، صفحات ۱۰۳ تا ۱۰۶) نقل کیا ہے- اس خط میں ابو سعید کہتا ہے (صفه ۱۰۵، سطر ۱۲) کہ اسے "اللہ کے دشمن" کے حملہ کی اطلاع ملی تھی اور (صفحہ ۱۰۵، سطر ۱۰) اسے مصریٔ سلطنت کی سرحد پر پہنچنے کی توقع ہے تا کہ فرج کی "غفلت" سے فائدہ اٹھائے، لیکن یہ کہ تیمور ناکام ہوکر چلا گیا تھا اور اس طرح فرج کی امداد کی لئے افواج اور بیڑا بھیجنے کی ابو سعید کی مجوزہ تجویز کو غیر ضروری بنا دیا (صفحہ ۱۰۵، سطور ۱۹ و ۲۰) - یہ ممکن ہے کہ تیمور کے بارے میں ابو سعید کی اطلاع کا ماخذ وہی خط ہو جو ابن خلدون نے اسے بھیجا تھا - ابو سعید نے فرج کی "غفلت" کی جانب جو اشارہ کیا ہے وہ ممکن ہے کہ ابن خلدون کے اس بیان کو غلط طریقہ سے پڑھنے کا نتیجہ ہو (دیکھو تعریف کا متن، مخطوطہ الف، ورق ۸۲ الف، سطر ۲۵) کہ فرج مصر "واپس چلا گیا ہے" (قفل) -

فرج نے ابو سعید کے خط کا جو جواب دیا ہے (اسے

بھی قلقشندی نے جو اس کا کاتب تھا ، محفوظ کر لیا ہے -
(صبح ، جلد ۷ ، صفحات ۴۰۷ تا ۴۱۱) اس میں بڑی
تفصیل سے ابو سعید کو وہ واقعات بتائے گئے ہیں جن
کا تعلق تیمور کے خلاف اس کی مہم ، تیمور کی جانب سے
صلح کی پیشکش ، بغاوت کی خبر اور قاہرہ کو اس کی
واپسی جو ''خوف کی وجہ سے'' عمل میں نہیں آئی تھی ،
دمشق کی حوالگی کے لئے نامہ و پیام اور تیمور کی
تباہ کاریوں اور جرموں سے ہے ، اور یہ کہ یہ سب کچھ اس
کسی بد انتظامی ، کمزوری یا غفلت (تقصیر) کا نتیجہ
نہیں تھا - یہ جواب بدیہی طور پر جمادی الاولیٰ ۸۰۵ھ
= نومبر ۲۷ تا دسمبر ۲۶ ، ۱۴۰۲ء کے بعد ہی بھیجا
گیا تھا - اس لئے کہ خط میں (صبح ، جلد ۷ ، صفحہ ۴۱۱ ،
سطر ۱۲) فرج لکھتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے تیمور
کو صلح نامہ کی ایک نقل بھیجی تھی جو اس کے پاس تھی
اور جس پر اس وقت تیمور نے دستخط کر دیئے تھے -
(نمغت بتمغۃ قانہم) اور فرج کو واپس کردی تھی ،
لیکن فرج کی طرف سے ایک خط میں جو خود تیمور کو
بھیجا گیا تھا اور جس پر جمادی الاولیٰ ۸۰۵ھ کی
تاریخ درج ہے (صبح ، جلد ۷ ، صفحہ ۳۲۰ ، سطر ۵)
فرج رقمطراز ہے (صفحہ ۳۲۴ ، سطر ۱) کہ وہ اب
تیمور کو صلحنامہ کی دو نقول بھیج رہا ہے ، ایک وہ
جس پر اس کے اپنے دستخط ہیں ، اور جو تیمور کے لئے
ہے ، دوسری وہ جو تیمور کے دستخط کے لئے ہے (دیکھو
صبح ، جلد ۷ ، صفحہ ۳۲۹ ، سطر ۵) اور اسے واپس
کی جائے گی -

۲۰۲- لوگ ذاتی خط و کتابت میں اپنے زمانے کے تاریخی واقعات بیان کیا کرتے تھے - ابن خلدون کا بھی یہی دستور تھا - اس کی مثال وہ خط ہے جو اس نے اپنے غرناطہ کے دوست ابن الخطیب کو لکھا تھا - (عبر ، جلد ۷، صفحہ ۳۲۸، سطر ۲۱) اور ابن الخطیب نے بھی اس کے نام اسی نوعیت کا خط ارسال کیا تھا - (عبر، جلد ۷ ، صفحہ ۳۲۶ ، سطر ۵) -

۲۰۳- ''حال المملوک'' (لفظی معنی ''غلام کی حالت'') اس لئے کہ کسی حاکم کو مخاطب کرتے وقت راقم اپنے لئے ''المملوک'' کا لفظ استعمال کرتا تھا - دیکھو Bjorkman ' صفحات ۳۰ و ۱۲۲ - مراکشی ، تاریخ الموحدین مرتبہ ڈوزی ، صفحہ ۲۵۲ ، سطر ۱۳ - یہی جملہ ان اوراق میں ملتا ہے جو جنیزہ ، قاہرہ میں دریافت ہوئے تھے، صفحہ ۳۲ ، نوٹ ۴ ، اگرچہ مکتوب الیہ حاکم نہیں ہے -

۲۰۴- ''سال ماقبل'' (''العام الفارط'' بجائے عام طور پر استعمال ہونے والے جملہ ''العام الماضی'' کے) شاید مغربی محاورہ ہے (دیکھو (Bercher Lexique, arabe-francais صفحہ ۲۱۱ ، ''یوم الاحد الفارط'' dimanche dernier ''گذشتہ اتوار'' -

۲۰۵- اصطلاح ''ملک'' (بادشاہ) کا دوبارہ استعمال غور طلب ہے -

۲۰۶- فرج فی الحقیقت ۶ سے ۲۱ جمادی الاولی ۸۰۳ھ تک تقریباً دو ہفتے دمشق میں قیام پذیر رہا تھا (دیکھو اوپر

نوٹ ۲۰۲) ۔

۲۰۷۔ دیکھو اوپر، نوٹ ۴۰ اور ۴۸۔

۲۰۸۔ تیمور نے فی الواقع دمشق کے باشندوں کو عام معافی دیدی تھی یا عام معافی دینے کا وعدہ کر لیا تھا پیشتر اس کے کہ ابن خلدون اس کے پاس جائے (دیکھو نوٹ ۳۸)، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ابن خلدون نے بظاہر یہ مشورہ دیا تھا کہ عام معافی کی درخواست کی جائے۔ بعد ازاں اس نے ابن خلدون کو ان عمال کے لئے معافی دے دی تھی جو دمشق میں رہ گئے تھے (دیکھو نوٹ ۱۶۶)۔

۲۰۹۔ مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدون ۳۵ دن تک صبحوں (لغت کی کتابوں میں میں جمع "اباکر" نہیں ملتی) اور شاموں کو (دیکھو اے۔ فشر، Tagund Nachtim Arabischen، صفحات ۱۴۷ تا ۱۵۸) تیمور کے ساتھ مسلسل رہا تھا۔ وہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ = ۱۰ جنوری ۱۴۰۱ء کو (دیکھو نوٹ ۳۶) تیمور سے ملنے کے لئے گیا، وہاں سے وہ اس وقت چلا جب قلعہ کی حوالگی عمل میں آ چکی تھی جو ہماری رائے میں، جیسا اوپر مذکور ہوچکا، ۱۱ رجب = ۲۵ فروری کو ہوئی۔ یہ کم سے کم اس کی پہلی ملاقات سے ۴۶ دن بعد (دیکھو نوٹ ۱۲۸) کا واقعہ ہے۔ ابن خلدون دراصل صرف ۵ یا ۶ مواقع کا تفصیلی ذکر کرتا ہے جبکہ وہ "تیمور کے پاس" گیا اور ان میں سے بعض موقعوں کے بارے وہ لکھتا ہے کہ وہ واپس گھر آ گیا - لیکن تسلیم

کیا جا سکتا ہے کہ ابن خلدون نے اپنی گفتگو کی ہر تفصیل نہیں لکھی (دیکھو نوٹ ۲۳۹)۔

ممکن ہے کہ ابن خلدون کا یہ منشا ہو کہ وہ تیمور کی مجالس مشاورت میں موجود رہتا تھا یا یہ کہ وہ ۳۵ مواقع پر اس کے پاس (غالباً قصرالا بلق میں) گیا، بعض دفعہ صبح کو بعض دفعہ شام کو۔ برخلاف اس کے اگر اس کے بیان کے لفظی معنی لئے جائیں تو اس صورت میں اس کی آخری ملاقات ۱۴ فروری (۱۰ جنوری کو اس کی پہلی ملاقات سے ۳۵ دن کے بعد) ہوئی ہوگی ۔ قلعہ کی حوالگی (جیسا کہ اوپر نوٹ ۱۴۲ میں ۱۱ رجب ۸۰۳ھ = ۲۵ فروری ۱۴۰۱ء استنباط کی گئی ہے، ۱۴ فروری کے لگ بھگ عمل میں آئی ہوگی۔ (العینی اور بھی ۱۰ دن بعد کی تاریخ دیتا ہے یعنی ۷ ویں مارچ)۔

۲۱۰- ابن خلدون نے تیمور کے ساتھ اپنی آخری ملاقات کے بارے میں جو بیان دیا ہے اس سے اور دیگر کوائف سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حاکم سے اس کی رخصت دوستانہ اور رضاکارانہ تھی ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کہنا غلط ہے جیسا کہ بعض یورپین فضلاء نے کہا ہے کہ تیمور نے ابن خلدون کو ''رہا'' یا ''آزاد'' کردیا تھا، گویا کہ وہ کوئی قیدی تھا۔ (دیکھو صفحہ ۲۳، نوٹ ۹ اور یہ شرح، نوٹ ۱۷۵)۔

۲۱۱- یہ قاصد بیسق تھا (دیکھو اوپر، نوٹ ۱۹۴)۔

۲۱۲- اس سے غالباً یہ مراد ہے کہ ابن خلدون دمشق کی صورت حالات کی ساری مشکلات سے عہدہ برآ ہوگیا تھا

نہ کہ صرف رقم کی ادائیگی کی مشکل سے۔

۲۱۳- " تاتاریوں " ، چنگیز خاں کے عروج ، اس کی سلطنت کی تقسیم ، پھر ہلاکو کی جانشینی اور بالآخر تیمور کے ظہور کے بعد کا حال جو مغربی سلطان کو لکھکر بھیجھا گیا تھا ، اس کے پہلے بیان کی کم و بیش اختصار کردہ صورت ہے اور اس سے قدرے مختلف (عبر، جلد ۵، صفحات ۵۰۶ تا ۵۶۳، ۵۱۵ ببعد اور تعریف ، مخطوطہ الف، ورق ۷۸ الف، سطر ۵ ببعد)۔

۲۱۴- جیسا کہ پیشتر بتاکید ذکر کیا گیا ، (تعارف ، صفحہ ۱۴ اور نوٹ ۴۸)، اس کی سابقہ سوانح حیات چنگیز خان کا عنوان معنی خیز ہے ، یعنی " التعریف بجنگیز خان " (عبر، جلد ۵ ، صفحہ ۵۲۵، سطر ۱۴ ببعد ، تعریف ، مخطوطہ الف ؛ ورق ۷۸ ببعد)۔

۲۱۵- " ان میں سب سے بڑا " کے لئے لفظ "کبیر ھم" استعمال کیا گیا ہے۔ ابن خلدون نے لفظ " کبیر " کا جس طرح استعمال کیا ہے ، وہ مبہم ہے اس لئے کہ "کبیر" سے نہ صرف عمر میں بڑا مراد ہے بلکہ اثر و رسوخ میں بھی۔ چنانچہ وہ چوتھے بھائی اوغدائی کو بھی "کبیرھم" کہتا ہے (دیکھو نوٹ ۲۱۹)۔

عبر میں (جلد ۵ ، صفحہ ۵۲۷، سطر ۴) اپنے ماخذوں کا حوالہ دیتے ہوئے وہ " دوشی " کو بیٹوں میں " کبیر " کہتا ہے ، یعنی سب سے بڑا (یا پہلا) جیسا کہ وہ تھا (دیکھو ، صبح ، جلد ۴ ، صفحہ ۳۰۸ ، سطر ۱۵ - *وجی ، یعنی دوشی بیٹوں میں " اکبر " ہے)۔

دوشی کی موت کے بعد (جو چنگیز خان کی حین حیات ہوئی) چغتائی سب سے بڑا ھوگیا ، لیکن اثر و رسوخ کے نقطۂ نظر سے بھی وہ سب سے بڑا تھا (دیکھو بارٹولڈ ، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، جلد ۱ ، صفحہ ۸۱۲ ، مقالہ ''چغتائی خان''۔ اور اوپر ، نوٹ ۵۰)۔

۲۱۶- یہ نام بلا صاغون کی بجائے ھے۔ اس جگہ کے نام کی اصل اور مفہوم کے لئے دیکھو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ، اور بارٹولڈ ، Vorlesungen ، صفحات ۸۱ ببعد۔ دمشقی ، مرتبہ میرن ، صفحہ ۲۰ ، سطر ۱۹ ، میں بلادالصاغون لکھا ھے ، لیکن صفحہ ۲۲۱ ، سطر ۹ میں صحیح طور پر بلا صاغون درج ھے۔ ابن خلدون کی عبر میں یہی نام کئی بار صاقون ، ساعون اور ساغون کی صورت میں آیا ھے۔ (دیکھو عبر ، جلد ۴ ، صفحہ ۳۸۹ ، سطر ۲۰ ، صفحہ ۳۹۲ ، سطر ۴ ، ۷ ، سطر ۲۲۔ تعریف مخطوطہ الف ، ورق ۷۷ ب ، سطر ۱۴)۔

۲۱۷- ''الشاش'' سے جدید تاشقند مراد ھے۔ شاش اور دوسرے جغرافی ناموں کے لئے دیکھو انسائکلو پیڈیا آف اسلام میں متعلقہ مقالات (جو بیشتر بارٹولڈ کے لکھے ہوئے ھیں۔ نیز وی ۔ منورسکی ، حدود العالم (اشاریہ الف) : اور مقدمہ ، جلد ۱ ، صفحہ ۱۲۷ ببعد۔

۲۱۸- چنگیز خان کے بیٹوں کو جو علاقے ملے ، ان کے ناموں کے باھمی اختلافات کے لئے دیکھو عبر ، جلد ۵ ، صفحہ ۵۲۷ ۔ چنگیز خان کے بیٹوں میں اس کے علاقوں کی تقسیم (جیسا کہ اس کا خاکہ یہاں دیا گیا ھے) جملہ تفصیلات

میں ابن خلدون کے اس پہلے بیان کے مطابق نہیں ہے جو عبر ، جلد ٥ ، صفحہ ٥٠٦ ببعد میں اور تعریف، مخطوطہ الف ، اوراق ٧٨ الف ، سطر ٥ تا ٧٨ ب ، سطر ٨ میں درج ہے۔

چنگیز خان اور اس کے جانشینوں کا جو حال اس نے دیا ہے وہ ان تحریری ماخذوں پر مبنی ہے ، جن میں سے بعض کا ذکر ابن خلدون نے عبر میں کیا ہے۔ ان ماخذوں میں ابن الاثیر (وفات ١٢٣٤ء)، ابوالفداء (وفات ١٣٣١ء)، اور سب سے اہم شہاب الدین ابن فضل اللہ العمری (وفات ١٣٤٨ء) شامل ہیں۔ عبر ، جلد ٥ ، صفحات ٥٢٥ تا ٥٣٦ میں متعدد مقامات پر۔

٢١٩- یہاں ''کبیر'' کے معنی 'سردار' اور 'رئیس' کے ہیں۔ دیکھو نوٹ ٢١٥۔

٢٢٠- ہلاگو اور اس کی اولاد کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو عبر ، جلد ٥، صفحات ٥٤٢ تا ٥٥١- تعریف، مخطوطہ الف، ورق ٧٨ الف ببعد۔ مقدمہ میں ہلاگو کو ''تاتاریوں اور منگولوں کا بادشاہ'' کہا گیا ہے۔ (جلد ٢، صفحہ ١١٧، سطر ١٣- صفحہ ١٩٢، سطر ٢)۔

٢٢١- مختلف حاکموں کی اپنی اپنی نژاد سے قطع نظر ابن خلدون مصر کے مملوکوں کو مجموعی طور پر ''ترک'' کہتا ہے (دیکھو مقدمہ، جلد ١ ، صفحات ٢٩٧، ٣٠٥، ٣٢٥)۔ جہاں تک اس کی زبان کا تعلق تھا وہ بیشتر ترکی بولتے تھے۔

۲۲۲- اس کا اشارہ ایران کے ایلخانی بادشاھوں میں آخری بادشاہ ابو سعید کی موت کی طرف ھے جو ۷۳۶ھ = ۱۳۳۵ء میں ھوئی ۔

۲۲۳- شیخ حسن بغداد میں جلائر خاندان کا بانی تھا اور حسن ''الکبیر'' (فارسی میں ''بزرگ'') کے نام سے مشہور تھا ۔

''نوین'' یا ''نویون'' منگولی لقب ھے جس کا اطلاق خان کے ماتحت با اثر اور با اختیار افسروں پر کیا جاتا تھا ۔ یہ ترکی لقب ''بک'' کے مترادف ھے (سلوک، Quatremere، جلد ۱، صفحہ ۲۲۴، جلد ۲، صفحہ ۳۸۸ - بارتولڈ، الغ بیگ، صفحہ ۱۶ اور لیکچرز Vorlesungen، صفحہ ۱۹۸ - عبر، جلد ۵، صفحہ ۵۵۲ اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، مقالہ ''حسن بزرگ'') ۔

۲۲۴- تیمور کا باپ توغان نہیں بلکہ ترغائی کہلاتا تھا جیسا کہ ابن عرب شاہ، شرف الدین اور دوسرے مورخوں نے لکھا ھے ۔ نیز دیکھو وہ تصحیح جو تعریف کے مخطوطہ الف کے ورق ۷۸ب سطر ۸ کے حاشیہ میں درج ھے اور جو ''ترغائی'' ھے ۔ یہ بات کہ یہ ابن خلدون کی اپنی رائے ھے، اس نوٹ سے ظاھر ھوتی ھے جو عبر کے برطانوی میوزیم والے مخطوطہ میں درج ھے (جلد ۴، مرتبہ رائٹ، پلیٹ LXXXIV، جہاں ابن خلدون (تقریباً ۸۰۴ھ میں) تیمور کو بلا تامل ''طرغائی کا بیٹا''

قرار دیتا ہے (یہاں پر یہ نام "ط" سے لکھا گیا ہے) ۔ مگر مخطوطہ الف ، ورق ۸۲ ، سطر ۱۵ میں "طوغان" کے املا میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ۔

۲۲۵۔ صرغتمش کے نام میں اغلب غلطی ہونے کے بارے میں دیکھو اوپر ، نوٹ ۱۰۱ ۔

۲۲۶۔ ابن خلدون تیمور کی ابتدائی زندگی کے بارے میں ایک مختصر سا خاکہ عبر ، جلد ۵ ، صفحہ ۵۰۶ ، سطر ۲۵ ، صفحہ ۵۳۲ ، سطر ۹ ببعد ، صفحہ ۵۴۰ اور دوسرے مقامات پر دے چکا تھا ۔ جب اس نے اپنا پہلا بیان لکھا تھا جو غالباً ۷۹۷ھ = ۱۳۹۵ء سے بعد کا نہیں ہے ، اس وقت وہ تیمور کے شجرۂ نسب سے اچھی طرح واقف نہ تھا جیسا کہ وہ خود صاف صاف کہتا ہے ، " میں نہیں جانتا کہ اس کا شجرۂ نسب بنو چغتائی سے کس طرح سے جا ملتا ہے " (عبر ، جلد ۵ ، صفحہ ۵۰۶ ، سطر ۲۶ ۔ صفحہ ۵۳۲ ، سطر ۱۰) ۔

دمشق میں تیمور سے ملاقات کرنے کے بعد اس نے بالواسطہ اور بلاواسطہ اس کی زندگی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کیں اور اس طرح وہ تیمور کی داستان زندگی کو اپنے زمانے تک لے آیا ۔

۲۲۷۔ قرآن مجید ، سورہ ۱۲۔ آیت ۲۱۔ (واللہ غالب علیٰ امرہ)

۲۲۸۔ نجوم (جلد ۶ ، صفحہ ۲۷۳ ، سطر ۱) کے مطابق ایسی اطلاعات شعبان ۸۰۳ھ = مارچ ۱۷ تا ۱۴ اپریل ۱۴۰۱ء میں قاہرہ پہنچی تھیں (دیکھو سلوک ، ورق ۲۸ ب) ۔

چونکہ تیمور ۳ شعبان ۸۰۳ھ = ۱۹ مارچ ۱۳۰۱ء
(نجوم جلد ۶، صفحہ ۶۷، سطر ۲۲ - منہل، ورق ۹ م
الف - العینی، ورق ۴۲ ب، سطر ۲۰) بظاہر وطن جانے کے
ارادہ سے دمشق سے روانہ ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ اطلاع
قاہرہ میں نسبۃً جلد پہنچ گئیں۔

تیمور اس وقت فی الواقع اپنے وطن کو روانہ نہیں
ہوا تھا، بلکہ اس نے "یہ گمان پیدا کر دیا تھا" کہ
وہ ایسا کر رہا ہے (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۸۱، سطر ۸
دیکھو نوٹ ۱۹۸) تا کہ اس کے دشمنوں کی توجہ ہٹ
جائے۔ اس نے اپنی فوج کو بھی ارادتاً دھوکے میں
رکھا اور دوبارہ حلب، الرہا اور ماردین سے ہوتا ہوا
یکا یک بغداد پر حملہ آور ہو گیا (۹ جولائی ۱۳۰۱ء)
اور بعد ازاں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، ایشیائے کوچک
پر حملہ آور ہوا اور انقرہ کی مشہور جنگ میں عثمانی
افواج کو شکست دی۔ (دیکھو تعارف صفحہ ۳۲ اور
نوٹ ۲۰)۔

۲۲۹- ابن الفرات (جلد ۹، صفحہ ۳۷۰، سطر ۱۹)
بیان کرتا ہے کہ "تیمور کی ساری فوج کی نفری طاقت
۲۳۰,۰۰۰ تھی جس میں ۳۰,۰۰۰ لڑاکا تھے۔"
ابن عرب شاہ (جلد ۱، صفحہ ۶۱۶، سطر ۴) یہ نفری
تخمینۃً ۸۰۰,۰۰۰ بتاتا ہے۔ نیز دیکھو جی رولاف
Der Islam, "Asiatische and Europaische Kriegs fuhrung" ہیمبرگ، ۱۹۳۰ء، XXVI، صفحات
۱۰۰ تا ۱۱۵۔

۲۳۰- یہ فقرہ واضح نہیں ہے۔ '' آیۃ عجب '' جملہ '' عجب من العجب '' کی دوسری صورت معلوم ہوتی ہے جو موجودہ جملہ کی طرح اشخاص کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں اس کے معنی ہیں '' وہ حیرت کی علامت (یا دلیل یا مثال) ہیں - '' عبر جلد ۷ ، صفحہ ۱۱۴ ، سطر ۱۶ میں بھی '' آیت عجب '' کے الفاظ آئے ہیں ، لیکن واقعات کے سلسلہ میں نہ کہ اشخاص کے لئے - دیکھو '' آیہ '' کے مغربی استعمال کے لئے ایل - برچر Lexique Arabe - Francais ، صفحہ ۱۴ ، کان آیتاً فی کذا ''etre un-modele de' یہ عجیب بات ہے کہ فان کریمر Beitrage zur 'arabischen Laxi kographie صفحہ ۱۳ پر '' آیت '' یا '' ایت '' لکھتا ہے اور اس کے بعد '' ل '' کا استعمال کرتا ہے : 'یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے !' ایک اور مقام پر ابن خلدون لفظ آیۃ '' معجزہ '' کے مفہوم میں استعمال کرتا ہے - بہر حال پیش نظر جملہ کی معنی '' مدح '' کے ہیں اور جامع اموی کے جلائے جانے کے واقعہ کو جس طرح اس نے بیان کیا ہے ، اس کے متضاد ہے۔ یہاں پر اس کا اخلاقی تنقید سے اجتناب کرنا تیمور کی کردار نگاری کے جو بعد میں آئی ہے ، کم و بیش ، مطابق ہے۔

۲۳۱- اس حصہ کے متن میں '' ان کی نو عمری '' کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے (فتائہم) وہ بھی کئی طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔

۲۳۲- جملہ '' اور عرب کے بدوؤں کے طور طریقوں کے مطابق ''

اور اس کے قبل کے الفاظ " حیرت انگیز مثلاً " کے ساتھ کوئی واضح ربط نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ اپنے مقدمہ میں ابن خلدون عربوں کو فطرتاً رہزن اور مستقل بستیوں کے لوٹنے والے بتاتا ہے) بشرطیکہ ایسا کرنا بغیر جنگ کے ممکن ہو (مقدمہ جلد ۱، صفحہ ۲۶۹، سطر ۱۷) ۔ وہ ان سے "جملہ اقسام کے مظالم" یا کوئی جدت منسوب نہیں کرتا جیسا کہ وہ ان باتوں کو تاتاریوں سے منسوب کرتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ کہتا تو درست ہوتا کہ وہ مستقل آبادیوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے میں بدوؤں سے بھی سبقت لے جاتے ہیں، اور اس کا امکان بہت کم ہے کہ یہاں "علماء" کو اس معنی میں استعمال کیا گیا ہو کہ وہ بدوؤں کے رسم و رواج سے بڑھے ہوئے تھے۔ البتہ اگر اس جملہ کا کسی اور شخص نے اضافہ کر دیا ہو تو اس کے یہ معنی نکل سکتے ہیں۔

۲۳۳۔ لفظی معنی ہیں " بادشاہوں اور اپنے فراعنہ میں سے ایک ممتاز ترین ۔" لفظ " فرعون " اور مقامات پر غرور، تکبر، جبر و تعدی اور ظلم و ستم کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ (دیکھو لین ۔ لفظ فرعون) ۔

۲۳۴۔ تیمور نے حلب کے فضلاء کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنے میں ایک شیعی یعنی علوی عقیدہ رکھنے والے شخص کی حیثیت سے دلائل پیش کئے تھے (دیکھو نوٹ ۵۸) ۔ لیکن وہ شیعہ نہیں تھا ۔ تیمور شرع اسلام کا سختی سے پابند تھا اور ماژندران اور خراسان میں اس نے کٹر سنی طریقوں کو رائج کیا تھا ۔ دیکھو بارتولڈ، الغ بیگ

صفحہ ۳۲ -

۲۳۵- ماخذوں میں تیمور کی ژرف نگاھی کی بہت سی مثالیں ملتی ھیں - خصوصیت سے ابن عرب شاہ میں (مثلاً جلد ۲ ، صفحہ ۴۸۷ ، سطر ۵ بیعد) نیز منہل (ورق ۱۵۲ الف ، سطر ۱۸ بیعد جسے اوپر درج کیا گیا ھے ، نوٹ ۵۸) اور نجوم (جلد ۶ ، صفحہ ۲۸۱ ، سطر ۲۰) جہاں یہ بیان کیا گیا ھے کہ " تیمور نے زبردست بصیرت کا ثبوت دیا "۔

۲۳۶- تیمور کے بارے میں جملہ مآخذ اس بیان کی تصدیق کرتے ھیں کہ اسے علمی مسائل اور بحث و مباحثہ سے خاص لگاؤ تھا ، بالخصوص تاریخی موضوعات سے - یہ ایک مشہور بات ھے کہ وہ ھر وقت فضلا سے گھرا رھتا تھا جن سے وہ تاریخ اور مذھب کے عالمانہ مسائل پر بحث کرتا تھا -

۲۳۷- چونکہ تیمور کی تاریخ پیدایش عام طور پر ۲۵ شعبان ۷۳۶ھ = ۸ اپریل ۱۳۳۶ء مانی جاتی ھے لہٰذا جب ۸۰۳ھ = ۱۴۰۱ء میں ابن خلدون کی اس سے ملاقات ھوئی تو وہ تقریباً ۶۵ یا ۶۶ برس کا ھوگا- یہ امر ملحوظ رھنا چاھئے کہ ابن خلدون نے تیمور کی عمر کا جو حوالہ دیا ھے وہ ایک خط میں ھے جو اس نے ۸۰۳ھ = ۱۴۰۱ء میں لکھا تھا (دیکھو نوٹ ۱۹۸) -

تیمور کا انتقال ۱۹ شعبان ۸۰۶ھ = ۸ فروری ۱۴۰۵ء کو ھوا (نجوم ، جلد ۶ ، صفحہ ۲۷۹ ، سطر ۱۶- منہل ، ورق ۱۵۴ الف ، سطر ۱۹) - مگر نجوم (جلد ۶، صفحہ

۲۸۱، سطر ۱۸) اور ابن عرب شاہ (جلد ۲ ، صفحہ ۷۸۲، سطر ۲) کے بیان کے مطابق وہ اسی برس کی عمر کو پہنچ گیا تھا -

۲۳۸- دیکھو اوپر، نوٹ ۱۱۲، تیمور کی جسمانی شکل وشباہت کے بارے میں دیکھو ابن عرب شاہ ، جلد ۲، صفحات ۷۸۰ تا ۷۸۲ - کلادیہو ، صفحہ ۲۲۰ - Memoire، صفحہ ۴۶۳، اور ابن تغری بردی کا حسب ذیل بیان جو بظاہر ابن عرب شاہ (نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ۲۸۱ ، سطر ۱۴ ببعد) پر مبنی ہے : ''وہ (تیمور) اونچے قد کا تھا، اس کی پیشانی کشادہ تھی اور سر بڑا تھا ، اور وہ بہت مضبوط تھا - اس کی رنگت سرخی مائل سفید تھی - اس کے شانے چوڑے تھے، انگلیاں موٹی تھیں اور ڈاڑھی لمبی تھی - اس کا ایک ہاتھ فالج زدہ تھا اور دائیں ٹانگ میں لنگ تھا- اس کی آنکھیں چمکدار تھیں اور آواز گرجدار تھی اور اسے موت کا ڈر بالکل نہیں تھا - وہ ۸۰ برس کی عمر کو پہنچ گیا تھا اور اس کے قویٰ اور حواس بالکل درست تھے -''

۲۳۹- اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ابن خلدون نے تیمور سے مزید باتیں بھی کی تھیں جو اس کی تعریف میں درج نہیں کی گئی ہیں- اس سے اس مفروضہ کی تائید بھی ہوجاتی ہے کہ اس نے تیمور سے براہ راست اس کی زندگی اور سر گرمیوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کی تھیں- (نیز دیکھو ابن عرب شاہ ، جلد ۲، صفحہ ۷۹۴ ، سطر ۱۵، صفحہ ۷۹٦ ، سطر ۳- کلکتہ ایڈیشن ، صفحہ ۴۴۳، سطر ۱،

بنغدا جہاں یہ کہا گیا ہے کہ تیمور نے اپنے ملک کے واقعات ابن خلدون سے بیان کئے ۔)

۲۴۰۔ یہ بات کہ اس وقت ابن خلدون کی موت کی افوا ہیں دور دور پھیل گئی تھیں اس سے ثابت ہے کہ تعریف، مخطوطہ الف، کے آخری ورق (ورق ۸۳ الف) پر مغربی خط تحریر میں کسی کاتب یا مالک کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نوٹ موجود ہے جو حسب ذیل ہے: ''تعریف اللہ کی ہے۔ مصنف (ابن خلدون) نے، خدا اس پر اپنی رحمت نازل کرے، قاہرہ میں ۸۰۸ھ میں وفات پائی۔ یہ صحیح ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہیں، اس کی وفات دمشق میں اختلاج قلب (رجفہ قلب) سے ہوئی جس میں وہ راستہ ہی میں مبتلا ہو گیا تھا، (اصابہ') لیکن یہ پہلا بیان یعنی یہ کہ اس کا انتقال ۸۰۸ھ میں ہوا، زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ابن خلدون کے بارے میں دوسری افواہوں پر جو ایسی ہی بے بنیاد اور غلط تھیں، حاجی خلیفہ اور دوسرے اشخاص نے یقین کر لیا تھا (دیکھو تعارف صفحہ ۳ اور نوٹ)۔

۲۴۱۔ وہ مالکی قاضی القضاۃ نورالدین الخلال کی جگہ پر فائز ہوا جس کا انتقال جمادی الاولیٰ ۸۰۳ھ (دسمبر ۱۴۰۰ء) میں دمشق کے راستہ پر ہوا تھا (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۱۰۲، سطر ۱۔ العینی، ورق ۵۴ الف، سطر ۲)۔ جمال الدین عبداللہ الاقفہسی، جس کا انتقال ۸۲۳ھ (۱۴۰۰ء) میں ہوا، الاقفسی کے نام سے بھی مشہور تھا (سخاوی، جلد ۵، صفحہ ۷۱، سطر ۳)۔ اس کے بارے میں مزید

تفصیلات سلوک، ورق ۲۹ الف، سطر ۲۹ پر، نجوم جلد۶، صفحہ ۷۰، سطر ۸، صفحہ ۷۴، سطر ۱۹۔ ابن ایاس، جلد ۱، صفحہ ۳۳۷، سطر ۱۷ ۔ سیوطی، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳، سطور ۲۰ تا ۲۴ میں ہیں (مگر کوائف صحیح نہیں ہیں)۔

۲۴۲۔ یہ واضح نہیں ہے کہ آیا ''لوگوں کی ضروریات'' سے ابن خلدون کا منشاء ''عوام کی احتیاجات'' ہے (یعنی یہ کہ وہ اپنے رہن سہن میں بہت سادگی پسند تھا) یا ''لوگوں کی ضروریات اور خواہشات'' (یعنی یہ کہ وہ دوسروں کا اثر قبول نہیں کرتا تھا) ۔ اس کی سادگی اور انکسار کا ذکر سخاوی نے کیا ہے (جلد ۵، صفحہ ۱۷، سطر ۸) لیکن ابن قاضی شہبہ (اسے سخاوی نے نقل کیا ہے محل مذکور صفحہ ۱۷، سطر ۱۳) بھی کہتا ہے کہ وہ اپنی رائے پر اُس قدر سختی سے قائم رہتا تھا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اس کی نظر میں بڑے سے بڑا افسر اور ایک باورچی برابر ہیں ۔

۲۴۳۔ اس کا تقرر ۱۳ جمادی الآخرہ ۸۰۳ھ = ۲۸ جنوری ۱۴۰۱ء کو ہوا جب کہ ابن خلدون ابھی دمشق ہی میں تھا ۔ وہ ایک مہینہ سے ذرا زیادہ عرصہ تک اپنے عہدہ پر فائز رہا (نجوم، جلد ۶، صفحہ ۷۰، سطر ۸ ۔ سیوطی، جلد ۲، صفحہ ۱۲۳، سطر ۲۰)۔

۲۴۴۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہے یہ واقعہ جمعرات ۳ شعبان ۸۰۳ھ = ۱۷ مارچ ۱۴۰۱ء کا ہے۔ (سلوک، ورق ۲۸ ب، سطر ۱۸) ۔

۲۴۵- منہل (ورق ۹۴ ب، سطر ۱۳) میں بیان کیا گیا ہے کہ قاہرہ واپس آجانے کے بعد ابن خلدون نے فی الحقیقت عہدۂ قضاء پر دوبارہ مقرر کئے جانے کی کوشش کی تھی -

۲۴۶- یہ ۱۴ اپریل ۱۴۰۱ء سے پہلے کا واقعہ ہوگا، لیکن قاضی کی حیثیت سے اُس کی اس تیسرے تقرر کی تاریخ العینی (ورق ۴۵ ب، سطر ۲۶) میں ۲۳ رمضان، ۷ مئی، شنبہ دی گئی ہے - سلوک میں بھی (ورق ۲۹ الف، سطر ۲۸) یہی تاریخ دی گئی ہے -

۲۴۷- جملہ ''حسب سابق'' میں وہ غالباً اس اصول کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس نے اس کی پہلی اور دوسری قضاء کے دوران میں رہنمائی کی تھی اور جس کی وجہ سے دربار کے اعلیٰ حلقوں سے اس کی آویزش ہوئی (دیکھو اوپر، نوٹ ۶ - عبر، جلد ۷، صفحات ۴۵۳ تا ۴۵۵ - اور دسلان، Proleg.، جلد ۱، صفحات lxxii–lxxxi)-

۲۴۸- یہ تقرری ۲۴ رجب ۸۰۴ھ = ۱۷ فروری ۱۴۰۲ء کو عمل میں آئی تھی - (سخاوی، جلد ۱۰، صفحہ ۳۱۲، سطر ۱۷)- جمال الدین البساطی (وفات ۸۲۹ھ=۱۴۲۶ء) کے بارے میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھو نجوم، جلد ۶، صفحہ ۱۲۲، سطر ۹، صفحہ ۷۹۴، سطر ۷ - ابن ایاس جلد ۱، صفحہ ۳۴۲، سطر ۱۵ - سیوطی، جلد ۲، صفحات ۱۲۳ و ۱۲۴ -

۲۴۹- متن میں ''اپنی دولت کا ایک حصہ'' اور ''طرح طرح کی رعائتیں'' (ووجوھاً من الاغراض) ایک ھی لفظ ''بذل'' (اس نے انہیں رشوت دی)، کے مفعول کے طور

پر استعمال ہوئے ہیں ۔ اگر متن کی عبارت صحیح ہے تو جملہ کی یہ ترکیب بھی ابن خلدون کی غیر معمولی طرز تحریر کی ایک اور مثال ہے ۔ البساطی کی ریشہ دوانی (سعٰی علیہ) کے نتیجے میں ابن خلدون کی برطرفی کا ذکر سخاوی (جلد ۱۰، صفحہ ۳۱۲، سطر ۲۳) نے کیا ہے جو البساطی کے بارے میں مختلف اشخاص کی تنقیص آمیز رائیں نقل کرتا ہے ۔

۲۰۰۔ تقریباً ۵ مارچ ۱۴۰۲ء ۔

۲۰۱۔ ماخذوں کے مطابق ۴ ذوالحجہ ۸۰۴ھ = ۴ جولائی ۱۴۰۲ء کو ۔

۲۰۲۔ لہٰذا ابن خلدون چوتھی مرتبہ قاضی کے عہدہ پر ۶ ربیع الاول ۸۰۶ھ = ۲۳ ستمبر ۱۴۰۳ء تک فائز رہا ۔

۲۰۳۔ یہ پانچویں تقرری ۱۱ فروری ۱۴۰۵ء کو عمل میں آئی ۔

۲۰۴۔ برخاستگی مئی ۱۴۰۵ء میں ہوئی ۔ قلقشندی (صبح، جلد ۹، صفحہ ۱۸۹، سطر ۱۰) کے مطابق البساطی ۲۷ ذوالقعدہ (مئی ۲۷، ۱۴۰۵ء) کو عہدہ پر بحال ہوا، لیکن سیوطی (جلد ۲، صفحہ ۱۲۳، سطر ۲۴) بیان کرتا ہے کہ ابن خلدون کے بعد جمال الدین الاقفہسی اس کا جانشین مقرر ہوا ۔

اس زمانہ میں یہ بات خلاف معمول نہیں سمجھی جاتی تھی کہ ایک قاضی کو اتنی مرتبہ برخاست کیا جائے اور مقرر کیا جائے ۔ اس دور کا ایک اور مشہور فاضل اور قاضی ابن حجرالعسقلانی (وفات ۱۴۴۹ء) چھ مرتبہ منصب قضاء پر فائز ہوا تھا ۔ (دیکھو بروکلمین ۔ تاریخ

ادب عربی، جلد ۲، صفحہ ٦٤)۔

۲۵۵- مئی ۱۴۰۵ء = ذوالقعدہ ۸۰۷ھ کے آخر میں پانچویں مرتبہ عہدۂ قضا سے اپنی برطرفی کے ذکر کے ساتھ ابن خلدون نے اپنی "خود نوشت سوانح عمری" کو ختم کر دیا۔ مگر اس کا دور ملازمت ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ اس نے اپنی زندگی کے آخری ۹ مہینوں کے حالات خود قلمبند نہیں کئے ہیں تاہم ان کے بارے میں بعض معاصر عربی ذرائع میں کچھ تفصیلات ملتی ہیں۔ دیکھو خصوصیت کے ساتھ وہ مواد جو سخاوی (جلد ۴، صفحہ ۱۴٦، سطر ۲۵ ببعد) نے ایک شخص جمال الدین البشبلیشی (۷٦۲ھ تا ۸۲۰ھ) کی سند پر نقل کیا ہے۔ ہم کو ان ذرائع سے پتا چلتا ہے کہ سیوطی (جلد ۲، صفحہ ۱۲۳) کے بیان کے مطابق ابن خلدون رمضان ۸۰۸ھ یعنی آخر فروری یا ابتدائے مارچ ۱۴۰٦ء میں چھٹی مرتبہ قاضی القضاۃ مقرر ہوا تھا، لیکن وہ اس عہدہ پر صرف چند ہفتے تک فائز رہا (ابن حجر، ورق ۲۲۳ بیان کرتا ہے کہ چھٹی بار قاضی القضاۃ کے عہدہ پر صرف ۸ دن تک فائز رہا) اس لئے اس کی موت بدھ کے دن ۲۵ رمضان ۸۰۸ھ = ۱۷ مارچ ۱۴۰٦ء کو جبکہ وہ ابھی اس عہدہ پر فائز تھا، واقع ہوئی۔

اسلامی تقویم کے مطابق ابن خلدون کی عمر ۷٦ سال اور ۲۵ دن اور عیسوی تقویم کے مطابق ۷۴ سال تھی۔ اسے قاھرہ میں باب النصر کے باھر صوفیہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا، لیکن آج کسی کو بھی معلوم

نہیں ہے کہ اس کی قبر کس جگہ تھی ۔ (دیکھو منہل
ورق ۹۴ ب ، سطر ۲۰ ۔ نجوم ، جلد ٦ ، صفحہ ۲۷٦ ،
سطر ٦ ۔ سخاوی ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۴٦ ، سطر ۱۴ ۔
شذرات ، جلد ۷ ، صفحہ ۷۷) ۔

—

اہم واقعات کی تاریخ وار جدول

سال عیسوی	مہینہ اور تاریخ	واقعہ
۱۳۳۲	۲۷ مئی	ابن خلدون کی ولادت تونس میں۔
۱۳۳۶	۸ اپریل	تیمور کی ولادت کش کے قریب ماوراء النہر میں۔
۱۳۶۴		اشبیلیہ میں پیڈرو الملقب بہ ظالم کے دربار میں ابن خلدون کی سفارت۔
۱۳۸۲	۲۴ اکتوبر	تونس سے ابن خلدون کی روانگی برائے مصر۔
	۲۶ نومبر	سلطان کی حیثیت سے برقوق کی تخت نشینی۔
	۸ دسمبر	ابن خلدون کی آمد اسکندریہ میں۔
۱۳۸۳	۶ جنوری	ابن خلدون کی آمد قاہرہ میں۔
		التون بغاا لجوبانی کی وساطت سے سلطان برقوق سے اس کی پہلی ملاقات۔
۱۳۸۴		مدرسہ قمحیہ ، قاہرہ ، میں مدرس کی حیثیت سے ابن خلدون کا تقرر۔
		مدرسہ ظاہریہ ، قاہرہ میں لکچرر کی حیثیت سے تقرر۔
	۱۱ اگست	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا پہلی مرتبہ تقرر۔

نوٹ : بعض تاریخیں جو یہاں درج کی گئی ہیں، حواشی کی مندرجہ مفروضہ تاریخوں پر مبنی ہیں۔

سال عیسوی	مہینہ اور تاریخ	واقعہ
		تونس سے مصر آتے ہوئے جہاز کی تباہی کے باعث اس کے بال بچوں کی جانوں کا اتلاف ۔
۱۳۸۵	۱۷ جون	عہدہ قضاء سے پہلی بار موقوفی ۔
۱۳۸۷	ستمبر	مکہ معظمہ کو حج کے لئے اس کی روانگی ۔
۱۳۸۸	مئی	مکہ معظمہ سے اس کی واپسی ۔
۱۳۸۹	جنوری	مدرسۂ صرغتمش میں مدرس کی حیثیت سے تقرر ۔
	اپریل	قاہرہ میں بیبرسیہ خانقاہ میں تقرر ۔
		برقوق کے خلاف یلبغا الناصری کی بغاوت ۔
		سلطانِ برقوق کی معزولی ۔
		بیبرسیہ خانقاہ سے ابن خلدون کی برطرفی ۔
۱۳۹۰	فروری	برقوق کی دوبارہ تخت نشینی ۔
۱۳۹۹	۲۲ مئی	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا دوبارہ تقرر ۔
	۲۰ جون	سلطان برقوق کی وفات ۔
		برقوق کے بعد سلطان فرج کی تخت نشینی ۔
۱۴۰۰	مارچ	فرج کے خلاف تنم کی بغاوت ۔
		فرج کی معیت میں ابن خلدون کا دمشق کا پہلا سفر ۔
	مئی	ابن خلدون بیت المقدس ، بیت اللحم اور حبرون کی سیاحت کرتا ہے ۔

سال عیسوی	مہینہ اور تاریخ	واقعہ
	۳ ستمبر	عہدہ قضاء سے ابن خلدون کی دوسری بار برطرفی ۔
	۳۰ اکتوبر	حلب کی تسخیر تیمور کے ہاتھوں ۔
	۱۹ نومبر	فرج تیمور کے خلاف فوجی مہم کی تیاری کرتا ہے ۔
		یشبک ابن خلدون سے اصرار کرتا ہے کہ دمشق کی مہم میں فرج کے ساتھ چلے ۔
	۲ نومبر	ابن خلدون فرج کی معیت میں دمشق کی طرف روانہ ہوتا ہے ۔
۱۴۰۰	۸ دسمبر	غزہ میں آمد ۔
	۱۴ دسمبر	ان کی غزہ سے دمشق کو روانگی ۔
	۲۰ دسمبر	تیمور بعلبک سے دمشق کو روانہ ہوتا ہے ۔
	۲۳ دسمبر	فرج کی فوج کی آمد دمشق میں ۔
	۲۴ دسمبر	ابن خلدون مدرسہ عادلیہ میں قیام کرتا ہے ۔
	۲۵ دسمبر	ہر دو مخالف فوجوں کے ہراول دستوں کی ابتدائی آویزشیں ۔
	۲۹ دسمبر	تیمور دمشق کے سامنے پہنچ جاتا ہے ۔
	۳۰ دسمبر	تیمور کا پوتا سلطان حسین فرار ہو کر شامیوں سے جا ملتا ہے ۔
۱۴۰۱	۴ جنوری	تیمور اہل دمشق کو صلح کی پیشکش کرتا ہے ۔

سال عیسوی	مہینہ اور تاریخ	واقعہ
	٦ جنوری	قاہرہ میں سلطان فرج کے خلاف باغ منصوبہ کی اطلاعیں ۔
	۷ جنوری	سلطان فرج ، یشبک اور دوسرے امرا قاہرہ واپس آتے ہیں ۔
		ابن خلدون دمشق میں پیچھے رہ جاتا ہے ۔
		تیمور دوبارہ صلح کی پیشکش کرتا ہے ۔
		ابن مفلح کی تیمور سے پہلی ملاقات اسے شرائط حوالگی دی جاتی ہیں ۔
۱۴۰۱	۸ جنوری	ابن مفلح کی تیمور سے دوسری ملاقات ۔ دوسرے امرا اور تحائف کے ساتھ ۔
	۹ جنوری	ابن مفلح اور اس کے رفقا دمشق واپس جاتے ہیں ۔
	۱۰ جنوری	ابن خلدون کو تیمور سے ملاقات کرنے کے لئے دمشق کی فصیل سے نیچے اتارا جاتا ہے ۔
		تیمور سے ابن خلدون کی پہلی ملاقات ۔
	۱۲ جنوری	قلعۂ دمشق کا محاصرہ ۔
	جنوری	اهل دمشق پر جرمانہ کی بھاری رقوم عائد کی گئیں۔ تشدد اور استحصال بالجبر جاری رہتا ہے ۔
	۴ فروری	شہر دمشق کی باضابطہ حوالگی ۔

واقعہ	مہینہ اور تاریخ	سال عیسوی
تیمور فرج کے نام ایک خط میں اظلمش کی رھائی کا مطالبہ کرتا ھے ۔	٦ فروری	
فرج کا سفیر بیسق الشیخی دمشق جاتا ھے ۔	٢٠ فروری	
قلعۂ دمشق کی حوالگی ۔	٢٥ فروری	
عباسی خلافت پر تیمور کے روبرو بحث و مباحثہ ۔		
تیمور سے ابن خلدون کی آخری ملاقات ۔	٢٦ فروری	١۴٠١
ابن خلدون تیمور سے رخصت ھوکر واپس قاھرہ جاتا ھے ۔	٢٧ فروری	
شہر دمشق اور جامع اموی کو آگ لگا دیجاتی ھے ۔	١٧ مارچ	
ابن خلدون قاھرہ پہنچ جاتا ھے ۔		
تیمور اور اسکی فوج دمشق چھوڑ کر چلی جاتی ھے ۔	١٩ مارچ	
ابن خلدون کو تیمور کی طرف سے اس کے خچر کی قیمت مل جاتی ھے ۔		
قاھرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا تیسری مرتبہ تقرر ۔	اپریل	
حاکم مغرب کی خدمت میں ابن خلدون کی روئداد ۔	اگست	

سال عیسوی	مہینہ اور تاریخ	واقعہ
۱۴۰۲	مارچ	قاضی القضاۃ کی حیثیت سے اس کی تیسری مرتبہ برطرفی ۔
	۴ جولائی	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا چوتھی مرتبہ تقرر۔
	۲۸ جولائی	تیمور انقرہ میں عثمانی سلطان بایزید اول کو شکست دیتا ہے ۔
۱۴۰۳	۲۳ ستمبر	قاضی القضاۃ کے عہدہ سے اس کی چوتھی مرتبہ برطرفی ۔
۱۴۰۵	۱۱ فروری	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا پانچویں دفعہ تقرر ۔
	۱۸ فروری	تیمور کی وفات ۔
	۲۷ مئی	ابن خلدون کی قاضی القضاۃ کے عہدہ سے پانچوین مرتبہ برطرفی ۔
۱۴۰۶	فروری	قاہرہ میں مالکی قاضی القضاۃ کی حیثیت سے ابن خلدون کا چھٹی مرتبہ تقرر ۔
	۱۷ مارچ	قاہرہ میں ابن خلدون کی وفات ۔

غلط نامہ

احتیاط کے باوجود کتاب میں کچھ غلطیاں رہ گئی ھیں۔ قارئین سے درخواست ھے کہ مطالعہ سے پہلے درج ذیل اغلاط کی درستی فرمالیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷	۱۷	نھی	تھی
۲۹	۹	مہم	مبہم
۳۱	۱۷	میر	میں
۵۶	۱۰	مابیں	مابین
۵۶	۱۱	قیول	قبول
۵۸	۹	نور	اور
۶۴	۲۱	: کہا	کہا :
۷۱	۴	مبری	میری
۷۱	۵	دریا فے ت	دریافت
۷۱	۵	مین	میں
۷۱	۵	یسا ج	جیسا
۷۶	۸	فرمادین	فرمادیں
۷۷	۱۶	هان	هاں
۷۹	۱۶	مبرے	میرے
۷۹	۱۶	مابین	مابین
۷۹	۲۰	گؤں	گاؤں
۸۵	۱۱	وسبع	وسیع
۸۵	۲۱	ہادو	جادو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۶	۱۲	پانچوین	پانچویں
۹۴	۱	هوبی	هوئی
۹۵	۱۷	—	،
۹۵	۲۲	صفحہ ۵۵ ، ۷) سطر	صفحہ ۵۵ ، سطر ۷)۔
۹۶	۲۳	حج	حج
۱۰۰	۱	نهیں	نہیں
۱۰۳	۱۰	اوُر	اور
۱۰۳		آخری سطر دوبارہ چھپ گئی	×
۱۰۴	۹	گیا	گیا
۱۰۴	۱۰	حییثت	حیثیت
۱۰۴	۱۵	—	×
۱۰۴	۱۸	کتپ	کتب
۱۰۴	۱۹	نها	تها
۱۰۵	۱	آخر	آخر
۱۰۶	۱۳	ستار	سیّار
۱۰۹	۱۹	فوحوں	فوجوں
۱۱۰	۱۵	آخرکار	آخر کار
۱۱۱	۳	سانھ	ساتھ
۱۱۲	۱۸	فوجں	فوجیں
۱۱۴	۳	تاربخ	تاریخ
۱۱۴	۲۱	چهھ	چھ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۶	۱	بیار	بیان
۱۱۶	۲۳	واقمۂ	واقعۂ
۱۲۱	۱۷	یہ ھےکہ کہ یزہ دار	یہ ھے کہ یزہ دار
۱۲۳	۱۱	صلاصیہ	صلاحیہ
۱۲۳	۱۲	سمیاطیہ	سمیساطیہ
۱۲۳	۱۲	شمیاطیہ	شمیساطیہ
۱۲۳	۲۰	سطر ۸ صفحہ	سطر ۸، صفحہ
۱۲۳	۲۲	بں ۔ ڈی منیا نیلی	بی ۔ ڈی مینانیلی
۱۲۴	۱	ابن مصلح	ابن مفلح
۱۳۵	۱۷	چغتائی خان	جغتائی خاں
۱۳۶	۱	بارٹھولڈ Volasungen	بارٹولڈ Vorlesungen
۱۴۰	۱۷	عفاید	عقاید
۱۴۱	۵	حلد	جلد
۱۴۹	۸	انپے	اپنے
۱۵۰	۱	حقیقتہ	حقیقۂ
۱۵۰	۱۵	سیکریری	سکریٹری
۱۵۲	۷	۵ -	۵۷ -
۱۵۲	۱۰	پبش	پیش
۱۶۵	۱۹	مقەمہ	مقدمہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۶	۱۳	قیصر اوکتاوبان	قیصر اوکتاویان
۱۶۷	۳	سعید ابن البطرین	سعید ابن البطریق
۱۶۷	۴	ابن الحمید	ابن العمید
۱۶۷	۱۹	tradubione araza	Traduzione araba
۱۷۱	۱۳	سنحریب	سنخریب
۱۷۶	۵	دیکیو	دیکھو
۱۷۶	۶	بھان	بیان
۱۷۷	۱	das	des
۱۷۹	۹	و رَفعتہ؛	و دَقَعتہ ،
۱۸۱	۱۲	mittelalter liehen	Mittelalterlichen
۱۸۱	۱۴	Geschiitzwesen	Geschiitzwesens
۱۸۲	۹	بجوم	نجوم
۱۸۴	۱	تبامہ	تباہ
۱۸۴	۱۲	گر گیا ـ تو	گر گیا تو
۱۸۹	۳	Tamerlavi	Tamerlani
۱۹۰	۹	تیمور کہ نے	کہ تیمور نے
۱۹۰	۱۶	قبدی	قیدی
۱۹۶	۳	منزلیں ورنش	منزلیں وارنش
۱۹۶	۱۲	شلط برگر	شلٹ برگر
۱۹۶	۱۴	swr	Sur
۱۹۷	۶	مسجہ	مسجد
۱۹۹	۳	بعث	بحث

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۹	٦	احتیاط،،	احتیاط“ ۔
۱۹۹	۱۱	کفایہ	کفایہ“
۱۹۹	۱۷	ابو مسلم عبدالرحمن	ابو مسلم عبدالرحمٰن
۲۰۰	۱	فبول	قبول
۲۰۰	۹	بیعت کی توثیق	”بیعت کی توثیق،،
۲۰۰	۱۰	اقرار اطاعت”	” اقرار اطاعت “
۲۰۰	۱۰	حلف وفاداری ۔،،	”حلف وفاداری،،۔
۲۰۰	۲۳	المعروف یه	المعروف به
۲۰۱	۱۳	”فی جزء محذو	”فی جزء محدو،،
۲۰۱	۱۵	مہذق	محذق
۲۰۱	۱٦	فضل	فصل
۲۰۱	۱۷	اسم ۔ صفت	اسم صفت
۲۰۱	۱۸	نظم ہے	نظم ہے ۔
۲۰۱	۲۰	(یا البصیری تھا(	(یا البصیری) تھا،
۲۰۱	۲۴	۴۷۲ ،	۴۷۲ ، اور
۲۰۲	٦	ذکو	ذکر
۲۰۲	۱۵	صحیح تاریخ ۔	صحیح تاریخ ،
۲۰۲	۱۸	عرصہ بعد ہوئی ۔	عرصہ بعد ہوئی ،
۲۰۳	۲۰	persia	Persia
۲۰۳	۲۱	xvii & xviii thcenturies	xviith & xviiith Centuries
۲۰٦	۱۵	(آخرى)	(آخری)
۲۰۷	۵	”یفقل،،	(یغفل)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۱	۱۷	تبار	تیار
۲۱۴	۲۱	۱۸۳ - متن	۱۸۲ - متن
۲۱۵ تا ۲۱۹	مختلف	صعفد	صفد
۲۲۱	۱۰	ملافات	ملاقات
۲۲۱	۱۳	۲۰ دسمبر	۲۶ دسمبر
۲۲۶	۵	آمور ھا	آمورھا
۲۲۷	۱۵	کماب الاستقصاء	کتاب الاستقصاء
۲۲۹	۹	(تقصبز)	(تقصیر)
۲۳۱	۱۳	Tagund	Tag und
۲۳۱	۱۴	Nachtim	Nacht im
۲۳۴	۳	بارڈرلڈ	بارٹولڈ
۲۳۶	۲۳	”طرغائی کا بیٹا ،،	”طرغائی“ کا بیٹا
۲۳۸	۴	تھا۔اس لئے بہ اطلاعات	تھا،اس لئے یہ اطلاعات
۲۳۹	۱۱	Laxi kographie	Lexikographie
۲۳۹	۱۶	کی	کے
۲۴۰	۴	بتاتا ہے)	بتاتا ہے ،
۲۴۷	۵	حتم نھیں	ختم نہیں
۲۵۲	۸	ملاقات اسے	ملاقات — اسے

نوٹ : کتاب کے ابتدائی صفحات میں ایک نام کلاویہو غلطی سے کلاویجو چھپ گیا ہے براہ کرم درست کرلیجئے۔